

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَأَشْرَفَ عَلَى قَوْمِهِ مَنِ السُّورَةِ
عَمَّا يُرِيدُ



**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ





پہاؤ اللہ

عصر جدید

مصنف

جے۔ ای۔ ایس۔ ایس۔ ایس۔ ایس۔ ایس۔

ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ۔ بی۔ ایف۔ بی۔ ای۔ اے

مترجم

عباس علی بٹ۔ بی۔ اے۔ بی۔ ای۔ ڈی۔ ایچ۔ پی

محفل ملی بہائیان ہند و برہما نے چھپوا کر شائع کیا

۱۹۳۵ء

جلد صرف محفوظ ہیں

138654

فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴	کوہ کرمل پر آپ کا روضہ مبارک	۱	دیباچہ مصنف
۲۴	حضرت باب کا کلام		پہلا باب
۲۵	من یظہرہ اللہ		بشارت
۲۶	قیامت، بہشت و دوزخ	۳	تاریخ عالم کا ایک اہم ترین واقعہ
۲۶	ساشرتی اور اخلاقی تعلیمات	۵	بدلتی ہوئی دنیا
۲۶	شوق و فتنہ	۷	افتاب صداقت
	تیسرا باب	۸	حضرت بہاؤ اللہ کا کام
	حضرت بہاؤ اللہ	۹	پیشینگوئیوں کا پورا ہونا
۲۹	پیدائش اور اوائل عمر	۱۲	چیمبری کے ثبوت
۳۰	بایوں کے زمرہ میں آپ کی قید	۱۳	تحقیق کی مشکلات
۳۲	بنداد کو جلا وطنی	۱۴	اس کتاب کا منشاء
۳۳	بیابان میں دو سال		دوسرا باب
۳۴	مناؤں کی مخالفت		حضرت باب نمبر
۳۶	رضوان میں اعلان	۱۷	بچپن اور جوانی
۳۶	تسطنظیہ اور ایڈریانوپل	۱۸	اعلان
۳۷	الوارح ملوک	۱۹	بابی تحریک کی ترقی
۴۰	جمن عکاء	۲۰	حضرت باب کا دعویٰ
۴۱	سخنی میں کمی	۲۲	علم و ستم کا بڑھنا
۴۱	درعازہ جمن کا کھلنا	۲۲	حضرت باب کی شہادت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۰	بیہوشی زندگی کا نمونہ	۴۵	ایامِ نبوی
	پانچواں باب	۴۸	صعود
	بیہوشی کون ہے؟	۴۸	پیار اللہ کا مقام
۸۲	بیہوشی زندگی	۵۲	پیار اللہ کا کام
۸۳	عبادتِ اہی	۵۵	آپ کا کلام
۸۴	حقیقت کی تلاش	۵۶	بیہوشی روح
۸۶	خدا کی محبت		چوتھا باب
۸۸	انقطاع		حضرت عبدالبہار
۸۹	اطاعت	۵۹	پیدائش اور بچپن
۹۰	خدمت	۶۱	جوانی
۹۲	تسلیم	۶۲	شادی
۹۳	اخلاق و آداب	۶۳	مرکزِ میثاق
۹۵	چشمِ خطا پوش	۶۴	سخت قید کا دوبارہ عائد ہونا
۹۶	انگسار	۶۸	ترکی کمیشن
۹۸	راستبازی اور امانت	۶۹	ممالکِ غرب میں سفر
۹۹	خودشناسی	۷۰	ارضِ مقدس کو واپسی
	چھٹا باب	۷۲	جنگِ عظیم کے ایامِ حیفامیں
	دعا پیمانہ	۷۳	سرد کا خطاب
	خدا کے ساتھ مکالمہ	۷۴	آخری سال
۱۰۱	حالتِ خضوع	۷۵	صعود
۱۰۳		۷۶	انوار اور خطابات
		۷۶	عبدالبہار کا مقام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۸	شفا بخشنے والا	۱۰۴	دوسید کی ضرورت
۱۳۰	کس طرح سب مدد کر سکتے ہیں	۱۰۶	دعا مانگنا یا نماز پڑھنا فریضہ ہے
۱۳۱	سنہری زانہ	۱۰۶	دعا محبت کی زبان ہے
۱۳۲	صحت کا صحیح استعمال	۱۰۸	دعا یا عبادت باجماعت
	آنکھوں کا باب	۱۰۹	بلاؤں سے نجات
	وعدت ادیان	۱۱۱	دعا اور قانونِ قدرت
۱۳۳	انیسویں صدی میں فرقہ بانیاں	۱۱۳	پہلی دعائیں
۱۳۵	حضرت پیار اللہ کا پیغام		ساتواں باب
۱۳۶	کیا انسانی طبیعت بدل سکتی ہے؟		صحت و نشوونما
۱۳۸	استاد کی طرف سے پہلا قدم	۱۱۶	حسب اور روح
۱۳۵	منزلتِ نفسیت	۱۱۶	وعدتِ حیات
۱۴۱	تدریجِ روحی	۱۱۶	سادہ زندگی
۱۴۳	انبیاء کی آخریت	۱۱۸	مسکرات اور منشیات
۱۴۵	ظہورِ عظیم	۱۱۸	لذائذ
۱۴۶	ایک نئی صورتِ مال	۱۱۹	پاکیزہ زندگی اور صفائی
۱۴۸	امرِ پہلی کی کاملیت	۱۲۰	شرعیات کی اطاعت کے نتائج
۱۴۹	پہلی میثاق	۱۲۱	منہر اللہ بطور طبیب
۱۵۲	امرِ پہلی میں پیشہ ور مذہبی پیشوا نہیں	۱۲۲	مادی ذرائع سے صحت
		۱۲۴	غیر مادی وسائل سے شفا
		۱۲۵	مددِ القدس کی قوت
		۱۲۶	بیمار کا فرض

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۸	ہنر۔ علوم و دستکاری		نواں باب
۱۶۹	بجروں سے سلوک		حقیقی تمدن
۱۸۱	اخبارات		
	دسواں باب	۱۵۴	دین تمدن کی بنیاد ہے
	طریق امن	۱۵۵	عدل
		۱۵۶	حکومت
۱۸۲	اختلاف بمقابلہ اتحاد	۱۵۹	سیاسی آزادی
۱۸۳	صلح اکبر	۱۶۰	حکام اور رعایا
۱۸۳	نذیبی تعصبات	۱۶۱	تقرزی اور ترقی
۱۸۶	جنسی اور نسلی تعصبات	۱۶۲	اقتصادی مسائل
۱۸۹	جمعہ ارض	۱۶۴	دخل اور حشریح
۱۹۰	عالمگیر زبان	۱۶۴	خود اختیاری وحدہ داری
۱۹۴	لیگ ادب نیشنز	۱۶۵	کام کرنا سب کے لئے فرض ہے
۱۹۶	بین الاقوامی عدالت	۱۶۶	قدرت کے اخلاقی قوانین
۱۹۶	تحدیدِ اسلام	۱۶۸	تجارتی غلامی کی نہی
۱۹۸	عدم مزاحمت	۱۶۹	وصیت و میراث
۲۰۰	نیکی کی راہ میں کوشش	۱۷۰	مرد و عورت کی مساوات
۲۰۱	اتحاد مشرق و مغرب	۱۷۳	خواتین اور نیا دور
	گیارہواں باب	۱۷۴	تشریح آمیز طریقوں کی ممانعت
	احکام و تعلیمات	۱۷۵	تسلیم
		۱۷۶	فطرت کے جتنی اختلافات
۲۰۳	لاہیانہ زندگی	۱۷۸	ترہیت و میراث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۴۲	آفرینش	۲۰۶	شادی یا ازدواج
۲۴۴	ارتقاء سے انسان	۲۰۷	طلاق
۲۴۶	حسب اور روح	۲۰۸	بہائی تقویم
۲۴۸	وحدت انسان	۲۱۰	محافل روحانی
۲۴۹	دور وحدت	۲۱۲	توبہ
	تیرہواں باب	۲۱۳	روزے
	پیشگوئیاں جو ظہور بہائی نے	۲۱۵	مجالس
	پوری کیں	۲۱۶	مشرق الاذکار
۲۵۱	خدا کی آمد	۲۱۹	حیات بعد الممات
۲۵۳	حضرت مسیح کے بارے میں پیشگوئیاں	۲۲۱	بہشت و دوزخ
	حضرت باب اور حضرت بہار اللہ کے بارے میں پیشگوئیاں	۲۲۳	ہر دو عوالم کی وحدت
۲۵۶	بہار اللہ	۲۲۸	عدم وجودِ شر
۲۵۸	یوم اللہ		بارہواں باب
۲۶۰	حضرت عبدالہیاء کے بارے میں پیشگوئیاں		مذہب و سائنس
۲۶۳	قیامت یا یوم العزل	۲۳۱	آدیزش کی وجہ غلطی ہے۔
۲۶۶	حشر یا بعثت	۲۳۳	ابھیار کو اپنا دینا
۲۶۸	مسیح کی دوبارہ آمد	۲۳۵	طلوع سرافقت
۲۷۱	آخر کا وقت	۲۳۶	صداقت کی تلاش
۲۷۴	آسمان اور زمین پر نشانیوں	۲۳۸	حقیقی علم الوہیت
۲۷۷	ظہور مجدد کس طرح ہوگا	۲۳۹	عرفانِ الہی
		۲۴۰	مظاہر الہی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۰	دعویٰ تازہ کی ضرورت		چودھواں باب
۳۱۱	حق سب کے لئے ہے		حضرت بہار اللہ اور حضرت
۳۱۲	وصایا سے عبدالبہار		عبدالبہار کی پیشگوئیاں
۳۱۲	نسیا ورق	۲۸۳	کلام الہی کی قوتِ لغز
۳۱۲	ولی امر اللہ	۲۸۶	نپید میں سویم
۳۱۳	ایادہی امر اللہ	۲۸۸	حسد منی
۳۱۳	مخالف روحانی	۲۸۹	ایران
۳۱۶	مزید وصایا سے عبدالبہار	۲۹۰	ترکی
		۲۹۳	امریکا
		۲۹۵	جنگِ عظیم
		۲۹۶	جنگ کے بعد معاشرتی آفتیں
		۲۹۹	خدا کی بادشاہت کا آنا
		۳۰۱	عکس ادھیفا
			پندرھواں باب
			پاؤ گزشتہ و مہیہ آئندہ
		۳۰۳	ترقی امر اللہ
		۳۰۶	حضرت باب اور حضرت بہار اللہ کی صداقت کے ثبوت
		۳۰۸	شاہزادہ مستقیم
		۳۰۹	دین کا تازہ ہونا

تتمت

مصنف

دسمبر ۱۹۱۴ء میں کچھ دوستوں سے گفتگو کرنے اور دو ایک رسالے جو ان دوستوں نے دئے تھے پڑھنے سے مجھے پہلی مرتبہ دینِ بتائی کا علم ہوا۔ بتائی تعلیمات کی وسعت، قوت اور خوبصورتی نے مجھ پر بہت بڑا اثر کیا۔ میں نے یہ محسوس کر لیا کہ موجودہ دنیا کی ضروریات کو کامل اور اطمینان بخش طریقہ سے پورا کرنے کے لئے دین کو جیسے بتائی تعلیمات پیش کرتی ہیں ویسے کوئی اور دین پیش نہیں کرتا۔ جس قدر میں اس امر کا مطالعہ کرتا گیا میرا یہ احساس زیادہ قوی اور زیادہ گہرا ہوتا گیا۔ اس تحریک کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے جن کتابوں کی ضرورت تھی انہیں حاصل کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے ان کتابوں کو پڑھ کر مجھے معاً خیال ہوا کہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس کا خلاصہ ایک کتاب کی صورت میں جمع کروں تاکہ دوسرے لوگ بتائی تعلیمات سے واقف ہوسکیں۔

جنگِ عظیم کے بعد فلسطین سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہونے پر میں نے اس کتاب کے پہلے نو باب جن کا مسودہ اس وقت قریباً مکمل ہو چکا تھا حضرت عبداللہؑ کی خدمت میں تقدیم کئے۔ آپ نے مجھے ایک نہایت بہت افزا خط لکھا۔ اور مجھے یہ فیضانے کے لئے نہایت محبت آمیز مخلصانہ دعوت دی کہ میں اپنا سارا مسودہ لیکر آپ کی خدمت میں پہنچوں۔ میں نے نہایت خوشی سے اس دعوت پر نکتیک کہا اور ستمبر ۱۹۱۵ء میں ۲۲ ماہ تک مجھے حضرت عبداللہؑ کے ان بہانے رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس شمار میں کئی موقعوں پر حضرت عبداللہؑ نے اس کتاب کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی اور اس کی اصلاح کے لئے نہایت قیمتی مشورے دیئے اور فرمایا کہ جب میں سامنے

مسودہ پر نظر ثانی کر لوں تو وہ اس کا فارسی میں ترجمہ کرینگے۔ تاکہ اسے خود پڑھکر اس میں جہاں کہیں ضرورت ہو اصلاح یا ترمیم کر دیں۔ اس حکم کے مطابق نظر ثانی اور ترجمہ کیا گیا۔ اور حضرت عبدالہیاء نے اپنی وفات سے پہلے باوجود کثرت مشاغل کے ۳۳ ابواب یعنی پہلے دوسرے۔ تیسرے اور پانچویں باب کے نصف سے زیادہ کی تصحیح فرمائی۔ مجھے اس بات کا سخت رنج ہے کہ حضرت عبدالہیاء سارے مسودہ کی اصلاح نہ فرما سکے۔ کیونکہ اس سے کتاب کی قدر و اہمیت کو چار چاند لگ جاتے۔ اس کے بعد مرکزی محفل بہاریان انگلستان کی ایک کمیٹی نے سارے مسودے کو غور و احتیاط سے دیکھا۔ اور اب یہ کتاب اس محفل مقدس کی منظوری سے طبع کی گئی ہے۔ حضرت عبدالہیاء کے نواسے حضرت شوقی آفندی نے بھی جو اب دلی امر اللہ ہیں سارے کے سارے انگریزی مسودے کو پڑھکر نہایت پسند فرمایا ہے۔ حضرت شوقی ربانی اگرچہ الراح و آفات کے تمام تراجم کو جو اس کتاب میں درج ہیں اصل عبارات سے نہیں پاسکے مگر انہوں نے کئی مقامات پر بھی انگریزی ترجمہ ٹھیک کرنے کے لئے مشورہ دیا۔ جسے میں نے نہایت شکر یہ کے ساتھ قبول کیا۔

میں مس۔ ای۔ جے روزنبرگ۔ محترمہ کلاڈیا۔ ایس کولز۔ میرزا لطف اللہ ایس حکیم۔ مسٹر رائے و ہلم اور مسٹر ادنیٹفورڈ ملز اور دیگر بہت سے احباب کا تہ دل کر مہنہ ہوں جنہوں نے اس کتاب کے مرتب کرنے میں مجھ کو نہایت قیمتی مدد دی۔ عربی اور فارسی نام یا الفاظ جو میں نے عربی میں لکھے ہیں اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جسے اختیار کرنے کی حال ہی میں شوقی آفندی نے تمام دنیا کے بہائیوں کو تاکید فرمائی ہے۔

جے۔ ای۔ ایلمنٹ

فیر فوٹو۔ کلش۔ نزد ابروین

پہلا باب بشارت

دنیا کی تمام قوموں کا موعود ظاہر ہو گیا ہے۔ تمام اوبان و اقوام کو ایک منظر ربانی کے ظہور کا انتظار تھا۔ اور یہ ظہور کُل بنی نوع انسان کے لئے معلم و مربیِ اعظم حضرت بہاء اللہ ہیں..... (عبداللہ بیہاد)

**تاریخ عالم کا ایک
اہم ترین واقعہ**

اگر ہم ارتقاء انسانی کی کہانی کو جو صفحات تاریخ میں درج ہے غور سے پڑھیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسانی ترقی کا عنصر اعظم ہر زمانے میں ایک ایسے انسان کامل کی آمد ہی ہے جو وقت کے مروجہ خیالات سے آگے بڑھ کر ایسی حقیقتوں کی نقاب کشائی کرتا ہے جو اس وقت تک انسانوں سے مخفی ہوتی ہیں۔ جو حکیم رہنا چاہیں۔ یہ ایسے انسان ہیں جو درحقیقت دنیا کو بالکل بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ کارلائل نے کہا ہے :-

”صاف بات اور ہمارے خیال میں ایک صریح برہنہ یہ ہے کہ.....
ایک فرد واحد جو ایک اعلیٰ دانائی کا مالک ہوتا ہے اور جس کے قبضہ میں ایک ایسی روحانی حقیقت ہوتی ہے جو اس وقت تک کسی انسان نے نہ دیکھی ہوتی ہے نہ سنی۔ وہ نہ صرف دس یا دس ہزار انسانوں سے بلکہ اُن تمام انسانوں سے قوی تر

ہوتا ہے جن کے پاس یہ حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ ان کے درمیان ایک آسمانی
قوت کے ساتھ قیام کرتا ہے۔ گویا اس کے ماتھے میں ایک آسمانی توار ہوتی ہے
جس کا مقابلہ نہ تو کوئی دھال کر سکتی ہے اور نہ کوئی آہنیں ہرج کر سکتا ہے۔“

(سائنس اور ادبی ٹائمز)

سائنس۔ فنونِ لطیفہ۔ اور موسیقی کی تاریخوں میں ہمیں اس قول کی صداقت کی مثالیں
بکثرت ملتی ہیں مگر ہر انسانِ کامل اور ہر کے کام کی اہم ضرورت جیسی کہ دین میں
صاف و صریح طور پر نمایاں ہوتی ہے اور کسی شعبہ میں نہیں پائی جاتی۔

جب سے دنیا بنی ہے اس وقت سے یہی ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی لوگوں میں
روحانی کمزوری کے آثار نمایاں ہوئے اور ان کے اخلاق بگڑ گئے تو وہ محیر العقول
اور پر اسرار مہتمم یعنی چمنیہ ظاہر ہوتا ہے۔ تمام دنیا کے مقابلہ میں یہ وجود مبارک
تن تنہا قائم کرتا ہے۔ نہ تو کوئی اس کا مددگار ہوتا ہے اور نہ کوئی اس کے ساتھ دلیکھا
نہ کوئی اسے کما حقہ سبوتا ہے اور نہ اس کے کام میں کوئی اس کا شریک ہو سکتا ہے
گویا اندھوں میں ایک صاحب بصیرت ظاہر ہوتا ہے جو اپنی بشارتِ حق و صداقت
کا اعلان کرتا ہے۔

ان چمنیہوں میں سے بعض نمایاں بلندی پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہر چند
صدیوں کے بعد کوئی آسمانی چمنیہ یعنی کوئی کرشن کوئی زرتشت کوئی موسیٰ
کوئی عیسیٰ یا کوئی محمد مشرق میں ایک روحانی سورج کی طرح ظاہر ہوتا ہے تاکہ
انسانوں کے تاریک قلوب کو روشن اور ان کی غافل ادوار کو بیدار کرے۔ ان
بانیانِ ادیان کی نسبتی بزرگی کے بارے میں ہمارے خیالات کچھ ہی ہوں مگر ہم
اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ تربیتِ انسان میں ایک نہایت طاقتور
عنصر ہوئے ہیں۔ یہ سب انبیاء بیک آواز فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ ہم
اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ ہمارے واسطے سے خدائی وحی اور آسمانی
پیغام ہے۔ ہم صرف اس کے لانے والے ہیں۔ ان انبیاء کا جس قدر کلام ہوتی

موجود ہے اس میں ایک معلم و مربی عالم کے ظاہر ہونے کے ہیشمار دہدے اور اشارے پائے جاتے ہیں کہ وقت کے پورا ہونے پر "یہ تمام دنیا کا مربی ظاہر ہوگا اور ان کے کام کو پورا کرے گا۔ اور اسے تکمیل تک پہنچائے گا، وہ دنیا میں امن و عدل کی سلطنت قائم کرے گا اور دنیا کے تمام فرقوں مذہبوں اور قوموں کو ایک خاندان بنا دے گا تاکہ "صرف ایک گلہ اور ایک ہی اس کا گلہ بان ہو" اور سب اعلیٰ و ادنیٰ خدا کی معرفت حاصل کریں اور اس سے محبت کریں۔

آخری ایام میں اس مربی عالم انسان کی آمد تاریخ انسانی کا یقیناً ایک نہایت ہی اہم ترین واقعہ ہونی چاہئے۔ سحر یک بہائی دنیا میں اس بڑی خوشخبری کا اعلان کر رہی ہے کہ یہ مربی اعظم فی الواقع ظاہر ہو گیا ہے اور اس پر وحی آسمانی کا نزول ہوا جو کتاب کی صورت میں موجود ہے جسے ہر طالب صادق پڑھ سکتا ہے۔ یومہ اللہ ظاہر ہو گیا ہے اور راستبازی اور صداقت کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔

ایتنا کھڑے لوگوں نے جو اپنے مرتبہ کی بلندی کے سبب گویا پہاڑ کی چوٹی پر جاگزیں تھے اس نیر اعظم کا نظارہ کیا ہے۔ مگر اس کی کرنیں آسمانوں اور زمین کو منور کر رہی ہیں اور جلد ہی یہ پہاڑوں سے اوسچا بلند ہوگا اور میدانوں اور دیوں پر اپنی پوری طاقت سے چمکیگا اور سب کو ہدایت اور زندگی عطا فرمائے گا۔

یہ بات سب پر واضح ہے کہ دنیا انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے آغاز میں پڑنے والی موت کی انگڑائیوں اور نئے دور کی پیدائش کے دروازہ میں سے گزر رہی ہے۔ مادہ پرستی اور خود غرضی کے پڑانے اصول اپنی پیدا کردہ ویرانی کے درمیان دم توڑ رہے ہیں اور پڑانے فرقہ وارانہ سیاسی تعصبات اور دیرینہ دشمنیاں رتو چکر ہو رہی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ملکوں میں اخوت، اہمندی اور آپس میں میل جول کی تازہ روئے ظاہر ہو رہی ہے جو پرانی رسومات کی پرانی حدود سے آگے بڑھ رہی ہے۔ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے اہم انقلابات واقع ہو رہے ہیں جو

پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ پرانا دور ابھی مرا نہیں ہے۔ یہ نئے دور کے ساتھ زندگی اور موت کی لڑائی میں مصروف ہے۔ ہولناک اور خوفناک برائیاں موجود ہیں۔ مگر اب ایک تازہ جوش اور نئی امید کے ساتھ وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالی جا رہی ہیں۔ ان کی جانچ پڑتال کی جا رہی ہے اور ان کے پرچھے اڑائے جا رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ گھٹا خوفناک اور گھٹا رہے۔ مگر روشنی اب اس سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے اور شاہراہ ترقی کو سنور کر رہی ہے اور ان رکاوٹوں اور گڑبڑوں کو ظاہر کر رہی ہے جو ترقی کے راستے میں حائل تھے۔

اٹھارہویں صدی میں یہ باہت نہ تھی۔ اس وقت روحانی اور اخلاقی تاریکی میں جو دنیا پر چھائی ہوئی تھی مشکل سے کہیں کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی تھی۔ یہ زمانہ ایسا تھا جیسا صبح ہونے سے پہلے تاریک ترین وقت ہوتا ہے جس وقت چند ایک چراغ یا سمعیں جو موجود ہوتی ہیں تاریکی کو اور کبھی نمایاں کرتی ہیں۔ کارلائل اپنی کتاب "فریڈرک اعظم" میں اٹھارویں صدی کا نقشہ یوں کھینچتا ہے:-

یہ ایک ایسی صدی تھی جب تک کہ نہ تو کوئی تاریخ ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ جھوٹ اور کذب کا اجتماع اس قدر فراوان تھا کہ پہلے کسی صدی میں نہ ہوا تھا۔ اس میں جھوٹ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اب لوگوں کو اس کا احساس بھی نہ رہا تھا۔ دنیا کذب میں ڈوبی ہوئی تھی اور جھوٹ اس کی تہوں میں رنج گیا تھا۔ واقعی جھوٹ کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا اور انقلاب فرانس کے سے واقعہ کو اس کا خاتمہ کرنا پڑا۔ جس کا میں شک یہ کیسا ہے اظہار کرتا ہوں کہ ایسی صدی کا درست خاتمہ تھا۔ کیونکہ اس وقت نامل اور بے سمجھ انسانوں کو حیوانی درجہ میں ڈوبنے سے بچانے کے لئے ایک آسمانی وحی کی پھر سے ضرورت تھی۔ "فریڈرک اعظم" جلد اول باب اول)

اٹھارہویں صدی کے مقابلہ میں موجودہ زمانہ ایسا ہی ہے جیسا تاریکی کے بعد سویرا یا خزاں کے بعد بہار ہوتی ہے۔ دنیا میں ایک نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے اور نئے

خیالات اور نئی اُمیدیں اس میں ابھر رہی ہیں۔ وہ چیزیں جو چند سال قبل ایک نامن خواب سی معلوم ہوتی تھیں آج عالم وجود میں موجود ہیں۔ جو ہمیں صدیوں دُور دکھائی دیتی تھیں آج وہ روزمرہ کا معمول بن رہی ہیں۔ ہم ہوا میں اُڑتے ہیں اور سمندر کی تہ میں سفر کرتے ہیں۔ ہم بجلی کی رفتار سے دنیا کے ہر جہاں طرف پیغام بھیجتے ہیں۔ چند ہی سالوں کے عرصہ میں ہم نے دنیا کی جنگی خود مختار حکومتوں کو ملیا میٹ ہونے دیکھ لیا۔ عورتوں کو اُن مشاغل و دستکاروں میں داخل ہوتے دیکھا جن میں انہیں پہلے داخل نہ ہونے دیتے تھے۔ ایک وسیع تر اعظم کی تمام آبادی نے شراب کو پینا ترک کر دیا ہے۔ لیگ آف نیشنز (مجلس بین الاقوامی) وجود میں آگئی جس سے یہ اُمید بندھ گئی ہے کہ وہ جنگ کو دنیا سے بالکل نیست و نابود کر دے گی۔ ایسے ہی اور معجزے اس قدر معرض وجود میں آگئے ہیں کہ اُن کی گنتی دشوار ہے۔

دنیا کی اس اچانک بیداری کی کیا وجہ ہے؟ اہل بہار کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کی وجہ حضرت بہار اللہ کے واسطے سے

آفتابِ اُفت

روح القدس کی عظیم الشان کار فرمائی ہے۔ حضرت بہار اللہ سو سال گذرے ایران میں پیدا ہوئے۔ اور آٹھ سو سالوں کے اواخر میں ارض مقدس میں صعود فرما گئے۔ آپ نے یہ تعلیم دی کہ چہمبہ بریا کی اصطلاح میں مظہر اللہ روحانی دنیا میں نور یا روشنی ہی طرح لاتا ہے جس طرح سورج اس مادی دنیا میں روشنی لاتا ہے۔ جس طرح مادی سورج اس زمین پر چمکتا ہے اور مادی اشیاء کی ترقی اور نشوونما کا باعث ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح مظہر اللہ کے ذریعہ آفتابِ صداقت ارواح و قلوب کی دنیا پر نمودار ہوتا ہے اور انسانوں کے خیالات، اخلاق اور پال چلن کی تربیت کرتا ہے جس طرح مادی سورج کی کرنیں ایک ایسا اثر رکھتی ہیں کہ وہ دنیا کے تاریک سے تاریک اور پوشیدہ سے پوشیدہ کونوں میں پہنچا کر اس مخلوق کو بھی حرارت و زندگی دیتی ہیں جو خود سورج کو کبھی دیکھتی بھی نہیں۔ اسی طرح مظہر اللہ کے ذریعہ روح القدس سب لوگوں کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اور اِن ملکوں اور قوموں کے قلوبِ سلیم کو بھی گمراہی سے جنہوں نے ان منبرِ وقت کا نام تک بھی سنا نہیں ہوتا۔ ظہورِ انہی کی آمد بہار کی آمد کی مانند ہے۔ یہ روزِ قیامت ہے جس میں روحانی مردے پھر سے زندہ کئے جاتے ہیں۔ خدا کے دین کی حقیقت کو تازہ اور دین پھر سے قائم کیا جاتا ہے اور ایک نئی زمین اور نیا آسمان ظہور پذیر ہوتا ہے۔ مادی دنیا میں بہار کا موسم صرف نئی زندگی اور نشوونما ہی نہیں لانا بلکہ بوسیدہ اور پرانی اشیا کی تباہی اور فنا بھی لانا ہے۔ وہی سورج جو پھولوں کو کھلاتا اور درختوں کو ہرا بھرا کرتا ہے مردہ اور بیکار چیزوں کو بلیا میٹ بھی کر دیتا ہے۔ موسمِ سرما کی برف اس سے کھلتی ہے اور تیخ کے تودے اپنی جگہ سے ہٹ کر سیلاب و طوفان بن کر آتے ہیں اور زمین کو پاک صاف کر دیتے ہیں۔ یہی حال روحانی دنیا کا ہے۔ روحانی آفتاب بھی اس موسم کی حرکت اور ایسا ہی انقلاب پیدا کرتا ہے۔ پس قیامت یعنی پھر سے جی اٹھنے کا دن۔ روزِ محشر یعنی عدل و انصاف کا دن بھی ہے جس میں برائیاں، جعلی اعتقادات اور بوسیدہ خیالات و رسومات، تباہ و برباد کر دئے جاتے ہیں۔ تعصبات و توہمات کی سبج جو موسمِ سرما میں جمع ہو گئی تھی پھیل جاتی ہے اور وہ قوتیں جو ایک زمانہ سے منجمد و محبوس تھیں آزاد ہو کر ایک طوفان برپا کر دیتی ہیں تاکہ دنیا نئے سرے سے آراستہ ہو۔

حضرت بہاء اللہ کا مشن یا کام | حضرت بہاء اللہ نے بار بار صاف طور سے فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا کے لوگوں کے وہ

معلم و مربی ہیں جس کی آمد کی دنیا ایک مدت سے منتظر تھی اس فصلِ ایزوی کا ذریعہ ہیں جو پہلے کے سب فیوض سے بالا و برتر ہے جس میں پہلے سب ادیان اسی طرح ملجائیے جس طرح دریا سمندر میں ملجاتے ہیں۔ آپ نے ایک ایسی بنا ڈالی ہے جو تمام دنیا میں اتحاد قائم کرے گی اور زمین میں امن اور لوگوں کے درمیان آسشتی پیدا کرنے والی ہوگی جس کے بارہ میں انبیاء نے پیشگوئیاں کیں اور جسے شاعروں نے اپنی نظموں میں باندھا ہے۔

حقیقت کی جستجو۔ وحدت انسان۔ وحدت اوبان و اقوام۔ وحدت شرق و غرب۔ دین اور سائنس کا بلاپ۔ تعصبات و توہمات کا انہدام۔ مرد و عورت کی یکسانیت۔ عدل و انصاف کا قیام۔ ایک اعلیٰ بین الاقوامی مجلس کے سامان۔ زبانوں کی یگانگت۔ تعلیم و تربیت کا جبری اہتمام۔ یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی تعلیمات۔ دس سال قبل حضرت بہار اللہ کی قلم کے ذریعہ دنیا میں نازل ہوئیں۔ یہ سب تعلیمات آپ کی کتب اور مہینار الواح میں جہاں میں سے بعض دنیا کے بادشاہوں کے نام لکھی گئیں موجود ہیں۔

آپ کا پیغام جو اکیطرف تو وسعت اور نفوذ کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ دوسری طرف زمانہ کی ضروریات اور قرآن کے لحاظ سے عین موزون و مناسب ہے۔ نئی نئی مشکلات جو ابوقت بنی نوع انسان کو درپہ چیرانی میں ڈال رہی ہیں۔ پہلے کبھی ایسی اہم اور چھپیدہ نہ تھیں اور نہ پہلے کبھی ان مشکلات کے حل اتنے مہینار اور ایسے متضاد ہوتے تھے۔ پہلے کبھی ایک معلم عالم کی ضرورت نہ تو اس قدر ضروری اور نہ ایسی عام تھی۔ نہ شاید پہلے کبھی ایسے معلم کی آمد کی امید ایسی عالمگیر اور اس قدر اہم تھی۔

حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں "بیس صدیاں پہلے جب پیشگوئیوں کا پورا ہونا" حضرت مسیح ظاہر ہوئے تھے اگرچہ یہودی آپکی آمد کے منتظر تھے اور ہر روز رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ اے خدا! مسیح کو جلد بھیج۔ مگر جب آفتابِ صداقت طلوع ہوا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور اس کے خلاف کھرے ہو گئے اور ایسی دشمنی دکھائی کہ آخر کار انہوں نے اس روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو دار پر چڑھایا اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے انہوں نے اس کا نام ہیل ذبوب یعنی شیطان رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ مسیح کا ظہور تورات کے نص صریح کے مطابق بعض نشانوں کے ظاہر ہونے کے بعد ہوگا اور جینک یہ نشانیاں ظاہر نہ ہوں جو کوئی بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور دغا باز ہوگا۔ ان نشانوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسیح ایک نامعلوم جگہ سے ظاہر ہوگا۔ مگر ہم سب جانتے ہیں

کہ اس آدمی کا گھر ناصرہ میں ہے اور کیا ناصرہ سے بھی کوئی اچھی تہذیب ظاہر ہو سکتی ہے؟
 دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ ایک لوسہ کے عصا کے ساتھ حکومت کرے گا یعنی
 وہ تلوار سے کام لے گا۔ مگر اس مدعی مسیح کے پاس لکڑی کا ڈنڈا تک نہیں ہے۔
 تیسری شرط یا نشانی یہ ہے کہ وہ داؤد کے تخت پر بیٹھ کر داؤد کی بادشاہت
 کو قائم کرے گا۔ اب حالت یہ ہے کہ تخت پر بیٹھنا تو درکنار اس شخص کے پاس
 بیٹھنے کے لئے ایک چٹائی بھی نہیں ہے۔ ایک اور شرط یہ تھی کہ وہ تورات کی
 شریعت کو پھر سے قائم کرے گا۔ مگر اس شخص نے اس شریعت کو منسوخ کر دیا اور
 سب کو توڑ دیا۔ حالانکہ تورات میں یہ صاف طور سے لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص
 نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزے دکھائے مگر سب کو توڑ دے تو ایسے شخص کو
 فوراً مار دیا جائے۔ ایک اور نشانی یہ تھی کہ اس کے عہد میں عدل و انصاف
 اس قدر ترقی پائے گا کہ نیکی اور ہمدردی انسان تو انسان حیوانوں میں بھی
 پائی جائیگی۔ سانپ اور چوہے ایک ہی بل میں رہیں گے۔ عقاب اور تیر ایک ہی
 گھونسلے میں بسیر کریں گے۔ شیر اور ہرن ایک ہی چراگاہ میں چریں گے اور بھیڑیا اور
 بکری کا بچہ ایک ہی چشمہ سے پانی پئیں گے۔ مگر ظلم اور بے انصافی کی اس وقت
 ایسی چڑھ چکی تھی کہ انہوں نے اس کو صلیب پر چڑھا دیا۔ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ
 مسیح کے وقت یہودی ایسے کامیاب ہونگے کہ وہ تمام دنیا کی قوموں پر فتح
 پائیں گے مگر وہ نہایت ذلت اور غلامی کی حالت میں رومیوں کے زیرِ تخت ہیں
 پھر کھلا شخص کیسے وہ مسیح ہو سکتا ہے جس کی تورات میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔
 اس طرح سے ان لوگوں نے اس آفتابِ صداقت پر اعتراض کیا۔ حالانکہ وہ
 روح اللہ وہی موعود تھا جس کا تورات میں وعدہ دیا گیا تھا۔ مگر چونکہ وہ ان نشانات
 کے معنی نہ سمجھ سکے انہوں نے اس کلمہ اللہ کو مصلوب کیا۔ اب اہل بہار کا یہ
 عقیدہ ہے کہ تمام لکھی ہوئی نشانیاں حضرت مسیح کے ظہور کے وقت پوری ہو
 گئی تھیں ان معنوں میں نہیں جو یہودی مجھے بیٹھے تھے بلکہ تورات کی عبارت

استعارات میں تھیں۔ مثلاً نشانیوں میں سے ایک نشانی مسیح کی بادشاہت کے بارے میں تھی۔ اہل بہار کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کی بادشاہت روحانی۔ آسمانی اور ابدی بادشاہت تھی نہ کہ فیسیولین کی سی بادشاہت جو چند دنوں میں فنا ہو جانے والی ہو۔ قریباً دو ہزار سال سے مسیح کی یہ بادشاہت قائم ہے۔ اور اب تک جاری ہے اور جب تک دنیا قائم ہے وہ مقدس وجود ہمیشہ اس کے تخت پر جلوہ افروز رہے گا۔

اسی طرح تمام دوسری نشانیاں بھی ظاہر ہو چکی ہیں مگر یہودی انہیں نہیں سمجھتے حالانکہ مسیح کو خدائی جلال کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں صدیاں گزر چکی ہیں مگر یہودی اب تک مسیح کی آمد کے منتظر ہیں اور اپنے آپ کو سچا اور حضرت مسیح کو جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ (حضرت عبدالبہار نے خاص اس کتاب کے باب کے لئے تحریر فرمایا)۔

اگر یہودیوں نے حضرت مسیح سے پوچھا ہوتا تو وہ انہیں ان پیشینگوئیوں کے صحیح معنی بتاتے۔ ہمیں ان کی مثال سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور پیشتر ازمیں کہ ہم تفصیلاً کریں کہ آخری ایام میں ظاہر ہونے والے معلم اعظم کے بارے میں جو پیشینگوئیاں ہیں وہ یہودی نہیں ہوتیں ہمیں لازم ہے کہ ہم ان بیانات کو پڑھیں جو حضرت بہار اللہ نے خود ان کے معانی کو سمجھانے کے لئے تحریر فرمائے ہیں۔ کیونکہ یہ تو بانی ہونی بات ہے کہ بہت سی پیشینگوئیاں سرسبز بیانات ہیں اور ان کی ہر سچا معلم ہی توڑ کر ان کے صحیح معنوں کو بتا سکتا ہے جو الفاظ میں ودیعت کئے گئے ہیں۔

حضرت بہار اللہ نے پہلے ظہورات کی پیشینگوئیوں کے معنی سمجھانے کے بارے میں بہت سے بیانات فرمائے ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپ کی منہریت کا ثبوت ان پیشینگوئیوں کے پورا ہونے پر ہی منحصر نہیں ہے۔ آفتاب ان سب کے لئے جو دیکھنے کی قوت رکھتے ہیں اپنی بسیل خود آپ ہے۔ جب یہ طلوع ہوتا ہے تو ہمیں کسی پرانی پیشینگوئی کی ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم اس کی موجودگی کو ثابت کریں یہی بات ظہور الہی کے لئے اس کے ظہور کے وقت

آئندہ ابواب میں ہم اس بات کے دکھانے کی کوشش کریں گے کہ کیا حضرت
 بہاء اللہ کا دعویٰ منظریت ان معیاروں کے مطابق پورا اترتا ہے یا نہیں؟ کیا
 وہ باتیں جو آپ نے فرمائی ہیں ظہور پذیر ہوتیں یا نہیں؟ کیا آپ کے پھل اچھے
 ہیں یا بُرے یعنی کیا وہ پیشینگوئیاں جو آپ نے کی ہیں پوری ہوتیں یا نہیں؟
 آپ کے احکام جاری ہونے یا نہیں؟ آپ نے اپنی زندگی میں جو کام کیا اُس کو
 بنی نوع انسان کو رزقی ہوئی یا نہیں؟ ان کے اخلاق و اطوار بہتر بنے یا نہیں؟

اس میں شک نہیں کہ اُس شخص کے لئے جو اس امر
 کے بارے میں صحیح تلاش کرنا چاہتا ہے بہت سی

تحقیق کی مشکلات

مشکلات ہیں۔ تمام عظیم الشان اخلاقی و روحانی اصلاحات کی طرح بہائی تحریک
 کو بھی (مخالفین کی جانب سے) بہت بُری طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔
 حضرت بہاء اللہ اور آپ کے پیروؤں کی خوفناک مہمانب اور تکلیفات کے بارے میں
 دوست اور دشمن دونوں ہمتوا ہیں۔ مگر اس سحر یک اور اس کے بانوں کی زندگیوں
 کے بارے میں دوستوں اور دشمنوں کے بیانات میں بہت بڑا اختلاف
 ہے۔ جیسا حضرت مسیح کے وقت میں ہوا تھا ویسا ہی اب بھی ہوا ہے۔ حضرت مسیح
 کے صلیب دیئے جانے اور آپ کے پیروؤں کے ستارے جانے اور مارے جانے
 کے بارے میں عیسائی اور یہودی مؤرخین کے بیانات اک سے ہیں۔ مگر بہائی
 عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح نے حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کی تعلیمات
 کو مکمل کیا اور انہیں آگے بڑھایا وہاں آپ کے دشمن کہتے ہیں کہ آپ نے شریعت
 کے قوانین کی خلاف ورزی کی اور آپ مارے جانے کے ہی مستحق تھے۔

سائنس کی طرح دین میں بھی حق اپنے اسرار کو صرف انہی لوگوں پر ظاہر
 کرتا ہے جو ہکساری اور فردستی کے ساتھ اس کی تلاش کرتے ہیں۔ جو ہر قسم کے
 تعصبات اور توہمات کو علیحدہ رکھ کر اس کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اپنا سب کچھ
 بیچ دیتے ہیں تاکہ صرف ایک قیمتی مولیٰ خریدیں۔

امر بہائی کو کا حقہ سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ غصوں دلی اور بے غرضی کے ساتھ حقیقت کا مطالعہ کیا جائے اور خدا کی رہنمائی پر توکل رکھتے ہوئے سرگرمی اور ذوق و شوق سے تلاش کی جائے۔ اس کے بانوں کی آنتب میں ہیں اس عظیم روحانی بیداری کے اسرار کی کلید ہاتھ آتی ہے اور ہیں اس کی اہمیت کو پرکھنے کی بے لاگ کسوٹی بلجائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ساکبین کو جو عربی اور فارسی سے نا بلد ہیں کچھ مشکلات پیش آئیں گی۔ کیونکہ اس امر کی کتابیں ان ہی زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ صرف چند ایک کا انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے اور ان میں سے بھی بہت سے ترجمے صحت اور زبان کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں۔ مگر ان کمزوریوں اور تاریخی تراجم اور بیانات کی کمی کے باوجود وہ بڑے حقائق جو اس امر عظیم کے بنیادی اور مضبوط اصول ہیں شک و شبہ کی دھند میں پہاڑ کی مانند دکھائی دیتے ہیں۔

کتاب کا منشا آئندہ ابواب میں جہاں تک ممکن ہوگا ہم با تعصب اور بغیر رعایت اس امر عظیم کی تاریخ کے کمزوری اوقات اور اس کی تعلیمات کو اس طرح بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ پڑھنے والا ان کی اہمیت کا ایک بہترین اندازہ لگا سکے۔ تاکہ شاید ان کے پڑھنے سے اسے یہ شوق پیدا ہو کہ وہ بذات خود اس کی تحقیق و تفتیش غور و خوض کے ساتھ کرے!

حقیقت کی تلاش کرنا اگرچہ ایک اہم مقصد ہے مگر یہی ایک بات زندگی کا منشا نہیں ہو سکتی۔ حقیقت کوئی مردہ شے نہیں ہے کہ جسے ہم ڈھونڈھ کر عجائب گھر میں لٹائیں اور وہاں اسے باقاعدہ فہرست پر چڑھا کر پیل لگا کر نمائش کے لئے رکھ دیں کہ وہ وہاں بے کار و بے فائدہ پڑی رہے۔ حقیقت تو ایک ایسی زندہ چیز ہے کہ یہ انسان کے دل میں جم جاتی ہے اور قبل ازیں کہ وہ اپنی تلاش و تجسس کا پورا فائدہ اٹھائیں پھلدار ہو جاتی ہے۔

اسلئے کسی پمپیبر کی وحی کے علم کو پھیلانے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو اس کی صداقت پر ایمان لائیں وہ اس کے اصول پر عمل کریں۔ اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنائیں اور اس خوشخبری کو پھیلائیں تاکہ اس مبارک دن کے جلد آنے میں مدد دیں جس دن خدا کی مرضی جیسی کہ آسمان پر ہوتی ہے ویسی ہی زمین پر بھی ہو۔

دوسرا باب

حضرت باب مہر

کہدے ظالم نے محبوب العالمین کو قتل کر دیا تاکہ اس طرح وہ لوگوں کے درمیان خدا کے نور کو بچھا دے اور لوگوں کو بزرگ اور مہربان خدا کے آیام میں آپ حیات کے چشمہ سے روک دے۔

دلوخ رئیس حضرت بہاء اللہ

دین بہائی کا مولد ایران تاریخ عالم میں ایک بے نظیر حیثیت رکھتا ہے۔ اپنی قدیم عظمت کے دنوں میں اقوام عالم کے درمیان یہ ایک ملک کی مانند تھا۔ اس کا تمدن۔ اس کی طاقت اور اس کی شوکت لاثانی تھی۔ دنیا کو اس نے عظیم الشان بادشاہ۔ سیاست داں۔ پمپیبر۔ شاعر۔ فلاسفر اور مصور دینے لڑتشت۔ سائروس۔ دارا۔ حافظ۔ فردوسی۔ سعدی اور عمر خیام اس کے چیدہ اور شہرہ آفاق فرزندوں میں سے ہی ہیں۔ اسکے

صناع اپنی صنعت میں بے نظیر تھے۔ اس کے قالین لائانی۔ اس کی فولادی
 تلواریں بے نظیر اور اس کی صنایعی شہرہ آفاق تھی۔ مشرقِ قریب اور
 مشرقِ متوسط میں اس کی پہلی عظمت کے آثار اب تک موجود ہیں۔
 مگر اٹھارہویں اور انیسویں صدیوں میں یہ قوم ذلت کی ایک افسوسناک
 حالت میں غرق ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی پرانی شوکت ہمیشہ
 کے لئے اس سے رخصت ہو گئی ہے۔ اس کی حکومت فاسد۔ اس کا خزانہ
 خالی تھا۔ اس کے کچھ بادشاہ تو کمزور تھے اور کچھ ظلم و ستم کے دیوتے ہیں
 کے علماء متعصب و متکبر اور اس کے عام لوگ جاہل اور وہم پرست تھے
 ان میں سے اکثر مذہب کے سیدھے تھے۔ زرتشتی۔ یہودی اور عیسائی بھی جو اس
 رہتے متفرق اور متخالف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ یہ سب عظیم الشان
 پہنچوں کے ماننے والے تھے جن کی ہدایت یہ تھی کہ وہ ایک واحد خدا کی
 پرستش کریں۔ اور آپس میں محبت و اتحاد کے ساتھ رہیں۔ مگر وہ ایک دوسرے
 سے الگ رہتے اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ ہر ایک مذہب
 دوسرے مذہب کے پیروؤں کو نجس سمجھتا اور ان سے گتوں یا کافروں کا سا
 سلوک کرتا۔ ایک دوسرے پر لعنت بھیجتا۔ اور ملعون کہنا خوفناک حد تک
 پہنچ چکا تھا۔ بارش کے دن یہودی یا زرتشتی کے لئے سڑک پر چلنا نہایت
 خطرناک تھا۔ کیونکہ اگر اس کے بھیگے کپڑے کسی مسلمان سے چھو جاتے تو وہ
 مسلمان نجس ہو جاتا تھا اور بارہا یہودی یا زرتشتی اس جرم کی پاداش میں اپنی جان
 کھو بیٹھتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان کسی یہودی، عیسائی یا زرتشتی سے روپیہ لیتا تو
 وہ اسے پاکٹ میں رکھنے سے پہلے دھو کر پاک کرتا تھا۔ اگر کوئی یہودی اپنے

سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقے حضرت محمد کی وفات کے بعد ہی پیدا ہوئے تھے۔ مسیحی اور شیعہ۔
 شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت محمد کے داماد حضرت علیؑ جائز خلیفہ اول تھے اور آپ کی اولاد ہی
 آپ کے بعد مسلمانوں کا جائز خلیفہ ہو سکتی ہے۔

بچے کو دکھتا کہ وہ کسی مسلمان فقیر کو گلاس میں پانی دے رہا ہے تو وہ گلاس چھین کر زمین پر پھینک دیتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک ایسے کافر پر رحم نہیں بلکہ لعنت کرنا جائز تھا۔

خود مسلمان بشار فرقوں میں بٹے ہوئے تھے جو آپس میں نہایت خنزیری سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ زرتشتی اگرچہ ان کی دھینکا مثنیٰ میں شامل نہ ہوتے تھے مگر وہ بالکل علیحدہ جماعتوں میں رہتے اور اپنے ملک کے دیگر اہل مذاہب سے مل کر رہنا پسند نہ کرتے تھے۔

معاشرتی اور مذہبی معاملات نہایت ذلیل حالت میں تھے تعلیم و تعلم کا کوئی سامان نہ تھا۔ مغربی سائنس و تسلیم نجس اور مذہب کے خلاف تسلیم بھی جاتی تھی۔ عدل و انصاف کا نام نہ تھا۔ لوٹ مار آسے دن کے واقعات تھے۔ سڑکیں مخدوش اور ناقابل سفر تھیں۔ صحت و صفائی کے انتظامات کا کہیں نشان نہ تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود روحانی زندگی کا نور ایران سے گم نہ ہوا تھا اس مادیت اور توہمات کے ہجوم میں کہیں نہ کہیں نورانی نفوس بھی اُٹھتے تھے۔ اور بہت سے دلوں میں خدا کی طلب ہی طرح روشن تھی جس طرح حضرت عیسیٰ کے ظہور سے پہلے اتنا اور شمعوں کے دلوں میں اُٹھتی۔ بہت سے پرشوق انتظار کے ساتھ خدا کے موعود ظہور کے منتظر تھے۔ اور انہیں ایسا آکا کال یقین تھا کہ اس کی آمد کا وقت بالکل قریب ہے۔

ایمان کی ایسی صورت حالات میں حضرت بابا نے جو ایک نئے دور کے مبشر تھے تمام ملک کو اپنے پیغام سے بلا دیا۔

بچپن اور جوانی | سید علی محمد جو بعد میں بابا کے لقب سے مشہور ہوئے ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء مطابق یکم محرم ۱۲۳۸ھ کو جنوبی ایران کے شہر شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ فاندان سادات میں سے تھے۔ آپ کے والد جو ایک مشہور

تاجر تھے آپ کی ولادت کے تھوڑے سے عرصہ بعد ہی فوت ہو گئے۔ اس لئے آپ نے اپنے ماموں کی زیر حفاظت پرورش پائی۔ آپ کے ماموں بھی شیراز میں تجارت کرتے تھے۔ بچپن میں آپ نے وہی ابتدائی تعلیم حاصل کی جو اُس زمانہ میں بچوں کے لئے معمول تھی۔ پندرہ برس کی عمر میں آپ نے تجارت شروع کی۔ پہلے تو آپ اپنے ماموں کے ساتھ تجارت کرتے رہے جس نے آپ کی پرورش کی تھی۔ مگر بعد بو شہر میں جو خلیج فارس کی ایک بندرگاہ ہے ایک دوسرے ماموں کے پاس چلے گئے۔

ایام جوانی میں آپ خوبصورتی، حسن اخلاق، غیر معمولی تقویٰ اور عمدہ حال چلن کے لئے مشہور تھے۔ آپ نماز روزہ اور دوسرے ارکانِ اسلام کو نہایت مستعدی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ آپ صرف لفظوں کی اطاعت نہ کرتے تھے بلکہ حضرت رسول کی تعلیمات کی روح میں رہتے تھے۔ بائیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس شادی سے آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جو آپ کے ظہور کے پہلے سال صغیر سنی کی حالت میں ہی فوت ہو گیا۔

جب بچپن سال کے ہوئے تو آپ نے خدا کے حکم کے مطابق اعلان کیا کہ بزرگ و برتر خدا نے آپ کو باب کے

اعلان

سلسلہ اس مضمون پر ایک موزخ لکھتا ہے کہ مشرق کے بہت سے لوگوں خصوصاً باہریوں کا جو آپ سے تعلق تھا وہ یقین تھا کہ حضرت باب بالکل آئی تھے۔ لیکن مگر آپ کو لوگوں کی نظروں میں گرانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ آپ میں جو علم و دانائی پائی جاتی ہے اس تعلیم کا نتیجہ ہے جو آپ نے بچپن میں پائی تھی۔ اس معاملہ کی خوب چھان بین کرنے کے بعد ہمیں اس بات کا کافی ثبوت مل گیا ہے کہ بچپن میں آپ کچھ مدت تک شیخ محمد کے گھر جو عابد کے نام سے بھی مشہور ہیں جایا کرتے تھے۔ جہاں آپ نے فارسی پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔ کتاب بیان میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت باب فرماتے ہیں: "میں نے استاد! سے یہ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ شیخ جو آپ کا استاد تھا اپنے شاگرد کا جان نثار مرید بن گیا اور آپ کا چچا جو آپ کے لئے بجائے باب کے تھا اور جن کا نام حاجی سید علی تھا آپ پر ایسا ایمان لایا کہ آپ کی راہ میں جان شہادت نوش کیا۔ ان اسرار کو سمجھنا سائنس حقیقت کا حصہ ہے انہیں سمجھنا جانتے ہیں کہ حضرت باب نے صرف ابتدائی تعلیم ہی حاصل کی تھی۔ اور جو آیات آپ میں عظمت اور علم کی ظاہر ہو ہیں وہ لدنی اور خدا کی طرف سے تھیں۔"

مقام کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ مقالہ "سیاح" اسکی تشریح یوں کرتا ہے :-
 "لفظ یا اصطلاح "باب" سے آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ ایک عظیم الشان
 شخص کے فضل کا ذریعہ ہیں جو ابھی پردہ جلال میں مخفی تھا۔ اور جو ہیشہ
 اور بے حد کمالات کا مالک تھا۔ اسی کی مرضی سے آپ حرکت کرتے تھے
 اور اسی کی نخبستگی رہی کہ آپ تھامے ہوئے تھے۔"

ان ایام میں یہ یقین کہ خدائی پونہ پسر کا فوری ظہور نزدیک ہے بہت پھیلا
 ہوا تھا۔ مگر فرقہ شیخیہ میں خاص طور پر اس کا چرچا تھا۔ اسی فرقہ کے ایک
 نہایت مشہور عالم ملا حسین بشرونی کے سامنے سب سے پہلے حضرت
 باب نے اپنے مسئلے کا اعلان کیا۔ اس اعلان کا ٹھیک وقت حضرت باب
 کی کتاب بیان میں ۱۲۶۰ھ کے ماہ جمادی الاول کی پانچویں تاریخ کو غروب
 آفتاب کے دو گھنٹے اور پندرہ منٹ بعد دیا گیا ہے۔ (مطابق ۲۳ مئی ۱۸۴۵ء)
 چند دنوں کی فکر مندانہ تحقیق و تجسس کے بعد ملا حسین بشرونی کو اس
 امر کا کامل یقین ہو گیا کہ وہ موعود جس کا فرقہ شیعہ کو انتظار تھا و حقیقت
 ظاہر ہو گیا ہے۔ اور وہ اس انکشاف سے ایسے شوق و جذب سے بھر سکتے کہ
 چند ہی دنوں میں انہوں نے اپنے بہت سے دوستوں کو اپنا تمجیل بنا لیا۔
 مدت نہ گزری تھی کہ فرقہ شیخیہ کی ایک کثیر تعداد حضرت باب پر ایمان لائی
 اور بابی کے نام سے مشہور ہوئے۔ جلد ہی نوجوان مبشر کی شہرت ملک
 میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔

حضرت باب کے پہلے اشارہ شاگرد

بابی تحریک کی ترقی

آپ حروف تہی کے نام سے

مشہور ہوئے۔ ایسا شاگردوں کو آپ نے ایران اور ترکستان کے مختلف
 شہروں میں اپنی آمد کی خبر پھیلائے کے لئے بھیجا۔ اور آپ جی اکبر کے

۱۷ سنہ ہجری ۱۲۵۰ء سے شروع ہوتا ہے یعنی میں سال حضرت محمدؐ سے مدینہ تشریف لے گئے۔

موقع پر کہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ جہاں آپ دسمبر ۱۸۵۷ء میں پہنچے یہاں آپ نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے سامنے جو اطرافِ عالم سے حج کے لئے آئے ہوئے تھے اپنے ظہور کا کھلم کھلا اعلان فرمایا۔

بو شہر واپس آنے پر شہر میں ایک عجیب بیجان برپا ہوا۔ آپ کی فصاحت کے جوش نے آپ پر آیات کے سریع نزول کے معجزے نے۔ آپ کے علم و حکمت کی غیر معمولیت نے بطور مصلح کے آپ کے استقلال اور جرأت نے آپ کے پیروں میں جس قدر جوش و خروش پیدا کیا اسی قدر متعصب مسلمانوں کے خوف اور دشمنی کو بھڑکایا۔

علائے شیعہ نے نہایت شد و مد سے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور فارس، جنوبی ایران) کے متعصب اور ظالم حاکم حسین خاں کو اس نئی چیز کے دبانے پر آمادہ کیا۔ اس وقت سے حضرت باب کے لئے قیدِ جلا وطنی عدالتوں میں ذلیل مقامات۔ تازیانوں کی سزائیں اور ایسے ہی اور ڈگھ اور مصائب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو آخر کار ۱۸۵۷ء میں آپ کی شہادت پر ختم ہوا۔

آپ کے باب "ہونے کے دعوے نے
حضرت باب کا دعویٰ جس دشمنی کو بھڑکایا تھا، اُسے آپ کے اس
 دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام ہدیٰ ہیں جس کی حضرت محمدؐ نے مشکوٰۃ
 کی تھی دوگنا کر دیا۔ فرقہ شیعہ کے عقیدہ کے مطابق امام ہدیٰ وہ بارہویں
 امام تھے جو ایک ہزار برس پہلے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے تھے، لہذا

اس شیعوں کے عقیدہ کے مطابق امام حضرت رسول کا خدا کی طرف سے مقرر کردہ جانشین ہے اور سب مومنین پر اس کی اطاعت فرض ہے۔ یکے بعد دیگرے بارہ امام ہوئے۔ اول حضرت علیؑ جو حضرت رسول کے چچا تاد بجائی اور داماد تھے اور بارہویں کو اہل تشیع امام ہدیٰ کہتے ہیں۔ ایک کا عقیدہ ہے کہ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ ۳۲۹ ہجری میں ایک زمین دوز راستے سے گم ہو گئے تھے اور رفت کے پورا ہونے پر پھر ظاہر ہو کر کفار کو تحس و تحس کر کے اس دنیا سے ہجرت کا زمانہ لائیں گے۔

عقیدہ ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں اور پھر اسی جسم میں جس میں وہ پہلے تھے ظاہر ہوئے۔ اور جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں آمد مسیح کے بارہ میں پیشینگوئیوں کے مادی معنی کرتے تھے شیعہ بھی اسی طرح حضرت مہدی کی پیشینگوئیوں کے مادی معنی لیتے تھے۔ وہ منتظر تھے کہ امام مہدی ذہنی سلطنت کے ساتھ ظاہر ہونگے اور اپنے ساتھ ایک بیشمار لشکر لائینگے اور اپنے دین کا اعلان کریں گے۔ وہ مردوں کو زندہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ نقشہ حالات ظاہر نہ ہوئے تھے شیعوں نے حضرت باب کا ایسی ہی وحشیانہ نفرت سے انکار کیا جیسی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے وقت ظاہر کی تھی۔ اس کے برعکس بابی بہت سی پیشینگوئیوں کے معنی استعارہ کرتے تھے۔ وہ موعود کی سلطنت کو حضرت عیسیٰ کی روحانی سلطنت کی مانند خیال کرتے تھے۔ اس کے جلال کو زمینی نہیں بلکہ آسمانی سمجھتے تھے۔ اس کی فتوحات کو قلوب انسان کی فتوحات سے تعبیر کرتے تھے اور انہوں نے حضرت باب کے دعویٰ۔ آپ کی عجیب و غریب زندگی۔ آپ کی تعلیمات۔ آپ کے غیر مستنزل ایمان۔ آپ کی بے نظیر ہمتاقت اور آپ کی قبورِ غفلت و صغالت میں پڑے ہوئے مردوں کو نئی زندگی دینے کی طاقت میں بکثرت ثبوت پائے۔

حضرت باب نے لفظ "اولیٰ" کا پاک لقب اختیار کیا۔ مسلمان یہ لقب صرف حضرت محمد کو ہی دیتے تھے۔ ان کے امام بھی جن سے وہ اختیار و الہام پاتے تھے لفظ سے دوسرے درجہ پر گئے جاتے تھے۔ اس لقب کو اختیار کرنے سے حضرت باب حضرت محمد کی طرح اولوالعزم بانیاں ادیان کی صف میں آگئے۔ جس کے سبب وہ شیعہ لوگوں کی نظروں میں ایسے ہی جھوٹے مدعی بن کر کھٹکنے لگے جیسے پہلے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ جھوٹے مدعی سمجھے گئے تھے۔ آپ نے قمری تقویم کی جگہ شمسی تقویم کو پھر جاری فرمایا اور اس نئے دور کے آغاز کو اپنے اعلان کے سال سے شروع کیا۔

ظلم و ستم کا پڑھنا | حضرت باب کے اعلان کے سبب اور اس ترقی سے
خوف کھا کر جس سے ہر قسم کے لوگ امیر غریب، عالم

جاہل آپس کی تعذبات پر ایمان لارہے تھے آپ کو دبانے کی کوششیں روز
بروز بے رحمی اور سخت مظالم میں بڑھتی گئیں۔ گھر تاحنت و تاراج کئے گئے۔
عورتوں کو بکڑ کر لے گئے۔ طہران، فارس، مازندران اور دوسرے مقامات
پر باہی بہت بڑی تعداد میں نہایت ظلم کے ساتھ شہید کئے گئے۔
کیتے ہی تہ تیغ کئے گئے۔ بہتوں کو دار پر چڑھا دیا۔ کیتوں کو توپ سے ارایا
بہتوں کو زندہ جلا دیا۔ کیتوں کو ٹھٹھے سے ٹکڑے کیا۔ مگر ظلم کی ان تمام کوششوں
کے باوجود یہ سحر یکساں روز بروز بڑھتی گئی بلکہ جتنا ظلم بڑھتا جاتا تھا اتنا ہی مومنین
کا ایمان بڑھتا تھا۔ کیونکہ اس ظلم سے حضرت امام ہدی کے بارہ میں بہت سی
پیشینگوتیاں لفظاً پوری ہوئیں۔ مثلاً اس حدیث جاہل میں جو شیعوں کے
تزدیک نہایت معتبر ہے لکھا ہے :-

” اس میں موسیٰ کا کمال، عیسیٰ کا جمال، ایوب کا صبر ہوگا۔ اس کے اولیاء
اس کے زمانہ میں ہی ذلیس کئے جائیں گے۔ ان کے ستر اسی طرح بطور
تخافت بھیجے جائیں گے جس طرح ترک اور ولیم کے سر بھیجے جاتے ہیں۔ وہ
قتل کئے جائیں گے۔ جلائے جائیں گے۔ وہ ہمیشہ خونستروہ۔ بے امن اور دلگیر رہیں گے
زمین ان کے خون سے رنگی جائیگی۔ ان کی عورتوں میں تالہ و شیون کی آواز
بلند ہوگی۔ یہ میرے اولیاء ہیں۔“ (دارتین جدید مترجمہ پر دفسیر ای جی، ہارون صفحہ ۱۳۲)

۹ جولائی ۱۲۶۶ء مطابق ۲۸
شعبان ۱۲۶۶ء بروز جمعہ حضرت

حضرت باب کی شہادت | باب جو سو قتل اس سال کے کچھ ظالموں کے متصباہہ جوش کا شکار
ہونے سے پہلے اس ایک جوان شاگرد (آقا محمد علی) کے جس نے نہایت
جوش اور عاجزی سے آپ کے ساتھ شہید ہونے کی التجا کی تھی۔

138654

آپ کو تبریز کی قدم فوجی چھاؤنی کے چوک میں واں پر لٹکایا۔ دوپہر سے قریب دو گھنٹہ پہلے دونوں کی بگلوں میں رستیاں ڈالکر اس طرح سولی سے لٹکایا کہ محمد علی کا سر اس کے پارے کے سینہ پر تھا۔ ارمنی سپاہیوں کی ایک ریمٹ صفت بستہ ہوئی۔ اور انہیں فائر کرنے کا حکم ملا۔ بندوقیس دندنائیں۔ مگر حبیب و ہواں دورہ ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت باب اور آپ کا ساتھی ابھی زندہ ہیں۔ گولیوں نے صرف ان رستیوں کو پارہ پارہ کیا تھا جن سے آپ لٹک رہے تھے اور بغیر کسی ضربہ کے نیچے گر گئے اور ابھکر قریب کے کمرہ میں تشریف لے گئے تھے۔ جہاں آپ اپنے ایک دوست سے باتیں کر رہے تھے۔ دوپہر کے قریب آپ کو پھر سولی پر لٹکا دیا۔ ارمنی سپاہیوں نے جو اپنی بارٹ کے نتیجے کو معجزہ خیال کرتے تھے دوبارہ فیر کرنے سے اتکار کر دیا۔ اس لئے سپاہیوں کی ایک اور ریمٹ بلائی گئی۔ جس نے حکم پا کر فیر کیا۔ اسدفعہ گولیوں نے اپنا اثر دکھایا اور دونوں کے جسم چھلنی ہو گئے۔ مگر دونوں کے چہروں پہ کوئی گولی چھو کر بھی نہ گئی تھی۔

اس برے عمل نے تبریز کے فوجی چوک کو کالوری حضرت مسیح کی جاتے شہادت) کا ثانی بنا دیا۔ حضرت باب کے دستوں نے مہرمانہ فتح کی خوشی کی ایک لہر محسوس کی۔ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اس بانی رحمت کی جڑ کو کاٹ دیا ہے۔ اور اب اس کا پورا قلع فتح آسان ہو گا۔ مگر ان کی فتح کی عمر بہت کم نکلی۔ وہ یہ نہ جانتے تھے کہ صداقت کا درخت ماویٰ کھاروں سے نہیں کاٹا جاسکتا۔ کاش کہ وہ یہ جانتے کہ ان کا یہ جرم ہی امر کو قوی بنانے کا ایک بڑا ذریعہ ہو گا۔ حضرت باب کی شہادت نے ان کی اپنی پیاری خواہش کو پورا کیا۔ اور ان کے پیروں کو ایک نئے جوش سے بھر دیا ان کے روحانی جوش کی آگ ایسی شعلہ زن تھی کہ ظلم و ستم کی تیز دند

ہواؤں نے اُسے اور بھڑکایا اور اُس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے۔
جتنا اس شعلہ کو بچھانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ لمبند ہوتا گیا۔

حضرت باب کی شہادت کے بعد آپ کے
جسد مبارک کو بیچ آپ کے ساتھی کی نقش کے
شہر کے باہر خندق کے کونے میں پھینک دیا گیا

کوہِ کرمل پر آپ کا
روضہ مبارک

دوسری شب کو آدھی رات کے وقت کچھ بانی اٹھائے اور ساہا سال
تک ایران میں پوشیدہ مقامات پر رکھنے کے بعد آخر کار نہایت خطرہ
اور تکلیف کے ساتھ ارضِ مقدس میں لے آئے اور یہاں اب حضرت
باب کا جسد مبارک کوہِ کرمل پر ایک نہایت پرفضا اور خوش منظر روضہ
میں مدفون ہے جو ایلیاہ نبی کے غار سے بہت قریب ہے اور اس مقام
سے صرف چند میل ہے۔ جہاں حضرت بہاء اللہ نے اپنی عمر کے آخری
ایام بسر کئے۔ اور جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ ہزاروں ہی
زارین جو دنیا کے ہر گوشہ سے حضرت بہاء اللہ کے روضہ مبارک کی
زیارت کے لئے آتے ہیں کوئی بھی آپ کے عاشق و مبشر کے روضہ پر
دعا مانگے بغیر واپس نہیں جاتا۔ لے

حضرت باب کا کلام
حضرت باب کا کلام کئی ضخیم کتابوں پر مشتمل ہے
آپ کا سرعت تمام فی الہکدیہ اور بغیر

مطالعہ کے مفصل تفسیرات دقیق بیانات۔ فصیح و بلیغ مناجات لکھ دینا
ہی آپ کے دعویٰ کی ایک زبردست دلیل سمجھا جاتا تھا۔ آپ کی کتابوں
کا خلاصہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

ان میں سے بعض کتابیں تو قرآن پاک کی آیات کے معانی

لے روضہ مبارک حضرت باب کی زینت اور دو بالا ہو گئی ہے کیونکہ حضرت عبدالہیاء کا
جسد مبارک بھی یہیں مدفون ہے۔
(دیکھو باب ۴)

اور اُن کی تفسیرات تھیں۔ بعض منا جاتیں۔ دعائیں اور بعض رموز و اسرار کے بیان میں تھیں۔ بعض توحید الہی کے مسئلہ کی توجیہات پر بحث و تہیص میں تھیں۔ بعض میں پسند و نصائح تھیں یعنی اصلاح اخلاق۔ حالات دنیوی سے القطاع اور توکل الی اللہ کی تلقین کرنی تھیں۔ مگر آپ کی تمام کتابوں کا جوہر اور لب لباب اس ظہور کی تعریف و تجبیہ تھی جو بہت جلد ظاہر ہونے لگا تھا۔ جو آپ کا واحد مدعا۔ مقصود۔ محبوب اور مطلع تھا۔ کیونکہ آپ اپنے ظہور کو صرف ایک مبشر کا ظہور سمجھتے تھے۔ اور اپنی اصلی فطرت کو آنے والے کے عظیم الشان کمالات کا وسیلہ جانتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ دن اور رات میں ایک لمحہ بھر بھی اُس کی یاد سے غافل نہ رہتے۔ اور ہمیشہ اپنے پیروں کو فرماتے کہ وہ اُس عظیم الشان ہستی کی آمد کے منتظر رہیں۔ اپنے کلام میں ایک جگہ فرماتے ہیں :-

” میں اُس عظیم الشان کتاب کا ایک حرف اور اُس لامحدود سمندر کا ایک قطرہ ہوں۔ اور جب وہ ظاہر ہوگا تو میری اصلی فطرت۔ میرے اسرار۔ اشارات اور استعارات ظاہر ہو جائیں گے۔ اور اس دین کا بیج اپنے درجات و جود و ارتقاء میں پڑھتا ہوا خلق جدید کے مقام پر پہنچ جائیگا اور تبارک اللہ حسن الخالقین کی خلعت سے مزین ہوگا۔“

آپ اُس کی آگ سے ایسے مشتعل تھے کہ آگ کے سنگین قلعہ میں اندھیری راتوں میں اُس کی یاد ایک روشن مشعل بن کر آپ کے ساتھ تھی۔ چہرہ لقی کے قید خانے کی سختیوں میں اُس کی یاد آپ کی بہترین انیس تھی۔ اسی سے آپ نے فتوح روحانی پایا اور اسی کی نئے محبت سے آپ سرشار تھے۔ اُس کی یاد سے آپ خوش تھے۔ (مقالہ سیاح ص ۳۴)

منظورہ اللہ یعنی وہ جسے خدا ظاہر کریگا | یوحنا ہتسمہ دینے والے کی طرح
حضرت باب ہمیشہ اس بات پر

زور دیتے رہنے کہ وہ ایک ایسی ہستی کے پیشرو یا مبشر ہیں جو ان سے پڑا ہے اور بہت جلد ان کے بعد آئیگا۔ آپ نے آفتاب حقیقت کے ایک عظیم الشان ظہور کی بشارت دی کہ وہ بہت جلد انسانی صورت میں جاہ و جلال کے ساتھ انسانوں میں ظاہر ہوگا۔ نہایت سوز انگیز عجز و تعظیم کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ ایا م من ینظرہ اللہ میں اگر کوئی اُس کی ایک آیت سے گا اور اُسے پٹھیکا تو وہ اِس سے بہتر ہوگا کہ بیانِ کتابِ حضرت بابا کو ہزار مرتبہ پڑھے۔ (مقالہ سیاح ص ۳۲۹)

آپ دُکھ اور مصائب سہنے کو نہایت راحت سمجھتے تھے اگر اِس طرح کرنے سے آپ من ینظرہ اللہ کے راستے کو صاف اور آسان کر سکیں۔ آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ من ینظرہ اللہ ہی آپ کے الہام کا واحد منبع اور آپ کی محبت کا واحد مقصود ہیں۔

حضرت بابا کی تعالیم کا ایک اہم حصہ قیامت اور بہشت و دوزخ کی اصطلاحات

قیامت بہشت و دوزخ

کی تشریح ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قیامت سے مراد آفتاب حقیقت کا تازہ ظہور ہے۔ مُردوں کے زندہ کرنے کا مطلب قبورِ جہالت و غفلت و نفسانیت میں دبے ہوؤں کو روحانی زندگی عطا کرنا ہے۔ قیامت کا دن نئے ظہور کا دن ہے جس کے دین کے رد و قبول سے بھیڑیں بکریوں سے علیحدہ کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بھیڑیں اپنے اچھے گڈریے کی آواز کو پہچانتی ہیں اور اُس کی پیروی کرتی ہیں بہشت سے مراد خدا کو جیسا کہ وہ اپنے ظہور کے ذریعہ ظاہر ہو جائے اور اُس کی محبت کرنے کی خوشی ہے جس کے سبب ہر شخص حسب الاستعداد کمالات حاصل کرتا ہے اور مرنے کے بعد خدا کی مملکت اور ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہوتا ہے دوزخ سے مراد خدا کے عرفان سے محروم رہنا اور اِس طرح خدائی کمالات کو حاصل نہ کر سکتا اور فضیل ابدی کو کھو بیٹھنا ہے۔ آپ نے واضح طور سے فرمایا کہ ان اصطلاحات

اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں۔ لوگوں کے درمیان ماقوی جسم کے اٹھنے اور ماقوی بہشت و دوزخ کے بارے میں جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں وہ صرف وہم کے شوشے ہیں۔ آپ نے تعلیم دی کہ انسان کے لئے مرث کے بعد ایک زندگی ہے۔ اور اس زندگی میں معارج کمالات لا محدود ولا انتہا ہیں۔

حضرت باب اپنے کلام میں اپنے پروردگار کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ برادرانہ گفتگو

معاشرتی اور اخلاقی تعلیمات

و محبت کے سبب متنازع ہوں، مفید صنعت و حرمت سیکھی اور سکھائی جائے۔ ابتدائی تعلیم عام کر دی جائے۔ اس نئے اور عجیب دور میں عورتوں کو کامل آزادی دیکرائی جائے۔ غربا و مساکین کو ایک خزانہ عام سے ہتیا کیا جائے گا۔ بھیک مانگنا نہایت سختی سے حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح مسکرات کے استعمال کو بھی ایسی ہی سختی سے حرام قرار دیا ہے۔ ہر ایک باپ کا نصب العین خالص محبت ہونا چاہئے۔ جس میں نہ سزا کی امید پائی جائے اور نہ سزا کا خوف ٹھنی ہو۔

بیان میں فرمایا ہے:-

خدا کی عبادت اس طرح کر دو کہ اگر تمہاری عبادت کا بدلہ آگ ہو تو بھی تمہاری عبادت میں فرق نہ آئے۔ اگر تم خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہو تو یہ خدا کی بارگاہ اقدس کے قابل نہیں..... اسی طرح اگر تمہارے مد نظر بہشت ہے اور اس امید پر تم اس کی پرستش کرتے ہو تو تم شرک کرتے ہو کیونکہ تم خدا کی ایک مخلوق کو اس کا شریک بنا کر پھراتے ہو۔

اس آخری حوالہ سے اس جوش کا پتہ چلتا ہے جو حضرت باب کی زندگی بھر آپ میں موجزن تھا۔

شوق و مستح

خدا کا عرفان اور اس کی محبت۔ اس کے اسماء و صفات کا انکاس حاصل کرنا۔ اس کے آنے والے عظیم الشان ظہور کے لئے راہ درست کرنا۔ یہی آپ کی زندگی کا واحد مدعا تھا۔ آپ کے لئے زندگی خوف سے خالی اور موت شیریں تھی۔

کیونکہ محبت نے حزن نکال پھینکا تھا اور خود شہادت بھی اپنے محبوب کے قدموں پر سب کچھ نچھاور کرنے کی اعلیٰ ترین خوشی تھی۔

تعجب ہے کہ ایسی پاک اور حسین روح، ایسا حق کا معلم ملہم، خدا کا اور نوع انسان کا ایسا فدائی عاشق اپنے زمانہ کے نام نہاد علما کے دین کے ہاتھوں شہید کیا جائے۔ بیشک سوائے مہربانہ غفلت اور کٹر مہبط دھرمی کے اور کوئی سچی انسانوں کو اس حقیقت کے دیکھنے سے اندھا نہیں کر سکتی کہ آپ خدا کے ایک پاک پیغمبر تھے۔ دنیوی عظمت و جلال آپ کے پاس نہ تھا مگر روحانی قدرت و سلطنت کیسے ثابت ہو سکتی اگر ان تمام مادی امداد سے مستغنی رہ کر شدید سے شدید دنیوی مخالفت پہنچ نہ پائی جائے۔

اس منکر دنیا کے سامنے خدائی محبت کا ثبوت سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ دکھ اور مصیبت کے سخت ترین صدمے سے ہمے جائیں۔ دشمنوں کی نفی اور ظاہری دوستوں کی منافقت برداشت کی جائے اور ان سب کے ہجوم میں مستقل اور سنجیدہ رہنا اور بلا بے آس ہوئے اور عفتہ کھائے سب کو نہ صرف معاف کرنا بلکہ ان کے لئے برکت و خیر مانگنا۔

حضرت بابا نے دکھ سے اور مسخ پائی، ہزاروں ہی نے اپنے خلوص اور اپنی محبت کی گواہی اپنی جانوں کو اس کی خدمت میں نثار کر دینے سے دی ہے۔ قلوب انسان پر آپ کی قوت کا رشک بادشاہ اگر کھائیں تو کچھ تعجب نہیں۔

علاوہ ازیں من یتظرہ اللہ ظاہر ہوا اور اس نے اپنے بشر کی

تائید فرمائی۔ اس کی محبت کو مستبول کیا اور

اسے اپنے جلال کا

حصہ دار بنایا

تیسرا باب

حضرت بہاء اللہ

اے انتظار کرنے والے اب صبر نہ کر۔ کیونکہ وہ محبوب آگیا ہے۔ اس کی ہیکل کو دیکھ اور اس کے نور کو اس میں جلوہ گرہ شاہدہ کر۔ یہ وہی ازلی نور ہے جو ایک نئے ظہور میں ظاہر ہوا ہے۔ “ (حضرت بہاء اللہ)

پیدائش اور اوّل عمر
 میرزا حسین علی جوہر میں بہاء اللہ کے لقب سے معروف ہوئے ۱۲ نومبر ۱۸۱۶ء مطابق دوم محرم ۱۲۱۴ھ کو ایران کے دارالسلطنت طہران میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میرزا عباس لودی تھا۔ جو گورنمنٹ طہران کے ایک وزیر تھے۔ آپ کا خاندان بہت دولت مند اور آپ کے متدرستہ دار حکومت کے مختلف صیغہائے سول اور ملٹری میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔

حضرت بہاء اللہ نے کسی کالج یا سکول میں تعلیم نہ پائی تھی جو کچھ آپ نے پڑھا تھا وہ گھر ہی میں سیکھا تھا۔ تو بھی بچپن ہی سے آپ نے علم و دانائی کی عجیب عجیب باتیں ظاہر ہونے لگیں۔ آپ کے فرزند عظیم حضرت عبدالبہاء آپ کے بچپن کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بچپن ہی سے آپ نہایت فیاض و ہر بان تھے۔ آپ کھلی ہوا دار زندگی کو بہت پسند فرماتے تھے اور آپ کے وقت کا ایک کثیر حصہ باغی و مضافات میں گذرتا تھا۔ آپ میں ایک فوق العادہ قوت جذب تھی۔ لوگ ہمیشہ آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ وزراء اور دوسرے درباری ہمیشہ آپ کو گھیرے رہتے تھے۔ بچے تو گویا آپ کے شیدا تھے۔ آپ تیرہ یا چودہ برس کے ہی تھے کہ آپ کے علم کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ آپ ہر مضمون پر گفتگو کرتے اور ہر مسئلہ کو حل کر دیتے۔ بڑی بڑی مجالس میں آپ غلام کے ساتھ بحث و تمحیص فرماتے اور نہایت ہی مشکل دینی سوالات کے حل پیش کرتے۔ سب کے سب نہایت توجہ اور تعجب کے ساتھ ان بیانات کو سنتے۔

آپ جب ۲۲ سال کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ حکومت نے خواہش ظاہر کی کہ دستور ایران کے مطابق آپ اپنے باپ کی جگہ وزارت قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ وزیر اعظم نے یہ سن کر کہا جسے کچھ نہ کہو۔ یہ عہدہ اس کی شان کے لائق نہیں اس کی نظروں میں کوئی اعلیٰ ترین ارادہ ہے اگرچہ میں اسے سمجھ نہیں سکتا۔ مگر مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ زندگی کے لئے مخصوص ہے اس کے خیالات ہمارے جیسے نہیں۔ اسے کچھ نہ کہو۔

والد ماجد کی وفات کے بعد چھوٹے بھائی بہنوں کی نگرانی اور آپ کی وسیع جائداد کے انتظام کی ذمہ داری آپ پر آ پڑی۔

سکندر میں جب حضرت باب نے اعلان امر فرمایا تو اس وقت حضرت بہادر شاہ کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ اعلان حضرت باب کی آواز سنتے ہی حضرت بہادر شاہ نے اس نئے امر کو لبیک کہا اور فوراً ہی آپ اس نئے دین کے بے خوف اور

طاقتور مبلغین میں گئے جانے لگے۔

آپ ایں امر کی خاطر دو دفعہ قید اور کوڑے کی ضرب اٹھا چکے تھے کہ اگست ۱۸۵۲ء میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے بابویوں پر بلاؤں کا ایک ایسا طوفان برپا کیا کہ ہر ایک بابی کی جان خطرے میں پڑ گئی۔

صادق نام ایک نوجوان جو خود بھی بابی تھا اور جس کا آقا بھی بابی تھا اپنے آقا کے عذابِ شہادت کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوا کہ بدلہ کے جوش میں بھر کر اس نے شاہ ایران پر حملہ کر دیا۔ مگر عالم دیوانگی میں پستول میں گولی کی جگہ چھترے بھر کر لایا تھا۔ اگرچہ چند ایک چھترے شاہ کے لگے مگر ان سے کچھ گزند نہ پہنچی تھی۔ صادق نے یہ دیکھ کر شاہ کو گھوڑے سے نیچے کھینچ لیا۔ مگر شاہ کے مصاحبین نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ اور وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

بے انصاف شاہ نے تمام بابیوں کی جماعت کو اس کام کا ملزم ٹھہرایا۔ اور نہایت بے رحمانہ قتل عام کا حکم دیا۔ اسی بابی تو اسی وقت طهران میں انوار شاہ واقسام کی عقوبتیں دے دے کر شہید کر دیئے گئے۔ بہتوں کو ٹکڑے کر دیا۔ انوں میں ڈالا۔ ان قیدیوں میں حضرت بہار اللہ بھی تھے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کتاب ابن ذب میں فرماتے ہیں:-

ہم ہرگز اس نفرت انگیز کام میں نہ تھے اور تحقیقاتی کمیشن کے سامنے بھی ہمارے قصور ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ باوجود اس کے ہمیں گرفتار کیا اور نیاوران کی جہاں ان دنوں شاہی کیمپ تھا، ہمیں پیدل زنجیروں میں جکڑے ہوئے نئے سرے پائے پاؤں کشاں کشاں طهران کے جیلخانہ میں پہنچا دیا کیونکہ ایک ستمگار سوار نے ہمارے سر سے ٹوپی اتار لی۔ سپاہیوں اور جلاوڑوں کے آپ گردہ کے ساتھ پوری سرعت سے ہمیں لے گئے اور چار بیٹے ہمیں ایسی جگہ رکھا جو اپنی خرابی میں بے مثل تھی۔ وہ قیدخانہ جو اس مظلوم اور دوسرے مظلوموں کی جگہ تھی فی الحقیقت ایک تنگ و تاریک مردہ خانہ بھی اس سے اچھا ہوتا ہے۔

جب ہم حبیلخانہ کے اندر چلے گئے تو ہمیں ایک اندھیرے برآمدے میں پہنچایا۔ اور وہاں سے تین سیڑھی نیچے اترے۔ اور جہاں ہماری جگہ مقرر کی گئی تھی وہاں جا پہنچے۔ جگہ بالکل تاریک تھی اور وہاں ڈیڑھ سو کے قریب چور۔ ڈاکو اور قاتل بندھے۔ اب وہ کہہ پاؤں وہاں ہوا کا راستہ بھی اُس راستے کے سوا اور نہ تھا جس کو ہو کر ہم آئے تھے۔ اس جگہ کی حالت لکھنے سے قلم عاجز ہے اور اس جگہ کی پربو بیان نہیں کی جاسکتی۔

قیدیوں میں سے اکثر کے پاس لباس اور بستر بھی نہ تھے۔ اس نہایت تاریک سخت بدبودار مقام میں جو کچھ ہم پر وارد ہوا خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اس قیدخانہ میں ہم دن رات باہوں کے اعمال و احوال کو سوچتے تھے کہ اس قدر بلندی و پتہری اور فہم و ادراک رکھتے ہوئے ان سے ایسا کام سرزد ہوا یعنی ذاتِ شاہانہ پر جرات سے حملہ کرنا۔ پھر اس مظلوم نے ارادہ کر لیا کہ قیدخانہ سے نکل کر پوری ہمت کے ساتھ ان لوگوں کو تہذیب و شائستگی سکھانے کے لئے کھڑا ہوں گا۔ راتوں میں سے ایک رات عالم رویا میں ہر سمت سے یہ بلند کلمہ سنائی دیا۔

”ہم تجھے تیرے ذریعہ اور تیری قلم کے ذریعہ مدد پہنچائیں گے جو کچھ مصیبت تجھ پر آئی ہے اس سے غمگین نہ ہو اور خوف نہ کر۔ یقیناً تو ان میں سے ہے جو مومن میں عنقریب خدا زمین کے حزا نے برپا کرے گا اور وہ وہ لوگ ہیں جو تیرے ذریعے اور تیرے اُس نام کے ذریعے تیری مدد کریں گے جس سے خدا نے مافوق کے دلوں کو زندہ کر دیا ہے۔“

یہ خوفناک قید چارہ بیٹے تک رہی۔ مگر آپ کے ہمراہی ہمیشہ جوش و خروش اور خوشی سے بھرپور رہتے تھے

بغداد کو جلا وطنی

قریباً ہر روز ان میں سے ایک نہ ایک کو اذیت دی جاتی تھی یا شہید کر دیا جاتا تھا اور دوسرے اپنی ہاری کے منتظر رہتے تھے۔ جب احباب میں سے کسی کو جلاوطن لینے آتا تو جس کا نام پکارا جاتا وہ خوشی سے ناچنے لگتا۔ اور آپ کے ہاتھوں کو چوم کر

اور دوسرے احباب سے گلے مل کر طرب انگیز شوق کے ساتھ میدانِ شہاد
کی طرف دوڑتا۔

جب یہ پوری طرح ثابت ہو گیا کہ آپ کا شاہ کے خلاف سازش میں
کوئی حصہ نہ تھا اور وہی سفیر نے آپ کے جالِ ظن کی پاکیزگی کی شہادت
دی۔ اس کے علاوہ آپ اس قدر بیمار ہو گئے تھے کہ اب وہ گمان کرتے تھے
کہ آپ مر جائیں گے تو شاہ نے موت کا حکم دینے کی بجائے آپ کو عراقِ عرب
کی طرف جلا وطنی کا حکم صادر کیا۔ دو ہفتہ بعد آپ اپنے خاندان اور کچھ احباب کے
ساتھ اس طرف کو روانہ ہوئے۔ سفر میں سردی کی شدت اور دوسری سختیاں بہت
ہوئے آپ نہایت تنگدستی اور افلاس کی حالت میں بغداد پہنچے۔

جوں ہی آپ تندرست ہوئے آپ نے ہمت یوں کو دعوتِ دینی اور
بابیوں کو تشویق و نصیحت کرنی شروع کی۔ یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہا۔ میرزا یحییٰ
جو صبح ازل کے نام سے بھی مشہور ہے بغداد میں آیا اور اس کے آتے ہی اس کی
خفیہ ریشہ و دانیوں سے احباب میں ایسے ہی اختلافات رونما ہونے لگے
جیسے حضرت مسیح کے حواریوں اور رسولِ مقبول کے احباب میں پیدا ہوتے تھے
یہ اختلافات جو بعد ازاں ایڈریٹوں میں کھلم کھلا اور شدت کے ساتھ ظاہر ہوئے
آپ کے دل کو دکھاتے تھے۔ کیونکہ آپ کی زندگی کا بڑا مقصد دنیا کے ہرزادوں
میں اتحاد پھیلانا تھا۔

بغداد میں آنے کے کوئی اکیس سال بعد آپ دن
کپڑوں کا ایک جوڑا لیکر تنہا سلیمان کے

بیابان میں دو سال

بیابان میں چلے گئے۔ اس وقت کا حال آپ کتابِ ایقان میں یوں فرماتے ہیں :-
” یہ عہدِ حبیب اس ملک میں وارد ہوا تو بعد میں واقع ہونے والے کچھ امور سے

۱۵ - واقعہ ۱۸۵۳ء میں ہوا۔ یعنی حضرت باب کے اعلان کے ۶ سال بعد۔ اس طرح حضرت باب کی
۱۶ - پیشگوئیاں جو آپ نے ۱۸۵۰ء کے بارے میں فرمائی تھیں پوری ہوئیں :-

مطلع ہوا۔ ہم نے پہلے ہی ہجرت اختیار کی اور ہم تنہائی کے بیابان کی طرف چل دیئے۔ اور دو سال تین تہا ہجر کے صحراؤں میں بسر کئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل سے خون کے دریا ابل رہے تھے۔ کتنی ہی راتیں ہمیں کھانا نہ ملا۔ اور کتنے ہی دن ہمارے جسم کو آرام نہ ملا۔ ان تمام بستی ہوئی بلاؤں اور متواتر حادثوں کے ہوتے ہوئے اسی کی قسم جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے ہم نہایت مسرور اور فرحت و خوشی میں تھے۔

خدا کی قسم کہ اس ہجرت سے مراجعت کا ہمیں کوئی خیال نہ تھا اور اس مسافرت کے بعد مواصلت کی کوئی امید نہ تھی۔ اس سے ہمارا صرف یہی مقصد تھا کہ احباب کے اختلاف کا سبب نہ ہوں اور اصحاب میں انقلاب کا مصدر نہ بنیں۔ کسی کے دل کو دکھانے والے نہ بنیں۔ اس کے سوا نہ تو کوئی خیال ہی تھا اور نہ کوئی اور بات مد نظر۔ اگرچہ ہر شخص نے اپنی ہونی کے مطابق رائے قائم کی اور خیال باندھا۔ آخر کار مصدر امر (خدا) کی طرف سے واپسی کا حکم صادر ہوا۔ جسے لا بد ہمیں ماننا پڑا اور ہم لوٹ آئے۔ واپس آنے پر جو کچھ ہم پر وارد ہوا اس کے لکھنے سے قلم عاجز ہے۔ دو سال تک دشمن اس عبد فانی کو ہلاک کرنے کے لئے نہایت سعی و اہتمام میں لگے رہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں۔

اس ہجرت سے واپس آنے پر آپ کی شہرت پہلے سے بھی زیادہ پھیل گئی اور دور و نزدیک سے لوگ

ملاؤں کی مخالفت

جو آپ کو دیکھنے اور آپ کی تعظیم سننے کے لئے بغداد میں آنے لگے۔ یہودی عیسائی زرتشتی اور مسلمان یہ نیا پیغام سن کر سرگرم ہونے لگے۔ لیکن ملاؤں نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھی اور نہایت شدت سے آپ کے مٹانے کے درپے ہو گئے۔ ایک موقع پر انہوں نے اپنے میں سے ایک عالم کو آپ کے پاس کچھ سوالات دے کر بھیجا۔ قاصد آپ کے جوابات کا قائل اور آپ کے علم سے مات رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ نے یہ علم کہیں سے ظاہری طور پر حاصل نہیں کیا۔ اسے

اعتراف کرنا پڑا کہ علم و ادراک میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تو بھی اس بات کیلئے کہ مٹا آپ کی حقیقت کے معترف ہوں اس نے ثبوت کے طور پر معجزہ دکھانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم معجزہ دکھانے کے لئے اس شرط پر تیار ہیں کہ مٹا جو معجزہ دیکھنا چاہیں اس پر سب متفق الراسے ہو کر جم جائیں اور یہ لکھیں کہ اگر ہم نے وہ معجزہ دکھا دیا تو وہ ہمارے دعوے کو قیاس جان کر ہماری مخالفت کرنا چھوڑ دیں گے اور اگر نہ دکھایا تو ہم چھوٹے ہوں گے۔“

اگر مٹاؤں کا ارادہ سچائی حاصل کرنا تھا تو یقیناً اس سے بڑھکر اور کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا مگر وہ تو اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ سچ یا جھوٹ جیسے بھی ہو وہ اپنا من مانا فیصلہ حاصل کریں۔ وہ سچائی سے ڈرتے تھے اور انہوں نے اس کھلے چیلنج کو قبول کرنے سے گریز کیا۔ اس شکست سے وہ اور بھی جھنجھلا گئے اور اس مظلوم گروہ کی جنگی کے نئے نئے سازشیں کرنے لگے۔ بغداد کا ایرانی کونسل جنرل ابن سازشوں میں شریک و سہیم ہوا اور اس نے شاہ کو متواتر لکھنا شروع کیا کہ بہاؤ اللہ دین اسلام کو بے باک کر رہا ہے اور ایران پر ایک بہت ہی بُرا اثر ڈال رہا ہے۔ اس لئے اسے کسی دور کی جگہ میں جلا وطن کرنا ضروری ہے۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ ایسے موقعوں پر جب مسلمان مٹا اور ایرانی و عثمانی حکومتیں اپنی متحدہ طاقتیں اس تحریک کے ملیا میٹ کرنے پر لگائیں تو آپ خاموشی اور سنجیدگی اختیار کرتے۔ اپنے احباب کی ہمت بڑھاتے اور ہدایت و تسلیت کے جاودانی کلام سے انہیں سنبھالتے اور آگے بڑھنے کی تشویق فرماتے۔ حضرت عبدالبہار بیان فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں کلمات مکتوبہ کس طرح نازل ہوئے حضرت بہاؤ اللہ ان ایام میں اکثر دریا سے دجلہ کے کنارے سیر کرتے اور تشریف لے جاتے۔ آپ جب واپس آتے تو نہایت لبشاش ہوتے اور ہنسیکراہے۔ ان دانائی اور حکمت کے موتیوں کو لکھتے جنہوں نے ہزاروں ہی غم زدہ اور ستم رسیدہ دلوں کو اطمینان اور تسلی بخشی ہے۔ کئی سال تک ان کلمات کی مہر و چھپند

قلعی کا پایا احباب میں رہیں جو انہیں اپنی جان سے بھی عزیز سمجھ کر پوشیدہ رکھتے تھے تاکہ دشمن جو اس وقت ہر طرف بکثرت تھے انہیں نہ لے جائیں۔ آپ یہ چھوٹی کتاب تقریباً ہرزبان میں ترجمہ ہو چکی ہے اور دنیا کے ہر حصہ میں نہایت شوق کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ اسی زمانہ میں کتاب ایقان بھی نازل ہوئی۔ اس کے نزول کی تاریخ غالباً ۱۸۶۲ء اور ۱۸۶۳ء ہے۔

بہت کچھ خط و کتابت کے بعد ایرانی حکومت کے صہار پر حکومت عثمانی نے آپ کو قسطنطنیہ میں لائے جانے کا فرمان بھیجا۔ اس خبر نے آپ کے احباب میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ وہ اپنے محبوب کے گھر کے گرد جمع ہو گئے اور ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ آپ کو بغداد کے نزدیک ایک باغ میں خیمہ لگانا پڑا۔ یہ باغ نجیب پاشا کا باغ کہلاتا تھا اور آپ یہاں بارہ دن تک فریادیں کرتے رہے جن میں آپ سفر کی تیاریوں میں مشغول رہے۔ ان بارہ ایام کے پہلے دن ۲۱ اپریل سے ۲ مئی ۱۸۶۳ء تک یعنی حضرت باب کے اعلان سے ۱۹ سال بعد) آپ نے اپنے چند حیدرہ احباب کو یہ خوشخبری سنائی کہ آپ بی وہ من بیظہر اللہ ہیں جس کی آمد کی خوشخبری حضرت باب نے دی تھی اور جو تمام انبیاء کا موعود ہے جس باغ میں یہ اعلان کیا گیا وہ بہائیوں میں "باغ رضوان" کے نام سے مشہور ہوا۔ اور ان بارہ دنوں میں وہ ایک عید مناتے ہیں جس کا نام عید رضوان ہے۔

حضرت بہار اللہ ان دنوں میں فلکین و شکستہ دل ہونے کی بجائے نہایت بفاش اور قوت و جلال کے مالک نظر آتے تھے۔ آپ کے احباب بھی اسی خوشی اور جوش سے بھر گئے اور لوگوں کے گروہ کے گروہ اظہار مسرت و عقیدت کے لئے آنے لگے۔ بغداد کے تمام شرفاء و امراء حتی کہ گورنر بذات خود اس قیدی کو رخصت کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

بغداد سے قسطنطنیہ کا سفر ۳۰-۳۱ ماہ میں ختم ہوا

قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل

راہ میں آپ نے اور آپ کے احباب نے سردی کے شدید ترین مصائب برداشت کئے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر سب کو ایک بہت ہی تنگ مکان میں مقید کر دیا گیا۔ جنہیں ان تمام آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے بھی مشکل سے جگہ تھی۔ کچھ دنوں بعد آپ کو ایک کشاوہ گھر رہنے کے لئے دیا گیا مگر چار ماہ بعد آپ کو ایڈریانوپل کی طرف بھیج دئے جانے کا فرمان صادر ہوا۔ ایڈریانوپل کا سفر اگرچہ چند یوم میں ہی ختم ہو گیا۔ مگر مصائب اور تکالیف کی شدت میں ان سب سفروں سے بدتر تھا جو آج تک اپنے برداشت کئے تھے۔ پرنسباری نہایت شدت سے ہو رہی تھی اور ان مظلوم مسافروں کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا بھی نہ تھا۔ کھانے کو بہت ہی بڑی غذا ملتی تھی۔ اس طرح تکالیف بہتے بڑھتے یہ گروہ ایڈریانوپل پہنچا۔ جہاں پہنچ کر آپ کو اور آپ کے اہلیت کو جو تعداد میں بارہ شخص تھے ایک تین کمروں کے چھوٹے سے گھر میں مقید کر دیا یہ گھر کہنہ بوسیدہ اور گندہ تھا۔ موسم بہار میں آپ کو ایک بہتر گھر دیا گیا۔ آپ ساڑھے چار سال تک ایڈریانوپل میں رہے یہاں بھی آپ نے تعلیم دینی شروع کی اور کھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑا گروہ آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ یہاں آپ نے عام طور سے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا جسے باہیوں کی کثیر جماعت نے قبول کیا اور بہائی کہلائے۔ ایک چھوٹی سی جماعت نے میرزا یحییٰ کی سرکردگی میں نہایت شدت سے اس کی مخالفت کی اور آپ کے مٹا دینے کی سازشوں میں آپ کے پرانے دشمن شیعوں سے جا ملے۔ یہ قضیہ روز بروز شدید ہوتا گیا۔ آخر کار حکومت عثمانی نے آپ کو مع آپ کے احباب کے عکا بھیج دیا اور میرزا یحییٰ کو جزیرہ قبرس میں روانہ کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۸۶۸ء کا ہے۔

ای زمانہ میں حضرت بہاؤ اللہ اپنی مشہور و معروف آواج
آواج ملوک تمام شاہانِ یورپ، پوپ، شاہ ایران اور حکومت
 ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نام بھیجتے ہیں۔ ان آواج میں اپنے امر کا
 اظہار فرما کر آپ نے انہیں دعوت دی کہ وہ اپنے قوی کو پہنچے دین کے

قائم کرنے اور بین الاقوامی صلح و امن کے پھیلانے میں صہرت کریں۔
 شاہ ایران کی لوح میں آپ نے نہایت قوت سے مظلوم باہیوں کی
 بے قصوری کو ثابت کیا اور شاہ کو دعوت دی کہ وہ آپ کو اور انہیں
 جنہوں نے اس مظلوم گروہ پر ستم رانی کے فتوے دئے ایک جگہ جمع
 کرے مگر شاہ نے اس درخواست پر کوئی عمل نہ کیا۔ ایک نوجوان فنکار
 بہائی جس کا نام بدیع تھا اور جو اس لوح کو لے کر شاہ کے پاس گیا
 شاہ نے اسے گرفتار کر لیا اور دل ہلا دینے والے ڈکھ دے کر اسے شہید
 کیا۔ انٹیں گرم کر کے اس کے زندہ جسم کو جلا جلا کر اسے جام شہادت
 پلایا۔ اسی لوح میں آپ اپنے مصائب کا نہایت دلسوز اور دل ہلادینے والے
 الفاظ میں یوں ذکر فرماتے ہیں :-

” اے بادشاہ! میں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ تکلیفیں اٹھانی ہیں جو نہ کسی
 آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی۔ دوستوں نے میرا انکار کیا اور
 وسیع راستے میرے لئے تنگ ہو گئے۔ میرے آرام و آسائش کا تالاب
 سوکھ گیا اور میری راحت کا سرسبز چمن خشک ہو کر پیلا پڑ گیا۔ کتنی ہی
 بلائیں نازل ہو چکی ہیں اور کتنی ہی اور نازل ہونے والی ہیں۔ میں اس غالب
 اور فیاض (خدا) کی طرف رنج کئے ہوئے رواں ہوں۔ اور میرے پیچھے ایک
 سخت موذی سانپ دوڑتا آتا ہے۔ میرے آشواں قدر بچے کہ میرا بستر تر
 ہو گیا۔ لیکن پھر بھی مجھے کچھ غم نہیں۔ خدا کی قسم میرا سر اپنے مولیٰ اور آقا
 کی محبت میں نیزہ (پہ چڑھنے) کا مشتاق ہے۔ میں جب کبھی کسی درخت کے
 پاس ہو کر گزرا ہوں تو اس سے میرے دل نے یہ بات ضرور کہی ہے کہ
 لے کاش۔ تو میرے نام سے کاٹا جاتا اور سولی بنایا جاتا۔ پھر میرا جسم اپنے
 پروردگار کی راہ میں تجھ پر اچڑھایا جاتا۔ بلکہ بھکواں بات کا غم ہے کہ میں لوگوں
 کو دیکھ رہا ہوں کہ نشہ میں چور ہو کر بیٹھتے پھر رہے ہیں اور انہیں اس کی

کچھ خبر نہیں۔ انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کا مرتبہ بڑھا رکھا ہے۔ اور اپنے محبوب کا درجہ گھٹا دیا ہے۔ گویا کہ انہوں نے خدا کے حکم کو منہسی ٹھٹھا اور کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور با اینہم وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نیکو کار اور اچھے کام کرنے والے ہیں اور امن خداوندی کے مستحکم قلعہ میں پناہ سے چکے ہیں لیکن حقیقت میں ان کا گمان صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کل وہ خود وہی بات دیکھینگے جس کا آج انکار کر رہے ہیں۔ عنقریب ہسکو اس سرزمین موسوم بہ اوردنہ سے نکال کر شہر عکہ کی طرف لیجائینگے اور جیسا کہ لوگ بیان کرتے ہیں شہر عکہ دنیا کے ویران اور بے رونق شہروں میں سے ہے۔ اس کی آب و ہوا نہایت رقی اور ناقص ہے۔ گویا رات دن وہاں آؤ بولا کرتے ہیں اور اس کے اطراف و جوانب سے سولے آؤوں کی آواز کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ لوگوں نے اس غلام کو اسی شہر میں قید کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور راحت اور آسائش کے دروازے ہمارے واسطے بند کر دینے چاہے ہیں اور ہماری زندگی کے جو چند دن باقی رہ گئے ہیں ان میں انہوں نے دنیاوی زندگی کا سامان ہم تک نہ پہنچنے دینا مد نظر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر دکھ درد کے صدمے مجھے کمزور بنا دیں اور ہوک پائیں کی تکلیفیں مجھے ہلاک کر دیں۔ سخت پتھر میرا بستر بنایا جائے اور تنگل کے درندہ جانور میرے موٹس اور ہمدردیہ جانوروں میں مطلق فریاد و زاری نہ کروں گا۔ اور خدا تعالیٰ کی مدد سے جو ازل کا مالکسا اور قوموں کا پروردگار ہے ویسا ہی صبر کروں گا جیسا کہ دورانہ لیش اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنا واپس نے کیا ہے۔ اور میں ہر حال میں اللہ پاک کا شکر کروں گا۔ میں اس کے فضل و کرم سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ میری اس قید کے وسیلے سے اپنے دیگر بندوں کی گردنیں طوق و زنجیر سے آزاد فرمائے گا اور اپنے پاک بندوں کو اپنی غالب اور نہایت بخشش والی ذات پاک کی طرف خلوص کے ساتھ متوجہ بنائے گا۔ بیشک وہی ہر ایک دعا کرنے والے بندہ کی دعا قبول فرماتا اور ہر ایک مناجات

کرنے والے کے پاس موجود ہے۔ ہم اسی پاک پروردگار سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس کالی بلا کو اپنے دین کے حسم کی حفاظت کیواسطے فولادی زرہ بنا دے۔ اور اسی کے ذریعے سے اس کو کاٹنے والی تلواروں اور حسم توڑ کر آہ پار کھجانوالے تیروں سے محفوظ کر دے۔ ہمیشہ پلاء اور مصیبت کے ذریعہ خدا کا حکم دنیا میں جاری اور اس کا امر طبعاً ہوا ہے۔ یہی خدا کی سنت ہے جو اگلے وقتوں سے اسی طرح جاری ہے۔ (مقالہ سیاح ۱۳۴۱ و ۱۳۴۲)

اس زمانہ میں عکا، حکومت عثمانی کا کالا پانی تھا۔ اور بدترین مجرم وہاں قید کئے جانے کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ عکا، پہلے

سجن عکا

پر ان مظلوموں کو جن کی تعداد ۸۰ یا ۸۴ تھی معہ حضرت بہاء اللہ کے فوجی بارکوں میں بند کر دیا۔ جگہ نہایت غلیظ اور سنسان تھی۔ چار پائیاں یا بسترے وغیرہ کچھ نہ تھے خوراک نہایت ہی بُری اور بہت ہی کم دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ان مظلوم قیدیوں نے آخر کار درخواست کی کہ انہیں اپنی خوراک خود خریدنے کی اجازت دی جائے پہلے چند دنوں تک بچے رگاتار دن رات روئے رہے اور کسی کو سونا نصیب نہ ہوا۔ بخار۔ پیش اور دوسری بیماریاں پیدا ہوئیں اور سب کے سب بیمار ہو گئے سولے پانچ آدمیوں کے جو بعد میں ان بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ چار نے ان بیماریوں سے جاہم شہادت نوش کیا۔ اور پسماندگان کی مکالیف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔

یہ سخت قید دو سال تک جاری رہی اور اس دوران میں کسی بہانی کو قید خانے سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ سولے چار اشخاص کے جو پہرہ داروں سے گھرے ہوئے سودا سلفٹ لینے کے لئے بازار جایا کرتے تھے۔

قشد یعنی فوجی بارکیں جو شہر کے باہر تھیں، وہاں قید کے ایام میں کسی کو

۱۴ شہیدوں میں سے دو کے کہن دفن کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حضرت بہاء اللہ نے اپنا فالج بچنے کے لئے دیا مگر سپاہیوں نے بچپہ تو اپنی جیبوں میں ڈالا اور ان دو لاشوں کو کسی گڑھے میں پھینک آئے۔

حضرت بہار اللہ سے ملاقات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایران کے بہت سے بہائی اپنے محبوب کا دیدار حاصل کرنے کے لئے پیدل ایران سے عکا پہنچے مگر انہیں تفصیل کے باہر ہی روک دیا گیا۔ وہ ایک میدان میں جاتے جو تیسری خندق کے قریب تھا اور جہاں سے حضرت بہار اللہ کی کوٹھڑی کی کھڑکیاں نظر آتی تھیں۔ حضرت بہار اللہ کھڑکی میں آ کر انہیں اپنا جمال دکھاتے اور وہ رو کر اس جمال جہاں آ کر دیکھتے اور نئے شوق و جذبہ سے بھر کر خدمت و شہادت کے لئے واپس لوٹتے۔

آخر کار قید کی شدت کم ہوئی۔ افواج عثمانی کی نقل و حرکت کے سبب قسطنطنیہ فوجی ضروریات کے لئے

سختی میں کمی

خالی کرایا گیا۔ حضرت بہار اللہ مع اپنے اہلیت کے ایک گھر میں چلے گئے اور احباب کو شہر میں ایک سرائے میں جگہ مل گئی۔ آنحضرت سات برس تک اس گھر میں نظر بند رہے۔ پہلے پہل جگہ کی قلت کے سبب آپ نے اور آپ کے اہلیت نے بہت تکلیف اٹھائی۔ صرف حیار چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں تھیں جن میں آپ کو رہنا ہوتا تھا۔ کچھ مدت بعد کچھ کمرے آپ کو دئے گئے جہاں ایک گونہ راحت کے ساتھ آپ رہنے لگے۔ قسطنطنیہ سے باہر آنے کے بعد زائرین کو آپ سے ملنے میں کوئی روک نہ تھی۔ اور آہستہ آہستہ شاہی فرمان سے جو رکاوٹیں آپ پر عائد کی تھیں کم ہوتی گئیں۔ اگرچہ کبھی کبھی انہیں ویسی ہی شدت سے جاری کر دیا جاتا تھا۔

قید کے سخت ترین ایام میں بھی بہائی کبھی یوں نہ ہوتے تھے اور اپنے مولیٰ پران کے مضبوط

دروازہ سخن کا کھلنا

اعتقاد میں کبھی جنبش نہ ہوتی تھی۔ قسطنطنیہ میں سخت قید کے زمانہ میں حضرت بہار اللہ نے اپنے احباب کی افواج میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ خود نہ کرو

یہ دروازے کھل جائینگے۔ میرا خیمہ کوہِ کرمل پر نصب ہوگا اور نہایت مسرت حاصل ہوگی۔

پشینگوئی احباب کے اطمینان کا بڑا سبب ہوئی اور آحسراکار لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ دروازہ سجن کے کھلنے کا حال ہم حضرت عبدالبہاء کے الفاظ میں ترجمہ کر کے لکھتے ہیں :-

”حضرت بہاء اللہ سبزہ اور مناظر مضافات کو بہت پسند فرماتے تھے۔ بچپن اپنے فرمایا سناںات برس ہوئے میں نے سبزہ نہیں دیکھا۔ مضافات روح کی دنیا ہے اور شہر جسم کا جہان ہے جب میں نے یہ سنا تو میں سمجھ گیا کہ آپ شہر سے باہر رہنا چاہتے ہیں اور مجھے یہ یقین تھا کہ آپ کی مرضی کے پورا کرنے کے لئے جو کچھ میں کروں گا اُس میں کامیاب ہونگا۔ عکا میں اُس وقت ایک شخص تھا جس کا نام محمد باشا صفت تھا۔ اس شخص کا ایک محل تھا جسے مزرع

کہتے تھے اور جو شہر کے شمال کی جانب چار میل پر تھا۔ اس محل کے ارد گرد باغ تھے اور ایک نہر اس کے پاس سے گذرتی تھی۔ یہ شخص ہمارا سخت مخالف تھا۔ میں نے اس شخص کے گھر پر جا کر اس سے ملاقات کی اور کہا پاشا آپ نے محل کو خالی چھوڑ رکھا ہے اور شہر میں رہتے ہوئے اس نے کہا میں بیمار اور مفلوج ہوں۔ شہر کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ اگر میں وہاں جاتا ہوں تو تہنا رہنا ہوتا ہے اور میرے دوست مجھ سے مل نہیں سکتے۔ میں نے کہا جب آپ وہاں نہیں رہتے اور اُسے خالی چھوڑ رکھا ہے تو اُسے ہمیں ہی کرایہ پر دے دو۔ پہلے تو وہ اہر متعجب ہوا مگر پھر فوراً ہی راضی ہو گیا۔ میں نے بہت ہی کم کرایہ پر یہ محل اُن سے پانچ سال کے لئے لے لیا۔ اور ۷۵ روپے سالانہ کے حساب سے اُسے پانچ برس کا کرایہ بھی پیشگی دیدیا۔ میں نے قلیوں کو بھیج کر جگہ کی مرمت کرائی باغوں کو درست کرایا۔ اور ایک حمام وہاں بنوایا۔ میں نے جمال مبارک کے لئے

لے جمال مبارک حضرت بہاء اللہ کا ایک خطاب تھا جو احباب اُن سے منسوب کیا کرتے تھے۔

ایک گاڑی بھی بنوائی۔ ایک دن میں نے خود جا کر جگہ کو دیکھنا چاہا۔ اگرچہ بپے دینے
 فرمان جاری ہو چکے تھے کہ ہمیں نصیب سے باہر جانے کی اجازت نہیں۔ میں
 بے ٹھٹکے دروازہ شہر سے باہر چلا گیا۔ سپاہی پہرے پر کھڑے تھے مگر وہ
 مزاحم نہ ہوئے اور میں سیدھا اس محل کے دیکھنے کے لئے چلا گیا۔ دوسرے
 دن میں چند آحاب اور انسروں کے ساتھ پھر دروازہ شہر کے باہر گیا اور کسی نے
 مزاحمت نہ کی۔ حالانکہ سنتری اور سپاہی دروازہ کے دونوں طرف کھڑے تھے۔
 اسی طرح ایک اور دن میں نے بھی کے درختائے صنوبر کے نیچے شہر کے امراء
 کی دعوت کی اور شام کو ہم بلا کسی مزاحمت کے شہر کو واپس آ گئے۔

ایک دن میں جمال مبارک کے حضور میں گیا اور عرض کی مزرع کا محل آپ
 کے لئے تیار ہے اور وہاں لے جانے کے لئے گاڑی بھی حاضر ہے۔ اس وقت عکا
 اور حیفامیں گاڑیاں نہ تھیں، حضرت بہاء اللہ نے جانے سے انکار کیا اور کہا
 میں توقیدی ہوں“ میں نے ایک دن پھر عرض کی مگر آپ نے وہی جواب دیا۔
 میں نے جرات کر کے ایک دن تیسری مرتبہ پھر پوچھا مگر آپ نے فرمایا نہیں“
 اس کے بعد پھر عرض کرنے کی میں جرات نہ کر سکا۔

اس وقت عکا میں ایک شخص مسیح نام تھا جو بہت ہی بارسوخ تھا۔ یہ
 شخص آپ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتا تھا اور آپ بھی اس پر بہت عنایت
 فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ بہت جبری ہیں۔ آج رات کو
 آپ حضور میں جائیں اور گھٹنوں پر گر کر دونوں ہاتھ پکڑ کر اس وقت تک نہ تھوڑیں
 جیتک آپ حضرت جمال مبارک سے شہر چھوڑنے کا وعدہ نہ لے لیں۔ یہ شخص
 عرب تھا..... یہ سیدھا حضرت بہاء اللہ کے پاس گیا اور آپ کے قدموں میں
 بیٹھ گیا۔ اس نے جمال مبارک کے ہاتھ پکڑ کر چومے اور کہا آپ شہر کو کیوں نہیں
 چھوڑتے؟ آپ نے جواب دیا میں قیدی ہوں، شیخ نے عرض کیا خدا نہ کرے!
 کس کی طاقت ہے کہ آپ کو قید کرے۔ آپ نے تو خود اپنے آپ کو قید میں رکھا ہے

یہ تو خود آپ کی مشیت تھی کہ آپ قید ہوں۔ اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ باہر تشریف لائیں اور محل کو چلیں۔ یہ نہایت خوبصورت اور سربزرگے درخت نہایت پیارے اور نارنگیاں آگ کے گیندوں کی طرح ہیں۔

جتنی دفعہ جمال مبارک فرماتے تھے کہ ”میں قیدی ہوں یہ نہیں ہو سکتا“ اتنی ہی دفعہ شیخ آپ کے ہاتھ پکڑ کر چوسنا رہا۔ گال ایک گھنٹہ تک وہ اسی طرح عرض کرتا رہا۔ آخر کار حضرت بہاء اللہ نے فرمایا ”خیلے خوب“ بہت اچھا اور شیخ کا صبر اور اصرار پھیل لیا۔ وہ خوشی سے اچھلنا ہوا میرے پاس آیا اور حضرت بہاء اللہ کی رضامندی کی خوشخبری مجھے دی۔ سلطان عبدالعزیز کے سخت فرمان کے باوجود ہمیں مجھے جمال مبارک سے ملنے کی سخت ممانعت تھی میں گاڑی لیکر دوسرے دن دربار مبارک پر حاضر ہوا اور آپ کو ساتھ لے کر محل کی طرف لے گیا اور کوئی بہارا مزاحم نہ ہوا۔ میں آپ کو وہاں چھوڑ کر خود شہر کو آ گیا۔

آپ دو سال تک اس خوبصورت اور بہاری جگہ رہے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ آپ بھی میں تشریف لے جائیں۔ اسوقت یہ اتفاق ہوا کہ بھی میں ایک وبا نمودار ہوئی اور گھر کا مالک حوت دہراس سے اپنے خاندان کے لوگوں سمیت گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہتا تھا اور گھر کو پلا کر ایسی کسی کو دینا چاہتا تھا۔ ہم نے گھر کو بہت کم کرایہ پر لے لیا اور وہاں اصلی حشمت و جلال کے دروازے کھول دیئے گئے۔

حضرت بہاء اللہ برائے نام قیدی تھے۔ کیونکہ سلطان عبدالعزیز کے فرمان کبھی منسوخ نہ ہوئے تھے مگر حقیقت میں آپ نے اپنی زندگی و سلوک میں ایسی شرافت اور ایسا دبدبہ دکھایا کہ سب آپ کی عزت کرتے اور آپ کی عقیدت رکھتے تھے۔ فلسطین کے گورنر آپ کے اثر اور قوت پر رینگتے تھے۔

گورنر متصرف اور جنرل اور بڑے بڑے افسر نہایت عاجزی سے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی درخواست کرتے جو شاذ و نادر ہی آپ منظور فرماتے۔

ایک موقع پر شہر کے حاکم نے اسی قسم کی درخواست کی اور جب یہ بتلائی کہ اُسے حکام باٹا سے حکم آیا ہے کہ وہ فلاں جرنیل کو ساتھ لیکر آپ کو ملاقات کرے۔ درخواست منظور کر لی گئی اور حاکم مع جرنیل کے جو بہت موٹا یورپین تھا۔ حضور میں آیا۔ جرنیل آپ کے جلال سے ایسا متاثر ہوا کہ جب حضور میں آیا دروازہ کے پاس گھٹنوں پر گر گیا۔ دونوں کی یہ حالت ہوئی کہ آنحضرت کے متواتر فرمانے پر انہوں نے نرغولی پینے کے لئے لی۔ تب بھی انہوں نے اُسے صرف اپنے لبوں سے لگا کر رکھ دیا اور ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے اور ایسے عجز و احترام سے بیٹھے رہے کہ سب حاضرین متعجب تھے۔

آپ کے احباب کی مخلصانہ محبت۔ افسروں اور اُمراء کی آپ کے لئے سقنم و عزت، زائرین اور سالکین راہ ہدایت کی آپ کے حضور میں جمعیت جلال مبارک کے پر جلال اور شاہانہ چہرہ کے گرد دفنائے خدمت و عقیدت۔ آپ کا نفوذ و مشیت آپ کے پر جوش پیستادوں کی تورا۔ یہ سب کے سب امور اسباب کے شاہد ہیں کہ حضرت بہاء اللہ فی الحقیقت قیدی نہ تھے بلکہ بادشاہوں کے بادشاہ تھے۔ دو خود مختار بادشاہ آپ کے خلاف تھے۔ دو مستبد طاقتور سلطنتیں آپ کے کچلنے کے لئے کوشاں تھیں مگر ان کی قید میں ہوتے ہوئے آپ نے انہیں اپنی لوح میں پر زور الفاظ سے خطاب کیا جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعایا سے خطاب کرتا ہو۔ پھر سخت فرامین سلطان کے باوجود آپ بھی میں ایک بادشاہ کی طرح رہتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے بیشک بیشک نہایت بدترین قید خانہ بہشت عدن بنا دیا گیا ہے۔ یقیناً ایسی بات آفرینش دنیا سے آج تک دیکھنے میں نہیں آئی،

سختی اور مصائب کے ایام میں اپنے یہ دکھا کر کہ انسان فقر و فاقہ و
ایام سبھی | ولت میں کس طرح خدا کا جلال ظاہر کر سکتا ہے۔ آپ نے ایام سبھی
 میں یہ دکھایا کہ انسان عرق و ثروت کی حالت میں کس طرح خدا کا شکر ادا کر سکتا ہے۔
 ہزاروں ہی احباب کے ہدایا حضرت بہاء اللہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے جن کا

خرچ کر تا آپ کے اختیار میں تھا آپ اپنی ذات اور اپنے اہلیت کے لئے وہی ساوہ زندگی اختیار کئے رہے اور اس روپیہ کو تبلیغ امر میں صرف کیا۔

آپ کے گھر کے نزدیک احباب نے ایک نہایت خوبصورت باغ لگایا جس کا نام انہوں نے رضوان رکھا۔ اس باغ میں آپ کئی کئی دن تشریف رکھتے۔ رات کو ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں جو اسی باغ میں بنی ہوئی تھی راحت فرماتے بعض اوقات آپ سبزہ زار میدان میں دور تک نکل جاتے، عکا اور حیف بھی جاتے اور آپ نے کوہ کرل پر کئی دفعہ خمیہ بھی نصب کیا اور اس طرح آپ کی وہ پیشینگوئی بھی پوری ہوئی جو ایام سخن تشلہ میں آپ نے فرمائی تھی آپ کا وقت زیادہ تر عبادت و ذکر و شغل، دعا و مناجات، کتب مقدسہ اور الواح کے نزول اور احباب کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں گذرتا۔ اس عظیم کام میں رُکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے دوسرے سب کام حضرت عبداللہ اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ عالموں اور شاعروں اور حکومت کے افسروں سے آپ ہی ملاقات کرتے جو ہمیشہ آپ کے بیانات سے مطمئن ہو کر جاتے اور آپ کی ملاقات سے شکر گزار ہوتے اور آپ کی ملاقات سے آپ کے والد ماجد کی عظمت و شان کو سمجھتے۔

مشہور و معروف مستشرق کیمبرج یونیورسٹی کے مرحوم پروفیسر برائون جنہوں نے سنہ ۱۸۹۱ء میں حضرت بہا اللہ سے ملاقات کی اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں :-

”میرا رہنا ایک پردہ کے قریب تھوڑی دیر ٹھہرا یہاں تک کہ میں نے اپنے بوٹا اتار لیا۔ اس کے بعد میں پردہ اکٹھا کر ایک وسیع کمرہ میں داخل ہوا۔ میرے سامنے کمرہ کے اوپر کے حصہ میں ایک مسند تھا اور دروازے کے مقابل دو یا تین کرسیاں رکھی تھیں۔ مجھے کچھ یوں ہی سا خیال ہوا کہ میں کہا لیجایا جا رہا ہوں اور کس سے ملاقات کرنے والا ہوں کیونکہ

مجھے یہ نہ بتایا گیا تھا کہ میرا رہنما مجھے کہاں لیجائے گا۔
 دو یا تین سکند گدڑے ہونگے کہ رعب اور تعجب سے میرا دل دھڑکنے
 لگا کیونکہ گمرہ خالی نہ تھا۔ کمرہ کے ایک گوشہ میں مسند پر میں نے ایک صلح و تقاریر
 اور محترم بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ایک ٹوپی جو درویشوں کے تاج کی طرح
 تھی بلکہ اس سے ذرا اونچی آپ کے سر پر تھی اور اس تاج کے گرد ایک
 سفید چھوٹا سا عامہ لپٹا ہوا تھا۔ اس پہرہ کو جس پر اس وقت میری نظر
 پڑی تھی میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ اگرچہ اس کا بیان کرنا میری قوت
 سے باہر ہے۔ چمکتی ہوئی آنکھیں جو انسان کی روح تک کو دکھتی معلوم ہوتی
 تھیں کشادہ پیشانی جس سے جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ پیشانی اور چہرے کی
 چھریاں جس عمر کا اظہار کر رہی تھیں آپ کے سیاہ بال اور سیاہ وارٹھی
 جو قریباً کمر تک پہنچتی تھی اس کی تردید کر رہے تھے۔ اس بات کے ملانے
 کی ضرورت نہیں کہ میں کس کے حضور میں گھڑا تھا۔ تقدیم مراسم تعظیم
 کے لئے میں اس کے سامنے جھک گیا جس کی ایسی محبت اور برکت
 کی جاتی ہے جس کا بادشاہ رشک کریں اور جس کے لئے شاہنشاہ بے فائدہ
 آہیں بھریں۔

ایک ملائم مگر پر رعب آواز نے مجھے بیٹھے کا ارشاد فرمایا اور کہا بھگت
 کہ تم فائز ہوئے۔ تم ایک قیدی اور جلا وطن سے ملنے کے لئے آئے ہو۔
 ہم بچنے صلاح عالم و فلاح آئم کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ مگر لوگ ہم سے
 ان مفیدین کا سا سلوک کرتے ہیں جو قید و جلا وطنی کے مستحق ہوں۔ ہم چاہتے
 ہیں کہ تمام قومیں ایک دین کی پابند ہو جائیں۔ تمام انسان بھائی بھائی بن جائیں
 انسانوں میں محبت و اتحاد کے رشتے مضبوط ہو جائیں۔ مذہبی اختلافات
 اور قومی جھگڑے ان کے درمیان سے اٹھ جائیں ان باتوں میں کیا عیب ہے؟
 ہاں اسی طرح ہو کر رہے گا۔ یہ بے اثر جھگڑے اور تباہ کن جھگڑیں برطرف ہو جائیں

اور ان کی بجائے صلح اکبر قائم ہوگی۔ کیا تم بھی یورپ میں اس کے محتاج نہیں ہو، کیا یہی وہ بات نہیں جس کی حضرت مسیح نے خبر دی تھی؟ تمہارے بادشاہ اور حکام اموال و خزانوں کو بچائے اصلاح بلاؤ اور آسائش و عافیت میں صرف کرنے کے نوع البشر کی تخریب میں صرف کر رہے ہیں۔ یہ جھگڑو یہ لڑائیاں، یہ خونریزیاں اور اختلاف اب ختم ہو جانے چاہئیں۔ تمام لوگ ایک خاندان کی طرح مل کر زندگی بسر کریں کسی شخص کو اس بات کا فخر نہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وطن کو دوست رکھتا ہے بلکہ یہ بات فخر کے لائق ہے کہ وہ تمام نوع بشر کو دوست رکھتا ہے۔

جس قدر میں یاد رکھ سکا یہ اور ایسے ہی اور کلام میں نے بہار اللہ سے سنے وہ جو ان الفاظ کو پڑھتے ہیں سوچیں کہ آیا اس قسم کے اعتقادات موت و قید کے مستحق ہیں کیا ان کے انتشار سے دنیا کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟

(ضمیمہ ترجمہ انگریزی تفسیر ص ۳۹)

صعود

اس سادگی اور سنجیدگی سے حضرت بہار اللہ نے اپنی زندگی کے

آخری دن گزارے اور ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء کو ۷۷ سال کی عمر میں بخار سے بیمار رہ کر صعود فرمایا۔ آپ کی آخری لوح کتاب عہدی تھی جس میں آپ نے اپنی وصیت اپنی قلم مبارک سے لکھی اور اسے اپنے دستخط اور قلم سے مزین فرمایا۔ آپ کے صعود کے نو دن بعد آپ کے فرزند اعظم نے چند اجاب اور سب اہلیت کے سامنے اس کی تہوں کو توڑا۔ اور لوح پڑھی گئی۔ اس وصیت میں آپ نے حضرت عبداللہ بہار کو اپنا جانشین اور اپنی تعالیم کا مفسر مقرر فرمایا اور تمام اہلیت و اجاب کو عبداللہ بہار کی طرف توجہ کرنے اور آپ کے حکموں کے آگے تسلیم خم کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اس وصیت سے آپ کو فرقہ بازی اور اختلاف کی بجگنی اور امر میں اتفاق و اتحاد منظور تھا۔

بہار اللہ کے مقام کا صحیح خیال ہونا ضروری ہے۔ آپ کے کلمات دوسرے مظاہر آہی کے کلمات کی طرح دو قسموں میں منقسم

کئے جاسکتے ہیں۔ ایک تو وہ جن میں آپ ایک ایسے انسان کی طرح کلام فرماتے ہیں جو خدا کی طرف سے اپنے اہل نوع کو پیغام دینے کے لئے آیا ہو۔ دوسرے وہ کلمات جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ خود خدا بول رہا ہے، کتاب الیقان میں آپ فرماتے ہیں :-

ان مشارق الہیہ سے چمکے ہوئے شمس کے دو مقام ہم نے پہلے بیان کئے ہیں ایک مقام توحید اور تائبہ تقریب چنانچہ پہلے ذکر ہوا کہ لا فترق بین احدیٰ منہم۔ ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے (سورۃ البقرہ)

دوسرے مقام مقام تفصیل و عالم خلق اور ربوبہ حدودات بشریہ ہے۔ اس مقام میں ہر ایک کے لئے ایک ہیٹل مقرر ایک امر معین، ایک ظہور مقدر اور ایک حد مخصوص ہے۔ چنانچہ ہر ایک، ایک اسم سے موسوم اور ایک صفت سے موسوف تھا۔ ہر ایک، ایک نئے امر اور نئی شرع پر مامور تھا جیسا کہ فرمایا ہے
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (سورۃ البقرہ)
یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض کے ساتھ خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجات کو بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید فرمائی۔

مقام توحید اور علو تجرید میں ربوبیت اور الوہیت۔ فالص احدیت اور مطلق ہوتیت ان جو اہر وجود پر اطلاق کی جاتی ہے۔ کیونکہ سب ظہور اللہ کے عرش پر ممکن ہیں اور ستر الہی یعنی جمال خدا ان کے جمال سے ظاہر ہے۔

دوسرے مقام میں جو دنیوی تفصیل دیکھتے۔ تکریم و اشارات و کنایات کا مقام ہے سراسر عبودیت۔ فالص فقر اور پوری پوری فنا ان سے ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا فرمایا ہے
الْحَقُّ عَبْدُ اللَّهِ وَمَا آتَاكُم بِشَيْءٍ مِّثْلَهُ مِنْ يَسْتَكْمِلُ فِي خَلْقِهِ (سورۃ البقرہ)
میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں

اگر مظاہر جامعہ سے یہ سنا جائے اتنی انا اللہ (میشک میں خدا ہوں) بالکل صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ ان کے ظہور و صفات و اسماء سے خدا کا ظہور خدا کا اسم اور خدا کی صفت دنیا میں ظاہر ہوتی ہیں..... اسی طرح اگر وہ کہیں کہ تم خدا کے بندے ہے "یہ بھی ظاہر و ثابت ہے کیونکہ وہ انتہائی رتبہ عبودیت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس قسم کی عبودیت کے ساتھ دنیا میں ظاہر ہو۔ اسی لئے ان جو اہر وجود نے خدائی پاک سمندروں میں استعراق کی حالت میں اور سلطان حقیقی کے معارج معانی پر ارتقار کے وقت ربوبیت اور الوہیت میں کلام فرمایا۔ اگر صحیح طور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ اس رتبہ میں انہوں نے ہستی مطلق اور بقا سے صرف کے مقابل اپنے میں انتہائی نیتی و قنما مشاہدہ فرمائی ہے گویا اپنے آپ کو بالکل معدوم جانا ہے اور اس ساحت میں اپنے ذکر کو شرک سمجھا ہے۔ پس جو کچھ وہ الوہیت۔ ربوبیت۔ نبوت۔ رسالت۔ ولایت۔ امامت اور عبودیت کے بارے میں کہیں وہ سب صحیح ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔"

(کتاب ایقان فارسی صفحہ ۴۸ تا ۱۵۱)

حضرت بہاء اللہ جب مقام بشریت سے کلام فرماتے ہیں تو اپنے لئے کامل عجز اور فنا فی اللہ کے مقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ عالم بشریت میں ظہور کو دوسرے لوگوں سے جو چیز متاثر کرتی ہے وہ اس کا کامل امیٹار اور اسکی طاقتوں کی کامیابی ہے۔ سب حالتوں میں وہ یہ کہنے پر قادر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح نے بائبل کھسنی میں کہا تھا "تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔"

روح السلطان میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں

لے بادشاہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے معمولی بندوں کی طرح اس کا ایک بندہ تھا۔ اور راحت کے بستر پر آرام سے سو یا ہوا تھا کہ چاک خدا کی نسیم لطف مجھ پر ہو کر گذری اور جو کچھ ابتداء سے آفرینش سے اب تک ظہور میں آیا اس کا اس نے مجھے علم دیا۔ یہ بات میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اسی غالب باخبر کی طرف سے ہے۔ اسی نے مجھے

حکم دیا ہے کہ میں دنیا میں اُس کے نام کی سنادی کروں۔ اس حکم کی بجا آوری میں مجھے وہ مصیبتیں پھیلنی پڑیں کہ انہیں دیکھ کر عارفوں کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ میں نے نہ وہ علوم پڑھے ہیں جو لوگوں میں مروج ہیں اور نہ میں کبھی کسی مدرسہ میں داخل ہوا جس شہر میں میرا مقام تھا آپ وہاں کے باشندوں سے دریافت کر لیجئے، آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ میں ہرگز جھوٹا نہیں ہوں، یہ ایک پتہ ہے جس کو پترے اسی پروردگار کی ہوائے مشیت نے حرکت دی ہے جو سب پر غالب اور ہر طرح قابل تعریف ہے، کیا تیز اور تند ہواؤں کے جھونکوں کے سامنے ایک پتہ بھی ٹھہر سکتا ہے؟ اس بارہ صفات کے مالک کی قسم ہرگز نہیں، بلکہ وہ ہوا میں جس طرف اور جس طرح چاہیں گی اُسے اڑاتے پھر چکی، قدیم کے سامنے فانی چیز کا وجود نہیں، اسی کا حکم آیا جو کسی طرح ٹٹن نہیں سکتا اور اسی نے مجھے کل جہانوں میں اپنے ذکر کے ساتھ گویا کیا۔ میں اُس کے حکم کے آگے بے اختیار ہوں، پترا پروردگار جو نہایت بہر بان رحم والا ہے اسی کے ارادہ کے بلکہ نے مجھے جدھر چاہا پھیر دیا۔ کیا کسی شخص کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسی باتیں اپنی زبان سے نکالے جن کو سنتے ہی تمام اعلیٰ و ادنیٰ بندے اس پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کرنے لگیں اور ہر ایک اُس کی مزاحمت کرے؟ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے قلم کو عالم قدم کے اسرار تعلیم فرمائے ایسی باتیں بجز اُس شخص کے جو خدا سے قادر و مقتدر کی طرف سے نوید ہو اور کوئی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔ (مقالہ سیاح صفحہ ۳۶۵)

جس طرح حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں کے پاؤں دھونے تھے اسی طرح حضرت بہار اللہ بعض اوقات اپنے احباب کے لئے کھانا پکاتے اور ایسے ہی دوسرے کام کرتے، آپ قنادیوں کے خادم تھے اور خدمت پر ہمیشہ اکتفا کرتے، خدمت کے وقت بغیر بستر فرش ہی پر سو جاتے، سوکھی روٹی اور پانی پر گزارہ کرتے اور بعض اوقات بھوکے ہی رہتے اور اُسے خدائی غذا کہا کرتے تھے، آپ کا کابل عجز ایں بات سے ظاہر تھا کہ آپ قدرت، انسانی طبیعت اور فاضلہ انبیاء اولیاء

شہداء کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لیکر بڑی سے بڑی چیز تک آپ کی نظر میں خدائی شان تھی۔

آپ کی انسانی شخصیت کو خدا نے برگزیدہ کیا کہ خدا کے کلام کے نزول کا ذریعہ اور اس کی قلم ہو۔ آپ نے اس رتبہ کو جو مصائب و تکالیف کا بے نظیر مقام تھا اپنی مرضی سے اختیار نہ کیا تھا جس طرح حضرت مسیح نے کہا تھا: باب اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے مل جائے۔ اسی طرح حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں:-

اگر کوئی دوسرا مکلم و مفسر دکھائی دیتا تو ہم کبھی اپنے آپ کو لوگوں کے طعن و تشنیع اور تمسخر کا نشانہ نہ بناتے۔ (روح اشراقات)

خدائی آواز صاف اور حاکمانہ تھی اور آپ نے اس کی اطاعت کی۔ خدا کی مشیت آپ کی مشیت اور خدا کی رضا آپ کی رضا ہوئی۔ جگتی ہوئی تسلیم کیسیا کہ آپ نے اعلان کیا۔ ”بیشک میں اعلان کرتا ہوں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں ہم پر وارد ہوتا ہے وہ محبوب جان اور مقصودِ روان ہے۔ ہم قاتل اس کی راہ میں شہد سے اور اس کے نام کے لئے مصائب ٹھنڈا اور تازگی بگھٹنے والا پانی ہے۔“ (کتاب ابن ذئب)

دوسرے موقعوں پر جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں آپ مقام الوہیت کی کلام فرماتے تھے۔ ایسے کلمات میں آپ کی انسانی شخصیت ایسی محو ہو جاتی ہے کہ اس کا نشان بھی نہیں ملتا۔ آپ کے ذریعے خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اپنی محبت کا اپنے بندوں کے لئے اظہار فرماتا ہے۔ اپنی صفات نہیں دکھاتا ہے۔ اپنی مشیت کو انہیں جتاتا ہے۔ ان کی ہدایت کے لئے اپنے توہین انہیں دیتا ہے اور انہیں نصیحت کرتا ہے کہ وہ اس سے محبت کریں اور اس کی اطاعت و خدمت کریں۔

حضرت بہار اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعتاً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے

اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔
مقام بشریت سے کلام فرماتے ہوئے بھی یہاں اللہ اس طرح کلام
فرماتے ہیں جس طرح خدا کا فرستادہ کلام کرے اور لوگوں کو رضا سے الہی کے
سامنے کامل تسلیم کا زندہ نمونہ بن کر دکھائے۔ آپ کی تمام زندگی روح القدس
سے بھر پور تھی۔ اس لئے آپ کی زندگی اور تعلیمات میں بشری و الہی عناصر کے
درمیان کوئی صاف خط نہیں کھینچا جاسکتا۔ خدا آپ سے کہتا ہے :-

”کہدے میری ہیکل میں بجز خدا کی ہیکل کے۔ میرے جمال میں بجز
خدا کی جمال کے۔ میری کینونت میں بجز خدا کی کینونت کے۔ میرے نفس میں
بجز اس کے نفس کے۔ میری حرکت میں بجز اس کی حرکت کے۔ میرے سکون
میں بجز اس کے سکون کے۔ میری قلم میں بجز اس کی قلمِ اعلیٰ و اعظم کے اور کچھ
دکھائی نہیں دیتا۔ کہدے میری روح میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں اور
مجھ میں سوائے خدا کے اور کچھ مشہور نہیں۔“ (سورۃ الہیکل)

حضرت بہار اللہ کا کام | حضرت بہار اللہ کا کام اس دنیا میں وحدت
و اتحاد پیدا کرنا ہے۔ یعنی وحدتِ عالمِ انسانی

کو وجود میں لانا ہے۔ خدا کی طرف سے آپ فرماتے ہیں :-
شجرۃ عرفان کا سب سے روشن پھل یہ کلمہ علیا ہے کہ سب
ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہیں
کسی کو یہ فخر نہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنے وطن سے محبت رکھتا ہے
بلکہ فخرِ اس بات پہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنی جنس کو پیار کرتا ہے۔

پہلے انبیاء نے دنیا میں ایک ایسے زمانہ کے آنے کی پیشینگوئیاں کی تھیں
جب زمین بہ امن اور بندوں کے درمیان صلح جلوہ گر ہوگی۔ اور سب نے
اس کی آمد کو قریب بنانے کے لئے اپنی زندگیاں قربان کیں۔ سب نے شفقتاً
صریح الفاظ میں بتایا ہے کہ یہ مبارک امر خداوند کی آمد کے بعد واقع ہوگا۔ تعزیری

ایام میں جب شہریوں کو سزا اور راستبازوں کو جزا ملے گی۔
حضرت زردشت نے پیشینگوئی کی تھی کہ تین ہزار برس انقلابات و
فسادات میں گزریں گے پھر شاہ بہرام جو دنیا کا منجی ہے ظاہر ہوگا اور امن کو
جو بدی کی روح ہے برباد کرے گا اور دنیا میں راستبازی اور امن کا
دور دورہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ نے رب الافواج کے ظاہر ہونے سے پہلے بنی اسرائیل
کے لئے جلا وطنی مطلوبیت اور بے پناہی کی ایک لمبی مدت کی پیشینگوئی
فرمائی تھی اور کہا تھا کہ رب الافواج کے ظہور کے بعد وہ انہیں تمام اقوام سے
جمع کرے گا۔ تاکہ ظالموں کو برباد کرے اور اپنی بادشاہت کو زمین پر قائم کرے۔
حضرت مسیح نے فرمایا:۔ خیال نہ کرو کہ میں زمین پر امن پھیلانے کے لئے
آیا ہوں۔ میں امن نہیں بلکہ تلوار چلانے کے لئے آیا ہوں (متی ۱۰: ۳۴)۔
اور آپ نے پیشینگوئی فرمائی کہ جنگوں اور جنگوں کی افواہوں اور سختیوں
اور تکلیفوں کے بعد جو ابن آدم کی آمد تک جاری رہیں گی وہ باپ کے جلال
میں آئے گا۔

حضرت محمد نے فرمایا کہ غلط کاریوں کے سبب اللہ نے یہودیوں اور
عیسائیوں میں دشمنی اور نفرت ڈالی جو قیامت تک جاری رہے گی۔ جب
خدا ان سب کا انصاف کرنے کے لئے آئے گا۔

حضرت بہار اللہ اعلان فرماتے ہیں کہ وہ تمام انبیاء کے موعود ہیں
وہ ظہور الہی ہیں جس کے دور میں دنیا میں امن و امان صحیح طور سے قائم ہوگا
یہ اعلان لاثانی اور بے نظیر ہے کسی نے پہلے ایسا اعلان نہیں کیا۔ مگر موجودہ
زمانہ کے آثار اور تمام انبیاء کی پیشینگوئیوں کے ساتھ اس کی مناسبت صاف
رہن اور بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت بہار اللہ نے بے نظیر صراحت و وضاحت کے ساتھ نوع انسان میں

قیام امن و اتحاد کے وسائل کا بیان فرمایا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آمد بہاؤ اللہ کے وقت سے اب تک ایسی جنگ اور ایسی بربادیاں ظاہر ہوئی ہیں کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھیں۔ یہ ٹھیک ان انبیاء سے اعظم کی پیشینگوئیوں کے مطابق ہے جنہوں نے صاف صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ عظیم و مہیب یوم اللہ کے طلوع ہونے پر یہ باتیں ظاہر ہوں گی۔ اس لئے ان امور کا دنیا میں ظاہر ہونا اس خیال کا ثبوت ہے کہ خداوند کی آمد نزدیک نہیں بلکہ وہ اب آچکا ہے۔ حضرت مسیح کی تمثیل کے مطابق کہ انگوری باغ کا الٹ باغ دوسروں کو دینے سے پہلے جو اسے وقت پر پھل لاکر دینگے شریکاشکایوں کو نہایت بُری طرح ہلاک کرے گا:

کیا اس تمثیل سے یہ مراد نہیں کہ خداوند کی آمد پر استبدادی خود مختار حکومتیں، لاپچی اور متعصب دینی پیشوا، کٹا یا ظالم سردار جنہوں نے صد ہا برس سے شریکسالوں کی طرح اس دنیا پر حکومت کی اور اس کے پھل اپنے مفاد پر خرچ کرتے رہے ہلاک کئے جائیں گے؟

دنیا میں ابھی کچھ دیر تک مہیب واقعات اور عظیم انقلابات ہوتے رہیں گے مگر بہاؤ اللہ نے ہمیں یقین دلا دیا ہے کہ بہت جلد یہ بے ثمر نساوات یہ برباد کن جنگیں نابود ہو جائیں گی اور صلح اکبر قائم ہوگی؟

جنگ و فساد اپنی تباہی و بربادی کے سبب اب اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ نوع انسان یا تو اس سے خلاصی پائے یا ہلاک ہو جائے۔

موجودہ وقت آگیا اور اس کے ساتھ موجودہ منجی بھی آگیا

آپ کا کلام | آپ کا کلام نہایت وسیع اور جامع ہے۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر اس میں ہدایات موجود ہیں۔ کہیں انفرادی اور معاشرتی پہلو پر تعلیمات ہیں کہیں مادی و روحانی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں قدیم و جدید کتب الہیہ کے

معانی بتلائے گئے ہیں اور کہیں دور و نزدیک آئندہ زمانہ کی پیشینگوئیاں ہیں۔ آپ کے علم کی جامعیت و صحیح نہایت حیرت انگیز ہے۔ آپ نہایت اختیار اور یقین انگیز طریقہ سے ان کتب الہیہ کے حوالکات دیتے اور ان کے معانی بیان فرماتے ہیں جن سے آپ کا مخاطب یا سائل واقف ہوتا تھا۔ حالانکہ ظاہر آپ کے پاس کوئی معمولی وسائل ایسے نہ تھے جن سے ان کتب مقدسہ کو دیکھ سکتے۔ آپ کتاب ابن ذئب میں فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرت باب کی کتابوں کے پڑھنے کا نہ تو وقت ہی ملا اور نہ موقع ہی نصیب ہوا۔ پھر بھی آپ اپنی کتابوں میں کامل علم و ادراک کے ساتھ ان کے بیانات ذکر فرماتے ہیں۔

اگرچہ سوائے پروفیسر برادین کی ملاقات کے جنہوں نے ۱۸۹۰ء میں چار مرتبہ آپ سے ملاقات فرمائی اور ہر ملاقات میں ۲۰ یا ۳۰ منٹ تک آپ کے حضور میں رہے آپ نے کسی متنوع مغربی اہل خیال سے ملاقات نہ فرمائی تھی تو بھی آپ مغربی دنیا کے معاشرتی، ملکی اور دینی سوالات پر حیرت انگیز طریقہ سے حادی نظر آتے تھے یہاں تک کہ آپ کے دشمنوں کو بھی اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ آپ کے علم اور آپ کی دانائی کی نظیر انہوں نے آج تک نہیں دیکھی۔ آپ کی عمر بھر کی قید و نظر بندی اس گمان کو نامکن بنا دیتی ہے کہ آپ نے علم کی یہ بیٹن بہا دولت اکتسابی طریقوں سے حاصل کی تھی جو آپ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ اس میں کسی شک کو جگہ نہیں کہ آپ نے یہ علم کسی روحانی منبع سے حاصل کیا تھا جو کتابوں یا استادوں کے معمولی وسائل سے بالا و برتر تھا۔

کبھی تو آپ جدید فارسی میں کلام فرماتے تھے جو آپ کے ہوطنوں کی مادری

سے جب حضرت عبدالہیاء سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حضرت بہاء اللہ نے اہل مغرب کی کتابوں کا خاص طور سے مطالعہ فرما کر اپنی تعلیمات کو ان کے مطابق قائم کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرت بہاء اللہ کی کتابیں ۶۰ سال پہلے لکھی اور چھاپی گئی تھیں اور ان میں یہ خیالات و اصول نازل کئے گئے تھے جو اب اہل مغرب میں اس قدر مقبول ہیں۔ مگر اس زمانہ میں یہ خیالات نہ تو چھپے ہی تھے اور نہ اہل مغرب کے خیال میں ہی آتے تھے۔

زبان تھی۔ جس میں عربی کا ایک بڑا حصہ شامل تھا اور کبھی صاحبِ علم زرتشتیوں کو خطاب کرتے ہوئے خالص فارسی زبان استعمال فرماتے تھے۔ زبانِ عربی میں بھی پوری پوری فصاحت سے لکھتے تھے۔ کبھی تو بہت سادہ زبان میں اور کبھی قدیم طریقہ میں جو قرآن کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ ادبی تعلیم حاصل کئے بغیر ان مختلف زبانوں پر آپ کا کامل اقتدار ایک حیرت انگیز امر ہے۔

آپ کی بعض کتابوں میں صراطِ مستقیم یا نیک زندگی کی راہ کو ایسے سادہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ بقول اشعیا نبی ایک بے وقوف سالک بھی اس میں غلطی نہیں کر سکتا۔ (اشعیا ۳۵: ۸)

بعض کتابوں میں شاعراتہ تخیل اور اسلامی زرتشتی و دیگر کتب مقدسہ کے فلسفہ اور اشارات یا فارسی و عربی علم ادب و تاریخ کی ایک ایسی پیش بہادولت جمع ہے جس کا صرف شاعر فلاسفر یا عالم ہی پوری طرح لطف اٹھا سکتا ہے۔ بعض میں روحانی زندگی کے ان بالائی مقامات کا ذکر ہے جنہیں صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جو سچے مقامات سے گزر چکے ہیں۔

آپ کی کتابیں ایک لغتوں سے پُر دسترخوان کی طرح ہیں جس پر ہر قسم کی ایسی مزیدار غذائیں اور پھلکھ چیریں چینی ہوئی ہیں جو ہر سچے طالبِ حق کی ضروریات و مذاق کے موافق ہیں۔

یہی سبب ہے کہ آپ کا امر علماء روحانی شعراء اور مشہور مصنفین پر زیادہ مؤثر ہوا۔ اہل تصوف کے بہت سے شیوخ اور اکثر سیاسی وزراء آپ کے کلمات کو پڑھ کر منقلب ہو گئے۔ کیونکہ آپ کے کلمات شیرینی اور عذابی معانی کی گہرائیوں کے سبب سب دوسرے مصنفین سے بہت بالا دہرتے تھے۔

دور و دراز سخن عکاس سے بہاد اللہ نے اپنے وطن ایران ہی میں

بہائی روح | نہیں بلکہ تمام دنیا میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ وہ روح جو آپ میں اور آپ کے ہمراہیوں میں کام کر رہی تھی اگرچہ ہر حالت میں قانع بتواضع

اور ملا کہ تھی مگر ایک حیرت انگیز طاقت اور آسمانی قوت تھی۔ اس نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا یعنی طبع انسان کو بدل دیا۔ جو لوگ اس کے زیر اثر آئے وہ ایک نئی خلق بن گئے۔ وہ ایسے شوق و جذب اور محبت و ایمان سے بھر گئے کہ دنیوی مسرت و نعم انہیں بیچ نظر آنے لگے۔ خدا پر بے خوف توکل کی طاقت سے بھر پور ہو کر وہ دائمی ستم یا شدید ترین موت کا نہایت متانت ہی سے نہیں بلکہ انتہائی مسرت کے ساتھ مقابلہ کرتے۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ ان کے دل اس نئی زندگی کی خوشیوں سے ایسے لہریز ہو گئے تھے کہ ان میں اپنے ظالموں کے خلاف دشمنی یا سب کے لئے جگہ ہی نہ تھی۔ مدافعت کے لئے تشدد کے استعمال کو انہوں نے بالکل ترک کر دیا۔ اور بچانے اس کے وہ اپنی قسمت پر روتے۔ انہوں نے اپنے آپ کو نہایت خوش قسمت جانا کہ انہیں یہ نورانی دین ملا۔ اور انہوں نے اس کی تصدیق کی تصدیق میں اپنا خون بہا یا۔ ان کے دل مسرت کے راگ گانے کے مستحق تھے کیونکہ انہیں کامل یقین تھا کہ خدا کے محبوب و بزرگ و برتر انسانی زبان کے ذریعہ ان سے ہمکلام ہوا ہے۔ اور اس نے انہیں اپنے بندے اور احباب کہہ کر پکارا ہے۔ وہ اپنی بادشاہت دنیا میں قائم کرنے آیا ہے اور جنگ و فساد سے ٹھکی ماندی دنیا میں صلح و امن کا بیش بہا نور اپنے ساتھ لایا ہے۔

بہار اللہ نے اس ستم کا ایمان اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا۔ آپ نے جیسا کہ حضرت باب نے پہلے سے فرما دیا تھا اپنے کام کا حوزہ اعلان کیا۔ اور آپ کے بشر کی فداکارانہ کوششوں کے سبب ہزاروں ہی آپ کی آمد پر لبیک کہنے کیلئے طیار تھے۔ ہزاروں ہی جنہوں نے وہم و تعصب کی بندشوں کو توڑ کر پھینک دیا تھا اور جو پاک قلب اور روشن سینوں کے ساتھ خدا کے موعود بہار کے ظہور کے منتظر تھے افلاس اور بیڑیاں۔ حسرتہ حالی اور ظاہری ذلت ان کے خداوند کے روحانی جلال کو ان سے نہ چھپا سکیں۔ بلکہ ان تاریک دنیوی حالات نے انکی اصلی جلال کی روشنی کو اور بھی دوہلا کر دیا۔

چوتھا باب

عبداللہ

”جب دریا سے وصال خشک ہو جائے اور نوشتہ آغاز فیصلہ انجام کو پہنچ جائے تو من ارادہ اللہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ جو اس اصل قدیم کی شایع ہے“
(بہار اللہ)

پیدائش اور پاپن | عباس آفندی جو بعد میں عبداللہ کے نام سے معروف ہوئے حضرت بہار اللہ کے سب سے بڑے فرزند ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء مطابق ۵ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ جمہورت کو عین اس وقت پیدا ہوئے جبکہ حضرت باب نے اپنے ظہور کا اعلان فرمایا تھا۔

آپ ابھی ۸ برس کے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار جن سے آپ کو نہایت گہری محبت تھی طہران کے قید خانے میں قید کر دیئے گئے۔ آپ کے گھر کا سب مال و متاع لوٹ لیا گیا اور آپ کے اہل خاندان کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ عبداللہ بتاتے تھے کہ ایک دن آپ کو اپنے پارے باپ کو صحن قید خانہ میں دیکھنے کی اجازت مل گئی۔ آپ نے دیکھا کہ بہار اللہ کی حالت ہولناک تھی۔ بیماری کے سبب آپ بمشکل قہل سکتے تھے۔

آپ کے سر اور واڑھی کے بال اُسکھے ہوئے تھے۔ گردن لوہے کی بھاری زنجیروں کے دباؤ سے شل ہو کر سوجی ہوئی تھی۔ بدن زنجیروں اور پٹیوں کے بوجھ سے دبا ہوا تھا۔ اس نظارہ نے میرے حساس دل پر ایک ایسا داغ لگایا جو کبھی نہ مٹے گا۔

قیام بغداد کے پہلے ہی سال یعنی بہار اللہ کے اعلانِ ظہور سے دس برس پہلے عبدالبہار نے جو ابھی نو سال ہی کے تھے اپنی تیز بصیرت سے یہ اہم انکشاف حاصل کیا کہ لاریب آپ کے والد ہی وہ موعود ہیں جس کا تمام بانی انتظار کر رہے ہیں۔ اس واقعہ کے کوئی ساٹھ سال بعد آپ ہوقت کا جسوقت یہ یقین آپ کی تمام فطرت پر غالب آیا اس طرح بیان فرماتے ہیں :-

میں جمالی مبارک کا بندہ ہوں۔ بغداد میں میں بچہ تھا۔ اس حالت میں اور اس جگہ بہار اللہ نے مجھ پر کلمہ کا القاء فرمایا اور میں آپ پر ایمان لایا جو نبی آپ نے کلمہ کا القاء مجھ پر کیا میں نے اپنے آپ کو آپ کے پاک قدموں پر ڈال دیا اور نہایت سنت و ساجت سے التجا کی کہ آپ میری جان کو اپنی راہ میں قربانی کے لئے قبول فرمائیں۔ قربانی آہ۔ یہ لفظ مجھے کیسا پیایا لگتا ہے۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے کوئی عنایت نہیں ہو سکتی۔ اس عزت سے بڑھ کر بھلا اور کون سی عزت ہو سکتی ہے کہ میں اپنی گردن اس کی خاطر زیر زنجیروں دیکھوں۔ اپنے ماؤں کو اس کی محبت میں گرفتار زنجیر مشاہدہ کروں۔ اس جسم کو اس کے اُمّ کے لئے کٹا ہوا یا سمندر کی گہرائیوں میں پھینکا ہوا پاؤں۔ اگر سچ سچ ہم اس کے سچے عاشق ہیں۔ اگر فی الحقیقت میں اس کا خالص بندہ ہوں تب مجھے اپنی جان کو اس کی مبارک دہلیز پر قربان کرنے کی دریغ نہ کرنا چاہئے۔

(دیرزا احمد سہراب کی ڈائری، جنوری ۱۹۱۹ء)

قریباً اسی وقت سے آپ کے دوست آپ کو "سُر اللہ" کے نام سے

پکارنے لگے۔ یہ لقب آپ کو حضرت بہاؤ اللہ نے دیا تھا اور بغداد کے دوران قیام میں آپ عموماً اسی نام سے معروف تھے۔
جب آپ کے والد بزرگوار دو سال کے لئے صحرانشین ہوئے تو عباس کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔

ان دنوں آپ کی تسلی کا باعث حضرت باب کی الراح کو لکھنا اور انہیں حفظ یاد کرنا تھا۔ وقت کا بہت سا حصہ آپ تنہائی اور گمیان وھیان میں گزارتے جب آپ کے والد واپس آئے تو آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

جوانی | اس وقت سے آپ اپنے والد کے نہایت ہی قریب ہونے لگے گویا کہ آپ ان کی حفاظت کیا کرتے۔ اگرچہ آپ ابھی نوجوان ہی تھے مگر آپ نے حیرت انگیز دانائی و فراست ظاہر کی اور ان ہتھیار ملاقا توں سے بچنے کا کام اپنے ذمہ لیا جو آپ کے والد بزرگوار سے بڑے آستے تھے۔ اگر آپ دیکھتے کہ بچنے والا حق کا مستلاشی ہے تو آپ اسے اپنے باپ کے حضور میں لیجاتے ورنہ کسی کو حضرت بہاؤ اللہ کے پاس نہ جانے دیتے بہت موقعوں پر آپ سائلین کے سوالات و مشکلات حل کرنے میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتے۔ مثلاً جب ایک صوفی شیخ بنام علی شوکت پاشا نے اس مشہور و دیرینہ کھنڈ "کسزاً عقیلاً" کا مطلب پوچھا تو حضرت بہاؤ اللہ نے ستر اللہ عباس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا مطلب لکھنے کا حکم دیا۔ نوجوان عباس نے جو اس وقت پندرہ یا سولہ برس کے تھے فوراً ایک اہم رسالہ کی صورت میں ایک ایسا البصیرت افروز بیان لکھا کہ پاشا نے موصوف و مدطہ حیرت میں پڑنے یہ رسالہ عام طور سے بہائیوں کے پاس ہے اور اہل بہاء کے علاوہ دوسروں میں بھی بہت مشہور ہے۔

ان ایام میں عباس اکثر مساجد میں جایا کرتے اور علماء و فضلاء کے ساتھ دینی مسائل پر بحث و تمحیص کرتے۔ آپ کسی سکول یا کالج میں نہ پڑھے تھے آپ کے

واحد معلم آپ کے والد تھے۔ آپ کا تفریحی شغل گھوڑے کی سواری تھی اور آپ اس میں بہت شوق اور لطف ظاہر کرتے۔

بیرون بغداد باغ میں حضرت بہاء اللہ کے اعلانِ ظہور کے بعد عبدالبہاء کی اپنے باپ سے محبت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ قسطنطنیہ کے طویل سفر میں آپ رات دن حضرت بہاء اللہ کی محافظت کرتے۔ دن کو آپ کی گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے۔ رات کو آپ کے خیمہ کے پاس کھڑے رہتے۔ جہاں تک ممکن تھا آپ اپنے والد کو تمام خانگی امور اور ذمہ داریوں سے آزاد کر دیا تھا اور سب خاندان کے اطمینان اور آسائش کا باعث بنے ہوئے تھے۔

دران قیام اور نہ (ایڈریانوئل) میں عبدالبہاء کی ہر و لغزیزی یاد و اغیار میں جیسا تھی۔ آپ لوگوں کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ اور "سمرکار آغا" کے لقب سے پکارے جاتے۔ عسکار میں جب قریباً سب کے سب تپ مخرقہ پلیر یا اوربیش میں مبتلا ہوئے تو آپ ہیروں کو نہلاتے۔ انہیں پکا کر کھانا کھلاتے اور ان کی تیمارداری کرتے راتوں کو ان کے پاس جانتے رہتے جتنی کہ تھک کر آپ خود بھی ہمیش میں مبتلا ہوئے۔ اور قریباً ایک ماہ تک نہایت خطرناک حالت میں رہے۔ اور نہ کی طرح عسکار میں بھی گورنر سے لیکر نقیر تک سب قسم کے لوگ آپ سے محبت رکھتے اور آپ کی عزت کرتے۔

عبدالبہاء کی شادی کے حالات امر بہائی کے ایک ایرانی مورخ نے یوں بیان کئے ہیں :-

شادی

"عبدالبہاء کے ایام جوانی میں آپ کی شادی کا سوال فطرتاً حجاب کے لئے ایک نہایت ہم سوال تھا اور بہت سے لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ یہ عزت کا آج ان کے خاندان کو نصیب ہو مگر ایک عرصہ تک عبدالبہاء نے شادی کا کوئی میلان ظاہر نہ کیا اور کوئی اس کی حکمت سے واقف نہ تھا۔ بعد ازاں یہ ظاہر ہوا کہ ایک لڑکی ہے جس کی قسمت میں عبدالبہاء کی زوجہ ہونا لکھا ہے۔ اس لڑکی کی پیدائش

اصفہان میں حضرت باب کی برکت و دعا کے ذریعہ اس طرح سے ہوتی تھی کہ اس
 لڑکی کے باپ کا نام میرزا محمد علی تھا جو حضرت سلطان الشہدار و محبوب الشہدار کا حوا
 تھا۔ اس طرح یہ لڑکی اصفہان کے نہایت ہی شریف اور امیر خاندان سے تعلق رکھتی تھی
 جب حضرت باب اصفہان میں تھے تو میرزا محمد علی کے اولاد نہ ہوتی تھی اور آپ کی
 زوجہ بچے کے لئے ترستی تھی۔ میرزا محمد علی نے حضرت باب سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی
 حضرت باب نے اسے ایک سیب دیا اور کہا کہ تم دونوں اسے کھا لو۔ سیب
 کھانے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ان کی دلی آرزو رانی اور نوہینے بعد ایک لڑکی
 پیدا ہوئی جس کا نام انہوں نے منیرہ خانم رکھا۔ رلوقا کی انجیل کے پہلے باب میں
 جو یوحنا بیٹسہ دینے والے کی پیدائش کا واقعہ لکھا ہے اس سے اس واقعہ کا مقابلہ
 نہایت پر لطف ہے۔ اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے سیدی
 رکھا اور پھر اور بھی بچے ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد منیرہ خانم کا والد فوت ہو گیا۔ اس کے
 چچا زاد بھائی نزل السلطان کتاؤں کے ہاتھ شہید ہوئے اور سارا خاندان کا خاندان
 بیانی ہونے کے سبب ظلم و ستم کا نشانہ اور بلاد و مصیبت کا شکار ہوا۔ حضرت
 بہاء اللہ نے تب منیرہ خانم اور سیدی بچی کو حفاظت کے لئے عکا آئے کی اجازت
 دیدی۔ حضرت بہاء اللہ اور حضرت نوابہ خانم والدہ عبدالبہار نے منیرہ خانم سے اپنی
 عنایت و مہربانی ظاہر کی کہ سب سمجھ گئے کہ آپ اسے عبدالبہار کی زوجہ بنانا چاہتے تھے
 ماں باپ کی رضا عبدالبہار کی رضا تھی۔ حضرت عبدالبہار منیرہ خانم سے بہت محبت
 رکھتے تھے اور وہ بھی آپ سے محبت کرتی تھیں۔ اور جلد ہی آپ کی شادی ہو گئی۔
 آپ کی اولاد میں سے صرف چار لڑکیاں طویل قیام کی سختیوں کو سہہ کر زندہ
 رہیں اور یہ اپنی خدمت کے سبب ان سب لوگوں کی نظر میں عزیز ہیں جنہیں ان کی
 سلطنت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے اکثر اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ عبدالبہار
 مرکز عشاق | آپ کے بانٹین ہو گئے۔ اپنے صعود کے کئی سال قبل

آپ نے خدا کی طرف سے کتاب اقدس میں یہ نازل فرمایا تھا آپ نے بہت سے موتوں پر حضرت عبدالبہاء کو "مرکزِ ميثاق" "عضنِ اعظم" "فرعِ اصلِ قدیم" لکھا ہے۔ حضرت بہار اللہ ہمیشہ آپ کو "سرکارِ آغا" کہہ کر بلا پکارتے تھے اور سب اہل خاندان کو ہدایت کرتے تھے کہ آپ کی خاص عزت و تعظیم کریں۔ اور کتاب عہدی جو حضرت بہار اللہ کا وصیت نامہ ہے اس میں صریح طور پر کلمات صاف ہدایات دی ہیں کہ آپ کے بعد سب عبدالبہاء کی طرف متوجہ ہوں۔

جمالِ مبارک کے صعود کے بعد عبدالبہاء نے وہ مہدہ اختیار کیا جو آپ کے والد نے صاف طور سے ظاہر کر دیا تھا یعنی آپ بہائی تحریک کے رئیس اور اپنے والد کی تعلیمات کے واحد با اختیار مفسر ہوئے۔ یہ بات آپ کے بعض رشتہ داروں اور دوسروں کو ہر ہی لگی۔ جو آپ کے ایسے ہی دشمن ہو گئے جیسے حضرت بہار اللہ کا دشمن صبح ازل تھا۔ ان لوگوں نے احباب کے درمیان نا اتفاقی اور فساد پھیلانے کی کوشش کی اور جب اس میں کامیاب نہ ہوئے تو حکومت ترکیہ کے پاس آپ کے خلاف جھوٹے الزام لگانے شروع کئے۔

اپنے والد کی ہدایت کے مطابق عبدالبہاء کوہ کرمل کی اس سمت جس طرف حیفہا ہے ایک عمارت بنوار ہے تھے جس میں حضرت باب کا روضہ مبارکہ ہونا تھا اور مجالس و عبادات کے لئے کچھ کمرے ہونے تھے۔ ان مفسدین نے ترکی منسروں کو کہا کہ عبدالبہاء یہ ایک قلعہ تعمیر کروا رہے ہیں اور عبدالبہاء اور اس کے ساتھی اس قلعہ سے حکومت کی مخالفت کرنا اور ملک شام پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔

اس بہتان کا اور ایسے ہی دوسرے الزامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالبہاء اور آپ کے خاندان

سخت قید کا دوبارہ عائد ہونا

کو جو بیس سال سے صرف نظر بند تھے اور عقار کے گروچند میل تک آجائے تھے سات سال تک پھر فیصل بند شہر میں بند کر دیا۔ اس پابندی نے آپ کو ایشیا یورپ اور امریکہ میں امر بہائی کی اشاعت سے نہ روکا۔ مسٹر ہولیس ہالی اس زمانے کا

حال یوں تحریر فرماتے ہیں :-

عبداللہ کے پاس اُسے اپنا دوست اور معلم سمجھ کر ہر جنس، ہر مذہب اور قوم کے مرد اور عورتیں آتی تھیں۔ وہ آپ کے دسترخوان پر معزز مہمانوں کی طرح بیٹھے اور آپ سے اپنے خیالات کے بموجب معاشرتی، روحانی یا اخلاقی پروگرام پر سوالات پوچھتے اور چند گھنٹوں سے لیکر کئی مہینوں تک آپ کے ہاں ٹہر کر مطمئن تازہ اور متنور ہو کر گھروں کو لوٹتے۔ یقیناً دنیا میں کوئی ایسا مہمانخانہ نہ تھا جیسا کہ یہ تھا اس کی چار دیواری میں ہندوؤں کی ذات پات کی سختی موسم کی طرح گھپل جاتی۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے نہ ہی تعصبات کی صرف ایک یاد باقی رہ جاتی۔ سوائے پر جوش اور عشقِ انردمنہ دلوں کے فطرتی قانون کے اور ہر ایک رسم صاحبِ خانہ کی اکتادار انگیز محبت اور ہمدردی کے آگے گرد کی طرح اڑ جاتی۔ یہ نظارہ کنگ آرتھر اور گول میز کی مانند تھا۔ فرق یہ تھا کہ یہ آرتھر عورتوں اور مردوں دونوں کو سر باز بنا کر تلوار کے ساتھ نہیں بلکہ کلام کے ساتھ دنیا میں فتوحات حاصل کرنے کے لئے بھیجتا۔ ” (مادرن سوشل ریجن ۱۹۱۱ء)

ان ایام میں عبداللہ دنیا کے ہر ملک کے احباب اور سائلین کے ساتھ ایک عظیم سلسلہ خط و کتابت میں مشغول تھے۔ جو وقت بچتا اس کا اکثر حصہ بیماریوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے گھروں میں جا کر ان سے ملنے میں گذرتا اور عکاس کے اس حصہ میں جہاں غرباء و فقراء آباد تھے۔ سرکار آغا سے بڑھکر کوئی ملاقاتی مبارک نہ تھا۔ ایک زائر جس نے اس زمانہ میں عکاس کی زیارت کی لکھتا ہے :-
عبداللہ کی یہ عادت ہے کہ ہر جمعہ کی صبح کو غرباء میں خیرات تقسیم کرتے ہیں۔ اپنے معمولی سے ذخیرہ سے وہ ہر ایک حاجتمند کو جو اس کی امداد لینے کے لئے آتا ہے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔ آج صبح قریباً سو افلاس زدہ عورتیں اور مرد اس گلی میں جس میں عبداللہ کا گھر ہے قطار باندھے بیٹھے تھے۔ آہ! ان انسانوں کے گروہ کی حالت ناقابلِ بیان ہے۔ سب قسم کے مرد، عورتیں، بچے، غریب

مفلس۔ مایوس۔ اوجہ ننگے۔ اکثر لنگڑے۔ اندھے فی الحقیقت ننگے مسکین
منتظر بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بہار دروازہ سے باہر تشریف لائے۔ آپ
ہر ایک کے پاس گئے۔ ہر ایک پھیلے ہوئے ہاتھ میں کچھ نقدی رکھ دی۔
ہمدردی اور نہایت افزائی سے باتیں کیں۔ پیار سے بچوں کے چہروں پر
ہاتھ پھیرے۔ ایک بوڑھی عورت نے آپ کے دامن کو مضبوط پکڑ لیا۔ آپ کے
نہایت شفقت سے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہمدردانہ باتوں سے اس کا دل خوش
کر دیا۔ عمر رسیدہ اندھوں سے نہایت شفقانہ باتیں کیں اور جو کمزوری اور
بیماری کے باعث نہ آسکے تھے ان کے بارہ میں پرسش کی اور ان کا جھنڈ
ان کے لئے بھیج دیا۔“ (تلمیح آت عبداللہ بہار ص ۱۱)

عبداللہ بہار کی ذاتی ضروریات نہایت مختصر تھیں۔ آپ رات کو دیر تک اور
صبح سویرے ہی سے کام کرنے لگ جاتے۔ دن میں دو دفعہ نہایت سادہ غذا
کھاتے۔ آپ کا لباس کم قیمت کپڑوں کا بنا ہوتا۔ آپ دوسروں کی محتاجی کے
ہوتے ہوئے خود آرام سے رہنا نہ چاہتے تھے۔

آپ چھوٹے بچوں، پھولوں اور نظارہ ہائے قدرت سے بہت محبت
رکھتے تھے۔ ہر صبح چھ یا سات بجے کے قریب سارا خاندان چائے کے لئے
ایک جگہ جمع ہوتا۔ اور سرکار آنا کے چائے پیتے دمت گھر کے چھوٹے بچے
سناجات تلاوت کرتے۔ مسٹر تھارٹن چیز ان بچوں کے بارے میں یوں تحریر
فرماتے ہیں :-

”ایسے بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ متواضع۔ بے غرض۔ دوسروں کا خیال
رکھنے والے۔ باحیا۔ سمجھدار اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی جن سے بچے محبت
رکھتے ہیں ایثار سے پُر۔“ (ان ٹیلی ماہ)

پھولوں کی تواضع عطا کی زندگی کا ایک خاص پہلو تھا۔ جس کا ہر ایک زائر
کچھ نہ کچھ نشان اپنے ساتھ لایا۔ مسز لوفس لکھتی ہیں :-

”جب سرکار آغا پھولوں کو سونگتے ہیں تو یہ نظارہ ہنایت و لکشم ہوتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا پھول آپ کو کچھ بتلا رہے ہیں۔ جب آپ انہیں دونوں ہاتھوں میں لیکر اپنا چہرہ ان میں چھپا لیتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کان ایک خوش آواز راگ ایک مجمع توجہ کے سُننے کی کوشش کر رہا ہے“ (میری عکاک کی زیارت کا مختصر سوال)

عبدالہیاء اپنے بے شمار ملاقاتیوں کو خوبصورت اور خوشبودار پھولوں کے تحائف دینے پسند فرماتے تھے۔ سطر تھارٹن پیپر عکاک کی نظر بند زندگی کے متعلق اپنے خیالات کا یوں اظہار فرماتے ہیں:-

”پانچ دن ہم ان دیواروں کے اندر اس قیدی کے ساتھ جو سب سے بڑے قید خانہ میں رہتا ہے رہے۔ قید خانہ امن کا قید خانہ ہے۔ محبت اور خدمت کا قید خانہ ہے۔ اس میں کوئی خواہش یا چاہت سوائے اس کے نہیں کہ نوع انسان کی بھلائی۔ دنیا کے امن۔ اہل خدا کے اقرار اور انسانوں کا بطور اس کی حقوق اور فرزند ہونے کے حقوق کا اعتراف کیا جائے۔ فی الحقیقت اصلی قید خانہ دم گھٹانے والی فضا۔ قلب کی تمام سچی خواہشات سے محرومیت۔ دنیوی حالات کی جکڑ بندی ان پتھر کی دیواروں کے باہر ہیں۔ ان کے اندر آزادی اور فدائی بیچ کا پاک نور پھیلا ہوا ہے۔ دنیوی چیزوں کے لئے تمام تکالیف شور و فساد اور تفکرات ان کے اندر داخل نہیں ہو سکتے۔“ (ان میسجس ص ۲۲)

اکثر لوگوں کو نظر بند زندگی کی سختیاں پر آشوب مصائب معلوم ہوتی ہونگی لیکن عبدالہیاء کے لئے ان میں کوئی خوف نہ تھا۔ نظر بندی کی حالت میں آپ لکھتے ہیں:-

”میری قید و بلا کے لئے رنجیدہ نہ ہو۔ کیونکہ یہ قید خانہ میرا خوبصورت بلع قصر و اربہشت اور نوع انسان کے درمیان میری ملکوت کا عرش ہے۔ قید میں میری بلائیں میرا وہ تاج ہے جس کے سبب میں راسخا زوں کے درمیان ممتاز ہوں۔“

”راحت، آرام، کامیابی، صحت اور خوشی و فراغت کی حالت میں ہر کوئی خوش رہ سکتا ہے۔“ پر اگر کوئی بلا و مصیبت کے وقت خوشی اور صبر سے رہے تو یہ اس کی شرافت کا ثبوت ہے۔“ (الواح عبدالبہار، انگریزی جلد دوم صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷)

ترکی کمیشن تحقیقات

۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۶ء میں حکومت ترکی کی طرف سے عبدالبہار کے خلاف الزامات کی تفتیش کے لئے

کمیشن مقرر ہوئے اور جھوٹے گواہوں نے آپ کے خلاف گواہی دی۔ عبدالبہار نے الزامات کی تردید کرتے ہوئے ہر اس حکم کو جو کمیشن آپ پر لگانا چاہے نہایت خوشی سے قبول کرنے کی رضامندی ظاہر کی۔ آپ نے ان سے کہا کہ اگر وہ آپ کو قید میں ڈالیں۔ گلیوں میں تشہیر کریں۔ لعنت کریں۔ آپ پر تھوکیں۔ پتھر اڑ کریں ہر قسم کی ذلت آپ پر روا رکھیں۔ پھانسی دیں یا گولی کا نشانہ بنائیں تب بھی آپ نہایت خوش رہیں گے۔

تحقیقاتی کمیشنوں کے اجلاس کے درمیانی وقفوں میں آپ نہایت منتہا سے اپنی روزانہ زندگی کے پروگرام کی پیروی فرماتے۔ روحانی آزادی کے نور اور دبدبہ کے ساتھ آپ باغ میں بیوہ دار و رحمت لگایا کرتے اور محافل شادی کی سرپرستی فرماتے۔

اٹلی کے کونسل نے آپ کو جس بندرگاہ پر آپ جانا چاہیں سلامتی سے لیجا کا وعدہ پیش کیا۔ مگر آپ نے اس پیشکش کو شکر یہ کے ساتھ نہایت استقلال سے منظور کیا اور فرمایا کہ کچھ بھی ہو میں حضرت باب اور حضرت جمال مبارک کے لقیں قدم پر چلوں گا جنہوں نے کبھی بھی اپنے دشمنوں سے بچنے یا بھاگ جانے کی کوشش نہیں کی۔

مگر آپ نے اکثر بہائیوں کو عکا، کے قُرب و جوار سے چلے جانے کی تشویق دی جو ان کے لئے بہت خطرناک ہو گیا تھا۔ اور خود چند وفادار دوستوں کے ساتھ اپنی قسمت کے فیصلے کے منتظر رہے۔

چار رشوت خوار افسر جو آخری تحقیقاتی کمیشن کے ممبر تھے ۱۹۰۶ء کی موسم سرما کے اوائل میں جلاوطن اور ایک ماہ رہے اور اپنی مزعومہ تحقیقات کر کے دستخطیہ کو لوٹ گئے یہ رپورٹ کرنے کے لئے کہ عبداللہ بہار کے خلاف الزامات سچے ثابت ہوئے ہیں اور اسے یا تو جلاوطن کر دیا جائے یا سولی دیدیا جائے۔

وہ ابھی ترکی میں پہنچے ہی تھے کہ انقلاب شروع ہوا اور یہ چاروں کمشنر جو پہلی حکومت کے بدترین افسر تھے اپنی جانیں لیکر مالک غیر کو بھاگ گئے۔ نوجوان ترکوں نے اپنی حکومت قائم کی اور سلطنت عثمانیہ کے تمام سیاسی اور دینی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ ستمبر ۱۹۰۸ء میں عبداللہ بہار کو تیس سالہ آزادی ملی اور ۱۹۰۹ء میں سلطان عبدالحمید جو آپ کو جلاوطن کرنا چاہتا تھا خود مقتید ہو گیا۔

آزادی کے بعد عبداللہ بہار اسی لگاتار کوشش کے ساتھ اپنی پاک زندگی گزارتے رہے۔

مالک غرب میں آپ کے سفر

تعلیم دینے، خط و کتابت کرنے، غرباء اور بیماروں کی خدمت کرنے کا سلسلہ ویسے ہی جاری رہا۔ صوفیہ فرقہ ہوا کہ آپ عکاظ سے حیفان میں آ رہے۔ اور وہاں سے کبھی کبھی اسکندریہ تشریف لیجاتے۔ حتیٰ کہ اگست ۱۹۱۰ء میں آپ مغربی دنیا کے پہلے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس سفر مغرب میں عبداللہ بہار ہر خیال کے آدمی سے ملے اور حضرت بہار اللہ کے اس حکم کو پوری طرح بجالاتے کہ عاشقہ مع الادبیات کتھا بالروح والریحان۔ سب قسم کے لوگوں سے خوشی و خرمی کے ساتھ ملے۔

ستمبر ۱۹۱۰ء کے اوائل میں آپ لندن پہنچے اور ایک ماہ تک وہاں تشریف فرما رہے۔ اور اس عرصہ میں علاوہ سائمن سے روزانہ گفتگو کرنے کے آپ نے سٹیٹس میں رپورٹ آرہے کمپل کی کانگریس اور سینٹ جان ویسٹ منسٹر کے گرجے میں آرٹس ڈکین ولبر فورس کی کانگریس کو خطابات دلکچر، دیئے۔ لارڈ میٹرنے آپ کی دعوت کی اور وہاں بھی آپ نے ایک ولولہ انگیز خطاب دیا۔ یہاں سے آپ پیرس تشریف لیئے جہاں آپ کا اکثر وقت مختلف اقوام و اجناس کے افراد کو روزانہ خطابات دینے میں

صرف ہوتا۔ دسمبر میں آپ مصر واپس تشریف لے گئے اور دوسری موسم بہار میں آپ امریکن ایل بہاء کی پہلے درپے درخو استوں کے جواب میں ایالات متحدہ امریکہ کو تشریف لے گئے اور اپریل ۱۹۱۳ء میں نیویارک پہنچ گئے اور سات ماہ تک آپ نے امریکہ کے اسی ساحل سے اسی ساحل تک سفر کیا۔ اور ہر قسم اور ہر حالت کے لوگوں کو خطابات دیئے۔ یونیورسٹیوں کے طلباء کو۔ سوشلسٹوں کو مارن۔ یہودی۔ عیسائی۔ دہریئے۔ حامیان اسپرٹو۔ مجالس ترقی امن و امان۔ محافل خیالی جدید (نیوٹھاٹ کلبس) مجالس آزادی نسوان وغیرہ وغیرہ ہر فرقہ و مذہب کے گرجوں میں خطابہ فرمایا۔ ہر حالت میں حسب موقعہ و ضرورت سامعین خطابہ فرمایا۔ ۵ دسمبر کو آپ گریٹ برٹن (برطانیہ کلاں) کی طرف روانہ ہوئے اور چھ مہینے تک مقیم رہے۔ لورڈ پول۔ لندن۔ ہیرسٹل اور ایڈنبرا میں خطابات فرمائے۔ ایڈنبرا میں آپ نے اسپرٹو سوسائٹی کو ایک نہایت اہم خطابہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے مشرق کے ایل بہاء کو اسپرٹو سوسائٹی کی تشویق کی ہے تاکہ مشرق و مغرب میں باہمی مفاہمت کو ترقی ہو دو ماہ پیرس میں رہنے کے بعد جو پہلے کی طرح روزانہ ملاقاتوں اور گفتگوں میں ختم ہوئے آپ اسٹڈ گارٹ (جرمنی) کو تشریف لے گئے جہاں جرمن ایل بہاء کے ساتھ آپ نے نہایت کامیاب مجالس کیں۔ یہاں سے آپ بدھا پست (ہنگری) اور وین (دار الخلافہ آسٹریا) کو تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے نئی مجالس کا افتتاح فرمایا۔ مئی ۱۹۱۳ء کو مصر اور وہاں سے ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو آپ حیفہ پہنچ گئے۔

ارض مقدس کو واپسی | آپ کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی۔ اور ان سفروں نے آپ کے جسم کو کمزور کر دیا۔ واپس آنے پر آپ نے اجابائے مغرب و مشرق کو یہ ولسوز لوح لکھی :-

دوستو! وقت آ رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اور نہ رہوں گا۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا میں کر چکا۔ امر بہاء اللہ کی میں نے اپنی استعداد کے مطابق خدمت کی ہے

اپنی زندگی بھر دن رات میں اس خدمت میں مشغول رہا ہوں۔
 آہ! میری کس قدر تمنا ہے کہ احبابِ امر کی ذمہ داریوں کو اب اپنے
 کندھوں پر لیں۔ یہ وقت ملکوتِ اہلی کے اعلان کا وقت ہے۔ یہ زمانہ اتحاد و
 اتفاق کا زمانہ ہے۔ یہ دن احبابِ اہلی کے روحانی میل ملاپ کا دن ہے۔۔۔
 میں اپنے کانوں کو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی طرف لگا سنے
 ہوئے ہوں تاکہ مجالسِ احباب سے میں محبت و اخوت کی شری آواز سنوں۔
 میرے دن گنتی کے باقی ہیں اور میرے لئے اس کے سوا اور کوئی خوشخبری باقی
 نہیں رہی۔

آہ! مجھے کس قدر تمنا ہے کہ میں احباب کو متحد رکھوں۔ گویا کہ وہ موتوں کی
 ایک مالا ہیں۔ چمکتے ہوئے ستاروں کی لہکشاں ہیں۔ سورج کی شام میں ہیں۔
 ایک ہی چراگاہ کے غزال ہیں۔ قمری بقا ان کے لئے گارہی ہے۔ کیا وہ اس کی
 راگنیاں نہیں سنیں گے؟ طائرِ رضوان ان کے لئے نغمہ زن ہے۔ کیا وہ ان کے
 نعمات پر کان نہ دھریں گے۔ ملکوتِ اہلی کے فرشتے انہیں بلا رہے ہیں کیا وہ ان کی
 آواز نہ سنیں گے۔ میثاق کا پیغامبر انہیں پکار رہا ہے کیا وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں گے؟
 آہ! میں منتظر ہوں۔ اس خوشخبری کے سننے کا منتظر ہوں کہ احبابِ خاص و عوام
 کے جتے ہیں۔ محبت و اخوت کے آوتار ہیں۔ اتفاق و اتحاد کے مظاہر ہیں۔

کیا وہ میرے دل کو خوش نہ کریں گے؟ کیا وہ میری تنہا کو پر نہ لائیں گے؟ کیا وہ
 میری درخراست پر توجہ نہ کریں گے؟ کیا وہ میری امیدوں کو پورا نہ کریں گے؟ کیا وہ
 میری پکار کا جواب نہ دیں گے؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ میں صبر سے انتظار کر رہا ہوں۔

(میرزا احمد سہراب کی ڈائری، ۱۲ اپریل ۱۹۹۱ء)

دشمنانِ امرِ سہابی بن کی امیدیں حضرت باب کی شہادت پر حضرت بہادر
 کی بلا وطنی، عمر قید اور صعوبت کے وقت بڑھ گئی تھیں۔ ان دشمنوں کی جب انہوں نے
 حضرت عہد البہاء کو سفر مغرب سے کمزور اور تھکے ہوئے دیکھا پھر ڈھارس بندھی مگر

ان کی امیدیں جلد ہی ملیا میٹ ہو گئیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ بعد ہی حضرت عبداللہؑ نے لکھا
اس میں شک نہیں کہ آدمی جسم اور انسانی قوی لگا تار محنت و مشقت کے
برداشت کرنے کے ناقابل تھیں۔ مگر حضرت مقصود کی عون و عنایت، کمزور عبداللہؑ
کے حامی اور محافظ تھے.....

بعض بڑی شد و مد سے یہ کہہ رہے ہیں کہ عبداللہؑ دنیا کو الوداع
کہنے والا ہے۔ اس کے جسمانی قوی نخیف اور کمزور ہو گئے ہیں اور بہت
جلد ان کی پچیدگیاں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گی۔ یہ سچ نہیں ہے۔
اگرچہ ناقصین و منافقین کے خیال میں امر مبارک کے راستہ کی سختیوں کے
سبب یہ جسم کمزور ہے مگر اچھی لٹنگ نہال مبارک کی عنایت سے روحانی قوی
نہایت تازہ اور مضبوط ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بہادر اللہ کی عنایت اور
اس کے لطاف سے جسمانی قوی بھی پوری طرح سے بحال ہو گئے ہیں۔
آسمانی خوشی حاصل ہو گئی ہے۔ بشارتِ حقیقی آرہی ہیں اور معنوی سرور اُممڈ رہا ہے۔
(سند ادب دی ولیٹ جلد ۱۳ نمبر ۱۳۲)

جنگِ عظیم اور اس کے بعد کے ایام میں عبداللہؑ نے بیٹا دیکر کاہل
کے درمیان نہایت مہم اور مہمانہ خطوط کا ایک عظیم الشان سلسلہ لکھا۔ جنہوں نے
خط و کتابت کے راستوں کے کھل جانے کے بعد تمام دنیا کے اجاب میں خدمتِ امر
کے ذوق و شوق اور جوش و جذبہ کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ ان الواح کے
جذبہ الہام کے تلے امر مبارک منازل ترقی کو سرعت سے طے کرنے لگا اور
ہر جگہ تحریک مبارک میں ایک نئی قوت و طاقت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

جنگِ عظیم کے ایام حقیقی میں | حضرت عبداللہؑ کی فریست کی ایک عجیب
مشال جنگِ عظیم کے وقوع ہونے کے قبل
کے انتظامات سے ملتی ہے۔ ایام امن میں ایران اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے
زارین کی ایک بڑی تعداد حیفامین زیارت کے لئے آتی رہتی ہے۔ جنگ شروع

ہونے کے چھ ماہ قبل ایک عمر رسیدہ بیانی نے جو حیفامیں رہتا تھا کئی ایرانی اجاب
 کی طرف سے زیارت کے لئے اجازت حاصل کرنے کی درخواست پیش کی۔ عبداللہ
 نے یہ درخواست منظور نہ کی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سب تارین کو حیفامیں
 روانہ کرتے رہے حتیٰ کہ جولائی ۱۹۱۴ء کے آخر میں کوئی تار ہماٹھانے میں نہ رہا۔
 اگست کے اوائل میں جب جنگ شروع ہوئی تو اس انتظام کی حکمت سب پر واضح ہوئی
 ایام جنگ میں عبداللہ، جو پچاس برس سے جلا وطنی اور قید میں تھے پھر ایک دفعہ
 حکومتِ ترکی کے قیدی ہو گئے۔ علاقہ شام کے باہر کے اجاب سے سلسلہ خط و کتابت
 بالکل بند ہو گیا۔ اور آپ اور آپ کے ہمراہیوں کا گردہ پھر حالات کی سختی میں مبتلا
 ہو گیا۔ غذا کی کمی۔ ذاتی خطرہ اور بے آرامی ہر وقت موجود تھے۔ تو بھی ایسے گردنساؤ
 کی ہر ہی حالت کو دیکھ کر آپ کا دل رحم سے بھر گیا۔ اور آپ نے بذاتِ خود طبریاں کے
 نواح میں گہیوں کی کاشت کا بہت بڑا انتظام کیا اور جب ایک بہت بڑی مقدار گہیوں
 کی اس طرح حاصل ہو گئی تو آپ نے عکا اور حیفامیں سب غرابار میں بلا لحاظ مذہب و جنس
 اسے تقسیم کر دیا۔ اور اس طرح ان دو شہروں کے غرابار مساکین اور متوسط الحال لوگ
 فاقہ کشی سے بچ گئے۔ آپ نے ہر ایک کی حفاظت کی۔ اور ان کی تکلیفات کو جہاں تک
 ہو سکتا تھا کم کیا۔ سینکڑوں غرابار کو آپ کچھ بھڑی سی نقدی روزانہ عطا کرتے۔ روٹی
 بھی دیتے۔ اگر روٹی نہ ہوتی تو آپ کھجوریں یا کچھ اور چیز عطا کرتے۔ غرابار مساکین کی
 اہمیت افزائی کے لئے آپ ہر روز عکا تشریف لجاتے۔ ایام جنگ میں ہر روز
 مجلس اجاب منعقد فرماتے اور آپ کی امداد سے اجاب ان پُر آشوب ایام میں
 خوشی اور امن سے رہے۔

۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء کو ۳ بجے پہر کے قریب ہندوستانی رسالے
 نے ۲۴ گھنٹے کی جنگ کے بعد حیفامیں قبضہ کیا۔ اور ترکی حکومت
 کے عہد کی سختی کا خاتمہ ہوا۔ برٹش قبضہ کے شروع ہی سے بڑے ملٹری افسر سیای
 اور جنرل آپ کی ملاقات کو آتے اور آپ کی متواتر باتوں سے محفوظ ہوتے۔ آپ کے

خیالات کی وسعت۔ فراست کی گہرائی اور آپ کی اعلیٰ بہان نوازی سے متاثر ہو کر جاتے۔ آپ کی شرافت اخلاق صلح و امن کی خاطر آپ کے عظیم کام اور رعیت کی بہبودی کے لئے آپ کے شوق سے مندوب حکومت ایسے کثرتاً ہوئے کہ انہوں نے آپ کے لئے سسر کا خطاب ملنے کی سفارش کی۔ جو ۲۷ اپریل ۱۹۲۰ء کو چیفا کے گورنر کے ملٹری باغ میں آپ کو دیا گیا۔

۱۹۱۹ اور ۱۹۲۰ء کے ایام سردا میں مصنف کو چیفا میں

آخری سال

عبداللہ بہار کے بہان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس نے نہایت وقت نظری سے آپ کی روزانہ زندگی کا مطالعہ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر اگرچہ ۷۶ برس کے قریب تھی مگر آپ عجیب تندہی سے ہر روز اتنا زیادہ کام کئے کہ عقل حیران ہوتی۔ اگرچہ اکثر آپ تھک جاتے، مگر نہایت عجیب طریقہ سے آپ اس تھکان کو دور کر کے ہمیشہ ان کی خدمت کے لئے تیار ہو جاتے۔ جنہیں اسکی ضرورت ہوتی آپ کا تحمل، حلم، رحم اور فراست آپ کی موجودگی کو رحمت خداوندی بنانے ہوئے سمجھے۔ صبح سویرے سے شام تک سوائے ایک لٹوڑا عرصہ غذا کے بوجھل کرنے کے آپ دنیا کے ہر ملک سے آئے ہوئے خطوط کے جواب اور ہمارے امور امری اور خانہ داری میں مشغول رہتے۔ سہ پہر کے وقت آپ عموماً تقریب کے لئے باہر تشریف لیجاتے۔ مگر اس وقت بھی چند ایک نائزین آپ کے ہمراہ ہوتے جن سے آپ روحانی امور پر بات چیت کرتے۔ آپ اس وقت نواب کے گھروں میں جا کر ان کی خدمت کرتے اور ان کی ضروریات ہتیا فرماتے۔ واپس آئے پر آپ مجلس احباب میں جو روزانہ آپ کے والان میں منعقد ہوتی تشریف لیجاتے۔ صبح اور شام کے کھانے کے وقت آپ نائزین اور احباب کی ایک جماعت کیساتھ کھانا کھاتے اور اپنے بہانوں کو مزاحی کہاں سنا کر یا روحانی مسائل پر گفتگو فرما کر محفوظ فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا گھر خوشی اور سنبھلی کا گھر ہے اور فی الحقیقت ایسا ہی تھا۔ آپ کی بڑی خوشی اس میں تھی کہ مختلف اجناس

الوان۔ اقوام اور ادیان کے لوگ اتحاد اور دلی دوستی کے ساتھ آپ کے دسترخوان پر اجماع ہوں۔ آپ نہ صرف احباب کے میفا کے لئے بلکہ کل دنیا کے اہل بیاد کے لئے ایک پر محبت باپ کی طرح تھے۔

صعود | عبدالبہار کے بیٹا کا کام باوجود بڑھتی ہوئی بدنی کمزوری کے بلا کسی کمی کے آپ کی زندگی کے ایک یاد روز

پہلے تک جاری رہے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن دوپہر کو آپ مسجد حنیفا کو گئے اور غرابر میں حسب معمول اپنے ہاتھ سے خیرات تقسیم کی۔ کھانے کے بعد آپ نے چند خطوط لکھوائے۔ کچھ آرام کرنے کے بعد اسپتال میں تشریف لے گئے اور باغبان سے باتیں کرتے رہے۔ شام کے وقت آپ گھر کے ایک نہایت وفادار اور پیارے خادم کی شادی میں شریک ہوئے اور بعد ازاں حسب معمول اجاب کی مجلس میں شریک ہوئے۔ کوئی تین دن بعد ۲۸ نومبر پیر کے دن رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب آپ ایسے آرام سے صعود فرما گئے کہ آپ کی دو بیٹیوں کو جو آپ کے بلینگ کے پاس بیٹھی تھیں ایسا معلوم ہوا کہ آپ آرام کی نیند سو رہے ہیں۔

یہ نعم انزاجہر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور تاروں نے اسے دنیا کے ہر حصے میں پہنچا دیا۔ دوسری صبح (۲۹ نومبر منگل کے دن) آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔

ایسا جنازہ جس کی نظیر حنیفا نہیں نہیں بلکہ کل فلسطین نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ احساس کا یہ حال تھا کہ بہت سے مذاہب، اقوام اور زبانوں کے لوگ اپنا سوز قلب ظاہر کرنے کے لئے جمع ہوئے۔

اپنی گمشدہ سر ہر ہٹ سموتیل۔ بیت المقدس اور زونیشیا کے گورنر صاحبان حکومت کے افسران اعلیٰ۔ مختلف ممالک کے سفیر جو حنیفا میں مقیم تھے اور مختلف مذاہب کے سربراہان اور وہ اشخاص۔ امرائے فلسطین۔ یہودی عیسائی۔

مسلمان۔ دروزی۔ مصری۔ یونانی ترک۔ گرو۔ امریکائی۔ یورپی اور دسی دوستوں کا ایک جم غفیر، مرد و عورتیں۔ بچے امیر و غریب... سب کوئی دہرا کے قریب اپنے محبوب کے لئے نوحہ کناں تھے۔ سب لوگ بیک آواز رو رو کر چلاتے تھے۔ "اے خدا۔ ہمارے خدا! ہمارا باپ آج ہمیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔"

آہستہ آہستہ یہ گروہ کوہ کرمل (انگورستان) خدا کی طرف چلا۔ دو گھنٹے چلنے کے بعد حضرت باب کے روضہ مبارکہ کے باغ میں پہنچے۔ اس جم غفیر میں مختلف مذاہب (مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی) کے نمائندے تھے۔ سب کے دل عبدالہبار کی محبت اور فرقت سے بے قرار اور بے اختیار تھے۔ بعض نے موقعہ کے تاثرات سے متاثر ہو کر اور بعض نے پہلے سے تیار شدہ تقریریں کیں۔ عبدالہبار کی تعریف و ثنا اور اپنے رنج کا اظہار اور اس طرح اپنے پیارے کی الوداع کے وقت اپنی آخری عقیدت کا ثبوت دیا۔ سب نے مستحذاً آپ کو دانا معلم اور اس دکھ بھرے پریشان کن زمانے میں نوع انسان میں اتحاد کا بانی ثابت کیا۔ ان نمائندوں نے اس قدر کہا کہ اہل پہاڑ کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ " (صعود عبدالہبار مصنفہ لیڈی بلام نیڈ و شوٹی آفندی)

نومقرنین نے جو مسلم۔ عیسائی اور یہودی جماعتوں کے ممتاز نمائندے تھے اس پاک اور شریف ہستی کے لئے جو ابھی صعود فرما ہوئی تھی اپنی محبت اور تجدید کی نہایت فصیح اور دلسوز گواہی دی۔ تب صندوق آہستہ آہستہ اپنے پاک اور سادہ روضہ میں اتارا گیا۔

بیشک یہ اس ہستی کی یاد کا جس نے اپنی عمر بھر مختلف مذاہب مختلف ادیان اور مختلف اقوام اور مختلف زبانوں کے متحد کرنے کی سعی کی، شایانِ خراج تھا۔ خراج بھی اور اس بات کا ثبوت بھی کہ آپ کی زندگی کا کام بے ثمر نہیں رہا۔ عیسائی اصول پہاڑ اللہ جو اس کے الہام کا منبع اور اس کی روح و روان تھے دنیا میں

سراپت کرنے لگ گئے تھے۔ اور فرقہ وذاات کی بندشیں جو صدیوں سے مسلمانوں
یہودیوں۔ عیسائیوں اور دوسری مختلف اقوام کو جن میں نوع انسان ہٹ رہی تھی
علیحدہ رکھ رہی تھیں، نابود ہو رہی تھیں۔

عبدالہبار کی تحریرات الواح کی صورت میں جو احباب
اور سائلین کو لکھی گئیں بشمار ہیں۔ آپ کے بہت

الواح اور خطابات

سے خطابات اور گفتگو میں چھپ بھی چکی ہیں۔ ہزاروں ہی زائرین میں سے جنہوں
نے عکا اور حیفام میں آپ کی ملاقات کا شرف پایا۔ بعض نے اپنے تاثرات کا
حال لکھ کر چھپوایا ہے اور یہ اب چھپی ہوئی صورت میں مل سکتے ہیں۔ اس طرح آپ کی
تعلیمات پورے طور سے محفوظ ہیں اور ان تعلیمات کے مضامین ایک وسیع سلسلہ
پر حاوی ہیں۔ مشرق و مغرب کے بہت سے مشکل مسائل کا آپ نے مفصل حل
بیان کیا ہے اور بہ آرائش کے عام اصول کا تفصیلاً اطلاق دکھایا ہے۔

آپ فارسی عربی اور ترکی زبانیں جانتے تھے۔ آپ کے مغربی سفروں میں
آپ کی گفتگو اور خطابات ترجمہ کئے جاتے تھے۔ جو ظاہر ہے کہ ترجمہ میں اپنی
بہت سی خوبصورتی کھو دیتے تھے۔ تو بھی وہ روح جو آپ کے بیان میں ہوتی تھی
ایسی قوی تھی کہ سب سامعین بہت متاثر ہو کر جاتے تھے

عبدالہبار کا مقام | جمال مبارک نے جو بے نظیر اور مبارک مقام عبدالہبار
کو عطا کیا تھا وہ آپ کی اس لوح سے ظاہر ہے۔

قولہ جل ذکرہ۔

اس کے نام سے جو اُفقِ قدرت سے روشن ہے

بیشک حضرت قدیم کی زبان رہا اللہ جو خدا کی زبان تھی ان لوگوں کو جو دنیا میں ہیں اس
اسمِ اعظم کے ظہور کی بشارت دیتی ہے جس نے اقوام کو اپنا عہد رہا عبدالہبار
عنایت فرمایا۔ بیشک وہ عبدالہبار، میں رہا اللہ ہوں۔ وہ میری نواست کا
مشرق ہے۔ میرے امر کے چمکنے کی جگہ ہے۔ میری عنایت کا آسمان ہے۔ میری

مشیت کا سمندر ہے۔ میری ہدایت کا چراغ ہے۔ میرے عدل کی صراط ہے۔ اور میری شریعت کا علم ہے۔ جو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ میری ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ میرے نور سے روشن ہوتا ہے۔ وہ میری وحدانیت اور فردانیت کا ماننے والا ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ میری محبت کے سلسیلے سے میری عنایت کے کوثر۔ میری رحمت کے جام اور اس کے سے محروم رہتا ہے جس سے مخلصین نے جذب و شوق حاصل کیا اور موحدین میری عنایت کی ہوا میں اڑنے لگے جسے سوائے اس ایک شخص کے کوئی نہیں جانتا جسے خود میں نے وہ سب کچھ سکھایا جو میری الٰہ کتون میں نازل ہوا۔ (کی از لوح بہار اللہ۔ ترجمہ اولیٰ اللہ خاں درقا)

اس لوح میں بہار اللہ و عبد البہار کے درمیان اتحاد معنوی کو ان عجیب لفظوں میں ثابت فرمایا ہے "وہ میں ہوں" جمال مبارک نے ان ہی الفاظ میں حضرت باب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ سورۃ الہیکل میں آپ فرماتے ہیں:-

"اگر نقطہ اولیٰ حضرت باب میرے سوا کوئی اور ہوتا جیسا کہ تم کہتے ہو اور میرے ظہور کے وقت ہوتا بیشک وہ مجھے کبھی نہ چھوڑتا بلکہ میرے ایام میں ہم دونوں ایک دوسرے سے باہمی خوشی کے ساتھ ملتے جلتے۔"

روح سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روح جس کے زیر اثر عبد البہار کام کرتے تھے خود جمال مبارک ہی کی روح تھی اور جو کچھ عبد البہار کرتے یا کہتے تھے اسے ایسا ہی قبول کرنا ضروری ہے جیسا کہ ظہور کے کلام کو۔

عبد البہار خود کسی محنت و زہد کے دعویدار نہیں۔ آپ بہار اللہ کی وحی کا ہی اعلان فرماتے ہیں۔ آپ ایک مصفا آئینہ کی طرح ہیں۔ جس میں انوار بہار اللہ کا عکس پڑ رہا تھا آپ اس روح اقدس کے جو ظہور سے صادر ہو رہی تھی دنیا تک پہنچانے کے ذریعہ تھے۔ بہتوں نے آپ کو یہ کہنا چاہا کہ آپ سچ ہیں اور دوبارہ آئے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ نے امریکہ کے کچھ اصحاب کو یہ لکھا تھا:-

سلسلے سلسیل اور کوثر بہشت کے دو دریاؤں کا نام ہے :-

آپ نے لکھا ہے کہ مسیح کی آمد ثانی کے بارے میں احباب میں کچھ اختلاف ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ سوال گمراہ اٹھایا گیا اور اس کا جواب عبد البہار کی قلم سے عطا اور صریح الفاظ میں دیا گیا کہ رَبُّ الْاَوَّلِج اور مسیح موعود جن کا ذکر پیشینگوئیوں میں آیا ہے اُن سے جمال مبارک رہنما اللہ (اور رب اعلیٰ) مراد ہیں۔

میرا نام عبد البہار (یعنی بندہ بہا) ہے۔ میری صفت عبد البہار ہے۔ میری حقیقت عبد البہار ہے اور میری تعریف عبد البہار ہے۔ جمال مبارک کی عبودیت (بندگی) میرا شاندار اور نورانی تاج ہے اور تمام نوع انسان کی خدمت میرا دائمی ذریعہ جمال مبارک کے احسان اور فضل سے عبد البہار صلح اکبر کا علم ہے جو افق اعلیٰ سے لہرا رہا ہے اور اسمِ عظیم کی عنایت سے عبد البہار کل دنیا کی سلجات کا چراغ ہے جو خدا کی محبت میں جل رہا ہے۔ عبد البہار ملکوتِ الہی کی بشارت دینے والا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے رہنے والوں کو بیدار کرے۔ عبد البہار دوستی۔ راستی اور اتحاد کی آواز ہے کہ وہ تمام دنیا کے ادیان میں بیداری پیدا کرے۔ سوائے عبد البہار یعنی خادمِ بہار کے نہ تو اس کا کوئی نام ہے اور نہ ہوگا۔ نہ ہی اس کے سوا اس کا کوئی خطاب۔ کوئی ذکر۔ کوئی تعریف ہے اور نہ ہوگی۔ یہ میری آرزو ہے اور یہی میری انتہائی تمنا ہے۔ یہ میری دائمی زندگی ہے۔ یہ میری ابدی عزت ہے۔

..... پس اجابے الہی کو چاہئے کہ وہ حق کی عبودیت۔ نوع انسان کی خدمت عالم انسانی کی بہبودی اور خدا کی محبت اور عنایت میں عبد البہار کے مددگار ہوں۔

سے خدا کے دوستو! عبد البہار منظر عبودیت ہے۔ مسیح نہیں ہے۔ عالم انسانی کا خادم ہے۔ مسیح نہیں ہے۔ نیستی بخت ہے۔ ہستی نہیں ہے۔ عدم محض ہے۔ مالکِ قدم نہیں ہے۔ یہ خیال بالکل نہ کریں کہ عبد البہار رحبت ثانی مسیح ہے۔ بلکہ اس بات پر کامل یقین رکھیں کہ عبد البہار منظر عبودیت ہے۔ وعدتِ عالم انسانی کی سنادی کرنے والا ہے۔ تمام دنیا کے لئے قوہِ ندمانی کے ساتھ حق کی بشارت دینے والا ہے۔ نصِ الہی کے مطابق کتابِ الہی کا مفسر ہے۔ اور اس چند روزہ

دنیا میں ہر ایک خدا پر ایمان لانے والے کا ذیہ ہے۔
اس نوح کو چھاپ کر تمام ملکوں میں شائع کریں۔

(ابراج عبدالبہاء، انگریزی) جلد ۲ صفحہ ۴۲۹

بہائی زندگی کا نمونہ | بہار اللہ سے کلام نازل ہوا۔ آپ کی قید کے چالیس سالوں میں آپ کو اپنے ہمجنسوں سے

ملنے کا بہت کم موقعہ ملا۔ اس لئے یہ اہم کام عبدالبہاء کے ذمہ ہوا کہ آپ وحی الہی کے مفسر۔ کلام اللہ کے عامل اور دنیا کے موجودہ کی بیشمار تحریکات کے مختلف پہلوؤں میں بہائی زندگی کا نمونہ بن کر دکھائیں۔ آپ نے یہ دکھا دیا کہ حیات موجودہ کے شور و شغب اور عالمگیر مادی مرنہ الحالی کے لئے جذب و جہد کے درمیان یہ بھی ممکن ہے کہ انسان ایسی زندگی جو کلیتہً عبادتِ خدا اور خدمتِ نوح انسانی پر مشتمل ہے بسر کر سکیں۔ امتحانات و افتخانات کے درمیان جبکہ ایک طرف دغا، دوسری طرف محبت، تعریف، دغا و عقیدت تھے آپ ایسے لائٹ ہاؤس کی طرح قائم رہے جس کی بنا چٹان پر ہو اور جس کے گرد طوفانوں کی سختی اور سمندروں کی لہریں ٹکرائیں ان سب حالات میں آپ کی متانت اور آپ کا استقلال یکساں غیر متزلزل اور مستقل رہا۔ آپ ایمان کی زندگی بسر کرتے تھے اور آپ اپنے احباب کو بھی دنیا میں ایسی ہی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ جنگِ آشوبِ دنیا کے درمیان آپ نے اتحاد اور صلح کے جھنڈے اور نئے دور کے علم کو بلند کیا۔ اور جو کوئی آپ کی مدد کے لئے کھڑا ہوا اسے آپ نے نئے دور کی روح سے بھر دیا۔ یہ وہی روح پاک ہے جو پرانے زمانوں کے انبیاء

و اولیاء کی ملہم تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نئے

وقت کی ضروریات کے مطابق اس کی

تجلیات بھی نئی ہیں

پانچواں باب

بہائی کون ہے؟

انسان کو چاہئے کہ ضرور ہو۔ بے ثمر انسان حضرت مسیح روح اللہ کے فرمان کے مطابق اس درخت کی مانند ہے جو میوہ نہ لے اور درخت بے ثمر آگ میں جھونکنے کے لائق ہے۔ (کلمات مسرور)

ہر برٹ اسپنسر کا قول ہے کہ کوئی کیمیا کی سیبائی پیسے کو سونا نہیں بنا سکتی۔ بعینہ یہ اس حقیقت کے لئے بھی سچ ہے کہ کوئی کیمیا کی سیاسی پیسے جیسے افراد سے سونے جیسی ہمیت اجتماعیہ پیدا نہیں کر سکتی۔ حضرت بہاؤ اللہ نے تمام پہلے مظاہر الہی کی مانند اس صداقت کا اعلان کیا اور فرمایا کہ اگر خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنا مقصود ہے تو یہ پہلے قلوب انسان میں جاگزیں ہونی چاہئے۔ اس لئے ہم اب بہائی تعلیمات کا وہ پہلو بیان کرتے ہیں جو انفرادی اخلاق اور چلن سے تعلق رکھتا ہے اور ہماری سعی یہ ہوگی کہ ہم ناظرین کے سامنے ایک شخص بہائی کی زندگی کی صداقت صاف تصویر پیش کریں۔

بہائی زندگی

ایک موقع پر حضرت عبدالبہار سے پوچھا گیا کہ بہائی سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا :-

”بہائی ہونے سے فقط یہ مراد ہے کہ تمام دنیا سے محبت کے نوع انسان کا عاشق ہو اور اس کی خدمت کرنے کی کوشش کرے۔ صلح عمومی اور عالمگیر برادری قائم کرنے کی فکر میں رہے۔“

ایک دوسرے موقع پر بہائی کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

”بہائی وہ ہے جو تمام مشاغل انسانی میں باحسن الوجہہ حصہ لے۔“

لندن کے ایک خط میں آپ نے فرمایا :-

”وہ شخص جو تعلیمات بہار اللہ کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے بہائی ہے۔ اس کے برعکس ایک شخص خواہ پچاس برس تک اپنے آپکو بہائی کہے پر اگر وہ تعلیمات بہار اللہ پر نہیں چلتا تو وہ بہائی نہیں ہے۔ ایک بد صورت انسان اپنے آپ کو خوبصورت کہہ سکتا ہے۔ پر وہ کسی دوسرے کو یہ فریب نہیں دے سکتا۔ ایک سیاہ رنگ شخص اپنے آپ کو گورا چٹا کہہ سکتا ہے۔ مگر وہ کسی اور کو حتیٰ کہ اپنے آپ کو بھی یہ دھوکا نہیں دے سکتا۔“

(عبدالبہار لندن میں ۱۹۰۹ء)

مگر وہ شخص جو خدا کے مظاہر کو نہیں جانتا وہ اس رحمت کی طرح ہے جو سایہ میں اُسکے۔ اگرچہ وہ سورج کو نہیں جانتا مگر اُس کا کلیتہً انحصار اُسی پر ہے۔ مظاہر اور لوحِ روحانی آفتاب ہیں۔ اور بہار اللہ ابراہیم کا آفتاب ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں۔

ایام گذشتہ کے آفتابوں نے دنیا کو گرمایا اور زندگی بخشی۔ اگر یہ آفتاب نہ چمکے ہوتے تو دنیا آج سرد اور مژدہ ہوتی۔ لیکن آج کے آفتاب کی حرارت اور دھوپ پیمان پھلوں کو پختہ بنا دے گی جنہیں پہلے آفتابوں نے بیج روپ دیا تھا۔

عبادت الہی

بہائی زندگی کو پورے پورے طور سے مہل کرنے کے لئے بہار اللہ کے ساتھ بلا واسطہ اور باہوش تعلق ایسا ہی لازمی ہے جیسے کنوئل

یا گلاب کھلنے کے لئے دھوپ۔ بہائی، بہار اللہ کی انسانی شخصیت کی پوجا نہیں کرتے بلکہ اس بہار یا جلال الہی کی پرستش کرتے ہیں جو آپ کی شخصیت کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ وہ حضرت مسیح، حضرت محمد اور دیگر مظاہر قبل کا احترام کرتے ہیں۔ اور اس نئے دور میں بہار اللہ کو خدا کے پیغام کا حامل سمجھتے ہیں جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ وہ آپ کو دنیا کا وہ معلم اعظم سمجھتے ہیں جو انہوں سے پہلوں کے کام کو جاری رکھنے اور کامل کرنے کے لئے اظہور فرما ہوا ہو۔

کسی عقیدہ کا اقرار کسی شخص کو بہائی نہیں بنانا۔ نہ صرف چال چلن کی ظاہر ہو چکی اسے اس مقام کا مالک بناتی ہے۔ بہار اللہ اپنے پیروؤں سے کامل اور سمیعی تسلیم و عبادت چاہتے ہیں۔ اس تسلیم کی تسلیم و عبادت کا مستحق فقط خدا ہی ہے۔ بہار اللہ ان کے منظر اور اس کی شہادت کے ظاہر کرنے والے کی حیثیت سے کلام کرتے ہیں۔ مظاہر قبل نے بھی اس نکتہ پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔

سچ نے فرمایا ہے: اگر کوئی شخص میری پیروی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے آپ کا بچا کرے اور اپنی شہلیب اٹھا کر میرے پیچھے آئے۔ کیونکہ جو اپنی زندگی بچانا چاہتا ہے وہ اسے کھوئے گا اور جو اپنی جان میری خاطر کھوئے گا وہ اسے پائے گا۔

تمام مظاہر الہی نے مختلف الفاظ میں اسی تسلیم کا تقاضا اپنے پیروؤں سے کیا ہے اور تاریخ ادیان صاف طور سے بتاتی ہیں کہ جب تک یہ تقاضا خالص دل سے نہ مانا اور قبول کیا گیا، دین باوجود ہر قسم کی ونوی مخالفوں کے، باوجود ہیشیا، مصائب و مظالم کے اور باوجود اس کے پیروؤں کے قتل عام کے ترقی کر رہا گیا۔ اس کے عکس جوں جوں اس سے حشر پوشی کی گئی اور تکبر اور عزت کی جھوٹی نگہداری کامل ایشیا کی جگہ یعنی گئی دین گھنٹا گیا۔ یہ ظاہری دکھاوے کی چیز اور فیشن تو

ہو گیا مگر ہمیں اس طبع کو بدلنے کی قوت مضبوط ہو گئی اور کرامات کی طاقت جاتی رہی۔ سچا وین
 آج تک کبھی رسمی نہیں ہوا۔ خدا کرے اچکدن یہ ایسا ہو گا۔ مگر اب تک تو مسیح کے زمانہ جیسا ہی ہے
 کہ - ”زندگی کا راستہ تنگ اور دروازہ چھوٹا سا ہے اور فقط چند لڑے پاتے ہیں“
 روحانی پیدائش کا دروازہ جسمانی پیدائش کے دروازہ کی طرح فرداً فرداً ایسے لوگوں کو
 داخل کرتا ہے جو بوجھ کے بغیر ہوں۔ اگر زیادہ آدمی اس دروازے میں امانی کی نسبت زیادہ لوگ
 اس دروازے میں داخل ہونے میں کامیاب ہوں تو یہ دروازہ کے فرسخ ہونے
 کے سبب نہ ہو گا بلکہ لوگوں کے اس ایثار و تسلیم کو قبول کر لینے کے سبب ہو گا
 جو خدا کا تقاضا ہے۔ کیونکہ تدقوں کے گردے سترکے نے انہیں خدا کے راستے
 کو چھوڑ کر اپنے راستے پر چلنے کی طاقت کو بے نقاب کر کے دکھا دیا ہے۔

بہار اللہ نے اپنے تمام پیروں پر انصاف کرنا فرض
حقیقت کی تلاش قرار دیا ہے۔ اور انصاف کی تعریف یوں فرمائی ہے۔

”انسان کا توہمات و تقلید سے آزاد ہونا تاکہ وہ مظاہر الہی کو وحدت
 کی آنکھ سے دیکھ سکے اور تمام امور میں بصیرت دید سے کام لے۔“ (ذخائر حیات)
 یہ ضروری ہے کہ ہر فرد واحد خدا کے جلال و جمال کو بہار اللہ کی انسانی ہیکل میں خود
 اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پہچانے ورنہ بہانی ایمان اس کے لئے لفظ ہے جتنی ہوگا
 تمام مظاہر الہی نے انسانوں کو اسی بات کی طرف بلایا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں کھولیں
 انہیں بند نہ کریں۔ اپنی عقل کو استعمال میں لائیں۔ اسے بیکار نہ کریں۔ تقلیدی عقائد
 نہیں بلکہ صاف نظر اور آزاد خیالی ہی انہیں تعصبات کے باولوں کو بکھیرنے اور
 تقلید کی بیڑیوں کو اتار پھینکنے کے قابل بنائے گی اور انہیں تازہ وحی کی صداقت
 کو جاننے میں کامیابی عطا کرے گی۔

ہر فرد بہانی لازماً حقیقت کا ہے خوف جو یا ہو گا۔ مگر اس کی تلاش صرف ماوی
 میدان تک ہی محدود نہ ہوگی۔ اس کی روحانی احساس کی قوتیں بھی ایسی ہی بیدار ہوگی
 جیسی جسمانی قوتیں حقیقت کو حاصل کرنے کے لئے۔ وہ خدا کی عطا کردہ تمام قوتوں کو

استعمال کرنے کا۔ اور بغیر مضبوط اور کافی دلیل کے کسی بات پر یقین نہ کرے گا۔ اگر اس کا دل پاک اور اس کا قلب تقصبات سے آزاد ہے تو پر جوش طالبِ خدا کے جمال کو پہچانتے میں کبھی ناکامیاب نہ ہوگا خواہ وہ کسی ہیکل میں بھی جلوہ گر ہو۔

پہاڑا اللہ نے فرمایا ہے:-

”انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو جانے اور ان چیزوں کو پہچاننے جو عزت یا ذلت کی طرف، عروج یا زوال کی جانب غنا یا افلاس کی سمت لے جاتی ہیں۔“ (روح طراذات)

تمام علوم کی جڑ خداوند جل جلالہ کا علم ہے۔ اور یہ علم اس کے ظہور کے واسطے کے سوا ناممکن ہے۔“ (کلماتِ حکمت)

منظر اللہ کامل انسان نوع انسان کے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ اور شہرِ انسانیت کا پہلا پھل ہے۔ جب تک ہمیں اس کا علم حاصل نہیں ہوتا، ہمیں ان قوتوں کا علم بھی حاصل نہیں ہوتا جو ہمارے اندر مخفی ہیں۔ مسیح ہمیں بتاتا ہے کہ جنگل کے پھولوں پر غور کریں۔ اور کہتا ہے کہ سلیمان اپنی تمام شان و شوکت سے راستہ ان میں سے ایک کی مانند بھی نہ تھا۔ جنگلی پھول بہت ہی بد صورت بیج سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے پھول کو کھلے ہوئے کبھی نہ دیکھا ہوتا۔ کبھی اس کے پتوں اور پھول کی بے نظیر خوبصورتی پر نگاہ نہ ڈالی ہوتی تو ہم اس حقیقت سے کس طرح واقف ہوتے جو بیج میں پنہاں تھی۔ بیج کے ہم بستری چاہیں مگر شے کریں نہایت غور و خوض سے اس کے ہر ذرہ کو جانچیں مگر ہم اس حسنِ خفیتہ کو کبھی معلوم نہیں کر سکتے جسے انعام بیدار کرنا جانتا ہے۔ اسی طرح جب تک ہم خدا کے جلال و جمال کو اس کے ظہور میں ظاہر نہیں دیکھ لیتے اسوقت تک ہم اس روحانی حسن کا ذرا بھر بھی خیال نہیں کر سکتے جو خود ہمارے اندر اور ہمارے سمجھنوں کے اندر پوشیدہ ہے۔ خدا کے ظہور کو جانتے اس سے محبت رکھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہم رفتہ رفتہ ان قوی کمالات کا احساس کرنے لگ جاتے ہیں جو ہمارے اندر ہیں۔ تب اللہ

صرف تب ہی ہم پر زندگی اور کائنات کا مطلب اور اس کے معانی منکشف ہوتے ہیں۔

خدا کی محبت منظرِ خدا کا علم رکھنے سے مراد اس سے محبت کرنا بھی ہے۔ ایک کا دوسرے کے بغیر ہونا ناممکن ہے۔ بہار اللہ کی تعلیمات کے مطابق انسان کی پیدائش کا مقصد خدا کا عرفان اور اس کا پرستار ہونا ہے۔ آپ نے ایک لوح میں فرمایا ہے :-

”گل کائنات کی پیدائش کا سبب محبت ہے۔ جیسا کہ اس مشہور حدیث میں آیا ہے۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ میرا عرفان ہو۔ اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ وہ میرا عرفان حاصل کریں۔“

کلماتِ کمونہ میں فرماتے ہیں :-
”اے پسر وجود! مجھ سے محبت کر تاکہ میں تجھ سے محبت کروں۔ اگر تو مجھ سے محبت نہیں کرتا تو میری محبت کبھی تجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ پس اے بندے! اسے اچھی طرح جان لے۔“

اے پسرِ منظرِ اعلیٰ! میں نے تجھ میں اپنے میں سے ایک روح رکھی ہے تاکہ تو میرا چاہنے والا ہو سکے۔ تو کیوں مجھے چھوڑ کر دوسرے کی محبت کا جو یا ہوتا ہے۔“

خدا کا عاشق ہونا ہر بہانی کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ یعنی خدا کو اپنا قریب ترین دوست شفیق ترین ساتھی۔ بے نظیر محبوب جاننا اور اس کے حضور میں کامل مسترت حاصل کرنا۔

خدا کو پیار کرنے سے مراد ہر پسینہ اور ہر شخص کو پیار کرنا ہے۔ کیونکہ سب خدا کے ہیں۔ سچا بہانی عاشقِ کامل ہوگا۔ وہ نہایت جوش کے ساتھ خالص دل سے ہر ایک کو پیار کرے گا۔ وہ کسی سے نفرت نہ کرے گا وہ کسی کو حقیر نہ جانے گا۔

کیونکہ وہ ہر چہرے میں اپنے محبوب کا چہرہ دکھنا سیکھ گیا ہے۔ وہ ہر جگہ اپنے محبوب کے آثار دیکھتا ہے۔ اس کی محبت کسی فرقے، قوم، جماعت یا نوع سے محدود نہ ہوگی۔

بہار اللہ فرماتے ہیں :-
 ” پہلے زمانوں میں یہ کہا گیا تھا کہ اپنے وطن سے محبت کرنا ایمان، مگر عظمت کی زبان اس ظہور میں فرماتی ہے، فخر اس کے لئے نہیں جو اپنے وطن سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کے قابل وہ ہے جو تمام عالم سے محبت رکھتا ہے۔“
 (روح العالم)

پھر فرماتے ہیں :-
 مبارک ہے وہ جو اپنے بھائی کو اپنے پرترجیح دیتا ہے۔ ایسا اہل بہار میں سے ہے۔“
 (کلمات فردوسیہ)

عبدالہبیار فرماتے ہیں کہ ہمیں بہت سے جسموں میں ایک واحد روح کی مانند ہونا چاہئے۔ کیونکہ جس قدر ہم ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں اسی قدر ہم خدا کے نزدیک تر ہوتے ہیں۔ ایک عیسائی پادری سے آپ نے فرمایا :-
 ”کل مظاہر اس لئے بھیجے گئے۔ کل کتابیں اس لئے وحی کی گئیں کہ محبت کا قانون ترقی پاسکے۔ ہمیں محبت اور حقیقی محبت کرنی چاہئے۔ ایسی محبت جس کے سامنے تمام مخالفتیں کھل جائیں ایسی محبت جو تمام دشمنوں کو جیت لے۔ ایسی محبت جو تمام رکاوٹوں کو ہٹا لیا جائے۔ ایسی محبت جو بخشش، وسیع قلبی تحمل اور شریفانہ کوشش سے ملو ہو۔ ایسی محبت جو تمام رکاوٹوں پر غالب آئے ایک بے تھلاہ، بے مدد، اہل اور پرجوش محبت“ (ڈاڑھی میرزا احمد سہرابی، ۹ جون ۱۹۱۱ء)

پھر فرمایا ہے :-
 ” احباب میں سے ہر ایک شخص دوسروں سے محبت کرے۔ اور

لپٹنے مال اور اپنی جان کا اُن سے دریغ نہ کرے۔ ہر ممکن طریقے سے دوسروں کو مسرور اور خوش بنانے کی کوشش کرے۔ مگر اُن دوسروں کے لئے بھی واجب ہے کہ وہ بے غرض اور فداکار ہوں۔ اس طرح یہ ضیاء آفتاب آفاق کو روشن کر سکتی ہے۔ یہ ترانہ کل لوگوں کو خوش اور پرکیت بنا سکتا ہے یہ روحانی دوا ہر درد کی دارو ہو سکتی ہے۔ یہ روح حقیقت ہر نفس کے لئے زندگی کا باعث بن سکتی ہے۔

(انگریزی الراح عبد البیاء، جلد اول، صفحہ ۱۰۰)

انقطاع عبادت الہی تمام اُن چیزوں سے جو خدا کی نہیں ہیں انقطاع چاہتی ہے۔ یعنی تمام نفسانی، دنیوی اور اخروی خواہشات سے مت موڑنا۔ خدا کی راہ میں خواہ غنت میں ہو یا فقر میں، صحت میں ہو یا بیماری میں، محلات میں ہو یا میدرخانہ میں، گلشن میں ہو یا عذاب خانہ میں کہیں بھی ہو شخص بہائی اپنی قسمت کو بکشت تسلیم کے ساتھ قبول کرے گا۔

انقطاع سے مراد اپنے ماحول کے احمقانہ بے پروائی یا بڑی حالت میں ٹھہرانا سپردگی نہیں اور نہ ہی اس سے یہ مراد ہے کہ ہم اُن اچھی چیزوں کی نفرت کریں جو خدا نے پیدا کی ہیں۔ سچا بہائی نہ تو سخت دل ہوگا نہ نست و بے پرواہ ہوگا اور نہ ریاضاتِ مناقہ کا عادی۔ وہ خدا کی راہ میں بے اندازہ شوق اور بکثرت کام اور بے انتہا خوشی پائے گا۔ مگر خوشی کے ساتھ وہ اس راہ سے اک باں برابر بھی ادھر ادھر تھجا دزنہ کرے گا نہ وہ کسی ایسی چیز کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا جو خدا نے اُسے نہیں دی۔ جب ایک شخص بہائی ہو جاتا ہے تو خدا کی مرضی اس کی مرضی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے خلاف ہونا ہی ایک واحد چیز ہے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کی راہ میں کوئی غلطی اُسے اپنی طرف راغب نہیں کر سکتی۔ کوئی مصائب اُسے مایوس نہیں کر سکتے۔ محبت کا نور اس کے

تاریک ترین ایام کو روشن رکھتا ہے۔ دکھ کو خوشی میں بدل دیتا ہے۔ اور جان دینا اُس کے لئے مسرت کا انتہائی جوش بن جاتا ہے۔ زندگی شجاعت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے اور موت ایک دشمن شکن واقعہ نظر آتا ہے۔ خدا فرماتا ہے:-

” وہ جو اپنے دل میں اکیس رانی کے دانے سے بھی کم میرے ہوا

کسی دوسرے کی محبت رکھتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ

میری ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا۔“ (سورۃ البہک)

” اے ابن بشر! اگر تو میرے نفس سے محبت کرتا ہے تو اپنے

نفس سے اعراض کر۔ اگر تو میری مرضی کا جو یا ہے تو اپنی مرضی کا

خیال نہ کر۔ تاکہ تو مجھ میں منسا ہو۔ اور میں تجھ میں باقی رہوں۔“ (کلمات کمونہ)

” اے میرے بندے! اپنے آپ کو اس دنیا کی پابندیوں سے آزاد

کر اور تپید نفس سے آزاد ہو۔ دلت کی قدر کر۔ کیونکہ پھر تو ایسے کبھی

نہ پائے گا اور یہ موقع پھر تیرے ہاتھ نہ آئے گا۔“ (کلمات کمونہ)

عبادت الہی میں خدائی احکام کی پوری پوری اطاعت بھی شامل

ہے۔ خواہ ان احکام کا سبب سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ملاحظہ

اطاعت

ہے چون و چرا اپنے کپتان کا حکم ماننا ہے اگرچہ وہ ان کے سبب واقف نہ ہو۔

اس کے حکم کو ماننا اندھی اطاعت نہیں۔ وہ اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کپتان ایک

ممت مدد تک اس کام کو سیکھتا رہا ہے اور اپنی لیاقت کا کافی ثبوت دے چکا

ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اس کے ماتحت کام کرنا حماقت ہوگی۔ پس شخص بہانی کو اپنی

نجات کے کپتان کی بے چون و چرا اطاعت لازم ہے۔ مگر اس کے ماتحت ہونے

میں کوئی شک نہ ہوگا اگر وہ پہلے اس بات کا یقین نہ کر لے کہ اس کپتان سے اپنی

امانت کا پورا پورا ثبوت دیدیا ہے۔ اب اگر وہ ایسا ثبوت پا کر اطاعت کرنے

سے انکار کرے تو یہ اور بھی بڑی حماقت ہے کیونکہ دانا مالک کی فقط عقلندہ

اور باہوش اطاعت سے ہی ہم اس کی دانائی کے فوائد حاصل کر سکتے ہیں اور خود

اس دانائی کے مالک بن سکتے ہیں۔ اگر کپتان ایسا دانانہ ہو۔ اگر خلاصی اُس کا حکم نہ مانیں تو جہاز کس طرح اپنی بندرگاہ پر پہنچ سکتا ہے یا خلاصی کس طرح علم جہاز رانی کو سیکھ سکتے ہیں۔

عیسائی نے نہایت وضاحت سے بتایا ہے کہ اطاعت ہی عرفان کا راستہ ہے آپ فرماتے ہیں:-

”میری تعلیم‘ میری طرف سے نہیں بلکہ اُس کی طرف سے ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کی مرضی کو پورا کرے گا تو وہ اِس سے بھی واقف ہو جائے گا کہ یہ خلیفہ کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں۔“

اسی طرح بہار اللہ فرماتے ہیں:-

”خدا کا ایمان اور اُس کا عرفان پوری طرح حاصل نہیں ہو سکتا بجز اِس کے کہ اِس پر عمل کیا جائے جو اُس نے حکم دیا ہے اور جو کچھ قلم جلال سے اِس نے کتاب میں نازل فرمایا ہے۔“
(دوحِ تجلیات)

آج کل کی آزادی کے دنوں میں بے چون و چرا اطاعت عام خوبی نہیں ہے اور اِس میں شک نہیں کہ ایک معمولی انسان کا پوری طرح سے امتیاع ہو جانا برباد کن ہوگا مگر وحدتِ عالم انسانی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہر فرد بشر مشیتِ خداوندی کے ساتھ پورے پورے اتحاد سے رہے۔

یہ مشیتِ وضاحت کے ساتھ نازل نہ ہو اور انسان تمام دوسرے سرداروں کو چھوڑ کر منظرِ اہی کی پیروی نہ کرے تو جنگ و فساد جاری رہے گا اور انسان اکیلا کی مخالفت پر جمے رہیں گے۔ اپنی قوت کا بہترین حصہ دوسروں کی سعی کے برباد کرنے میں صرف کرتے رہیں گے۔ حالانکہ انسانوں کا فرض ہے کہ خدا کے جلال اور عام بہبودی کے لئے متحد ہو کر کام کریں۔

خدمتِ خدا کی عبادت میں اپنے ہمجنسوں کی خدمت گزار زندگی بسر کرنا

بھی شامل ہے۔ ہم اور کسی طرح خدا کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اپنے مجنوں
 سے رنج پھیرتے ہیں تو ہم خدا سے منہ موڑتے ہیں۔ مسیح فرماتے ہیں:-
 ”اگر تم نے میرے ان کھائیوں میں سے سب سے چھوٹے
 کی خدمت نہیں کی تو تم نے میری خدمت نہیں کی۔“

اسی طرح یہاں اللہ فرماتے ہیں:-
 ”اے پسر انسان! اگر تو فضل کا ناظر ہے تو اس کا خیال نہ رکھ جو تیرے
 مفاد کے لئے ہے بلکہ اس بات کو بکڑ جس سے تیرے مجنوں
 کا فائدہ ہو۔ اور اگر تو عدل کو مد نظر رکھتا ہے تو دوسروں کے لئے
 بھی وہی پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“ (کلمات فرودوسیہ)
 عبداللہ ہمارے فرمایا ہے:-

”امر بہائی میں علم و ہنر اور ہر قسم کی صنعت و حرفت، عبادت شمار
 کی جاتی ہے۔ وہ شخص جو اپنی بہترین لیاقت سے ایمان داری کے
 ساتھ اپنی تمام قوتوں کو اس کی تکمیل کے لئے جمع کر کے ایک
 چٹھی کا کاغذ بنا تا ہے وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ مختصراً تمام
 کوشش و جانکاہی جو ایک شخص پورے دل سے کرتا ہے
 عبادت ہے بشرطیکہ اس کی پشت پر اعلیٰ ارادے اور
 خدمتِ نوعِ بشر کے لئے رضا مندی ہو۔“

نوعِ بشر کی خدمت کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہی
 عبادت ہے۔ خدمتِ دُعا ہے۔ ایک ڈاکٹر جو بیمار کا باہرستی
 محبت کے ساتھ اور تعصب سے بری ہو کر نوعِ بشر کی سردی
 کا مضبوط جذبہ رکھتے ہوئے علاج کرتا ہے وہ خدا کی ثنا و تعریف
 کرتا ہے۔“

(خطبات پیرس دوسری ایڈیشن کا صفحہ ۱۶۴)

تسلخ

سچا بہانی بہاء اللہ کی تعلیمات پر صرف یقین ہی نہ رکھے گا بلکہ وہ انہیں اپنی زندگی کے تمام امور میں ہادی اور الہام کا سرچشمہ پائے گا۔ اور نہایت روح و ریجان سے دوسروں کے پاس بھی وہ علم پہنچائے گا جو اس کی بہبودی کا سرچشمہ ہے۔ ایسا کرنے سے ہی وہ روح القدس کی پوری پوری تائید اور توفیق حاصل کر سکے گا۔ سب فصیح مقرر یا عمدہ محرز نہیں ہو سکتے مگر سب بہانی زندگی بسر کرنے سے تسلخ کر سکتے ہیں۔ بہاء اللہ فرماتے ہیں:-

اہل بہاء پر فرمن ہے کہ وہ اپنے خداوند کی حکمت کے ساتھ خدمت کریں۔ دوسروں کو اپنی زندگی کے ذریعے تعلیم دیں اور خدا کے نور کو اپنے اعمال سے ظاہر کریں۔ فی الحقیقت اعمال کا اثر الفاظ کے اثر سے قوی تر ہے۔ تسلخ کے الفاظ کا اثر اس کے مقصد کی پاکیزگی اور انقطاع پر منحصر ہے۔ بعض الفاظ پر قانع ہیں۔ مگر الفاظ کی صداقت اعمال سے پرکھی جاتی ہے اور دنیا زندگی پر منحصر ہے۔ اعمال انسان کا مقام ظاہر کرتے ہیں۔ الفاظ اس کے مطابق ہونے چاہئیں جو مشیت الہی کی لسان سے الواح میں ثبت ہے۔“ (کلماتِ حکمت)

بہانی کسی حالت میں بھی اپنے خیالات کو زبردستی انہیں نہ سنائے گا جو سنانا نہیں چاہتے۔ وہ لوگوں کو ملکوت خداوندی کی جانب جذب کرے گا۔ ہانک کر انہیں اس میں نہ لیجائے گا۔ وہ اس نیک گڈریہ کی طرح ہوگا جو اپنے ریوڑ کی رہنمائی کرتا ہے اور اپنے ترانوں سے اپنی بھیتوں کو محفوظ کرتا ہے۔ نہ اس کی طرح جو پیچھے سے ڈنڈے کے ساتھ انہیں ہانکتا ہے۔ بہاء اللہ کلماتِ مکنونہ میں فرماتے ہیں:-

لئے پسر تراب! دانا وہ ہیں جو جب تک سننے والا نہیں پاتے

لب کشائی نہیں کرتے، جس طرح ساتی اُسوقت تک جام
پیش نہیں کرتا جب تک اُس کا طالب نہیں ہوتا۔“
نوح اشراقات میں فرماتے ہیں:-

”لے اہل بہار! تم محبت کے مطالع اور عنایت الہی کے
مشابق ہو۔ اپنی زبانوں کو طمن و تشنیع اور لعنت ملامت
سے آلودہ نہ کرو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے (یعنی صداقت)
اُسے ظاہر کرو۔ اگر قبول ہو تو مراد حاصل ہو گئی ورنہ انکار کر نیوالے
کو ملامت کرنا یا اُس کے درپے ہو جانا بے فائدہ ہے۔ اُسے
اُس کے حال پر چھوڑو اور خدا سے ہمیں و قیوم کی طرف متوجہ
رہو۔ کسی کے ادنیٰ رنج کا بھی باعث نہ ہو۔ فساد و نزاع کا تو ذکر
ہی کیا! امید ہے کہ تم عنایت الہی کے درخت کے سایہ تلے
پرورش پاؤ اور خدا کی مشیت کے مطابق عمل کرو۔ تم سب
ایک ہی درخت کے پتے اور ایک ہی سمندر کے قطرے ہو۔“
سپاراللہ فرماتے ہیں:-

اخلاق و آداب | لے اہل اللہ! تمہیں آداب کی نصیحت کرتا

ہوں۔ فی الحقیقت آداب تمام خوبیوں کا سردار ہے۔ مبارک
ہے وہ جو راستی کی جاوڑے سے لمبوں اور آداب کے نور سے منور
ہے۔ آداب و تعظیم سے آراستہ شخص ایک بڑے مقام کا مالک
ہے۔ امید ہے کہ یہ مظلوم اور سب لوگ اس سے فائدہ ہونگے
اس پر قائم رہیں گے اور اس کا لحاظ رکھیں گے۔ اسمِ عظیم کی
قلم سے یہ سب اہل حکم جاری ہوا ہے۔ (روح العالم)

بار بار آپ کو بتکار فرماتے ہیں:-

تمام دنیا کی اقوام روح و ریحان سے آلودہ ہونے کے ساتھ

ہیں تجلیں۔ اے لوگو! تم تمام ادیان کے لوگوں کے ساتھ
روح و ریحان سے ملو جلو۔“

عبداللہ بہاؤ اللہ امریکہ کو ایک لوح میں فرماتے ہیں :-
”خبردار خبردار۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی کا دل دکھاؤ۔ خبردار خبردار
ایسا نہ ہو کہ تم کسی روح کو ستاؤ۔ خبردار خبردار ایسا نہ ہو
کہ تم کسی شخص سے ناہربانی سے پیش آؤ۔ خبردار خبردار ایسا
نہ ہو کہ تم کسی متنفس کی مایوسی کا سبب ہو۔“
”اگر کوئی کسی کے دل دکھانے کا باعث یا کسی نفس کی مایوسی
کا سبب ہو اس کے لئے یہ بہتر ہوتا کہ وہ زمین پر چلنے کی بجائے
اپنے آپ کو اس کی گہرائیوں میں چاھپاتا۔“

آپ تعلیم فرماتے ہیں کہ جس طرح پھول غنچہ میں پوشیدہ ہے اسی طرح
ہر انسان کے دل میں خدا کی طرف سے ایک روح ودیعت ہے۔ خواہ اس کا
ظاہر کیسا ہی بد صورت اور ورشت کیوں نہ ہو۔ سچا بہائی اس لئے ہر انسان
کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا مالی ایک کیاب و نازک پودے
کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی سب سے تابانہ مداخلت کسی طرح بھی
غنچہ کو پھول نہیں بنا سکتی۔ صرف قدرتی دھوپ ہی ایسا کر سکتی ہے۔ اس لئے
اس کا مقصد۔ اس کی کوشش صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ اس حیات بخش دہپ
کو ہر تاریک دل اور گھر میں پہنچائے۔

پھر عبداللہ بہاؤ فرماتے ہیں :-

”بہاؤ اللہ کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم ہر انسان سے یہ تقاضا
کرتی ہے کہ وہ ہر حالت میں عفو کو مد نظر رکھے۔ اپنے دشمن
سے محبت کرے اور اپنے بدخواہ کو اسی نظر سے دیکھے جس
سے اپنے خیر خواہ کو دیکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک دوسرے کو اپنے

خیال سے اپنا دشمن سمجھے اور پھر اس کی برداشت کرے اور اس کے ساتھ تحمل سے پیش آئے۔ یہ مکاری ہے۔ اصلی محبت نہیں۔ ہمیں تو لازم ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو دوست سمجھو۔ اپنے بدخواہوں کو اپنا خیر خواہ جانو اور ان سے ویسا ہی سلوک بھی کرو۔ تمہاری محبت تمہاری ہر بانی سچی ہونی چاہئے فقط تحمل ہی کافی نہیں۔ کیونکہ تحمل اگر دل سے نہ ہو تو مکاری اور بناوٹ ہے۔“ (سٹار آف دی ویٹ جلد ۴ ص ۱۹۱)

ایسی نصیحتیں اس وقت تک سمجھ میں نہیں آتیں جب تک ہم یہ محسوس نہ کریں کہ باوجود ظاہرہ مادی انسان کے دشمن و بدخواہ ہونے کے ہر شخص میں ایک باطنی روحانی طبیعت ہے جو اصل انسان ہے اور جس سے سوائے محبت اور اور خیر خواہی کے اور کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے پڑوسی کے ہی اصلی اور باطنی انسان کی طرف ہمارے خیال اور ہماری محبت کو راجع ہونا چاہئے۔ سبب باطنی انسان حرکت میں آتا ہے تو ظاہری انسان خود بخود بدل جاتا اور نیا بن جاتا ہے۔

بہائی تعلیمات کسی مضمون پر بھی ایسی تھکما دہ نہیں جیسی **چشمِ خطا پوش** کہ غیب جوتی اور غیبت سے پرہیز کرنے کے

بارے میں ہیں۔ مسیح نے بھی اس مضمون پر نہایت نور دیا ہے مگر اب لوگ پہاڑی وعظاً کو عام طور سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ کامل نصیحتیں "ایسی ہیں جن پر عمل کرنے کی توقع ایک معمولی انسان سے نہیں کی جاسکتی۔"

بہاؤ اللہ اور عبد اللہ بہاؤیوں نے نہایت وضاحت سے یہ دکھا دیا کہ اس مضمون پر جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ ہر ایک بہائی پر فرض ہے۔ کلمات گنہگار میں آیا ہے: "اے سپر انسان! جب تک تو خود خطا کار ہے کسی انسان کے گناہوں پر ذمہ نہ مار۔ اگر تو اس حکم کے خلاف کرتا ہے تو تو میرا نہیں۔ اس کا میں خود گواہ ہوں۔"

”اے پسر وجود! کسی نفس کی طرف وہ نسبت نہ لگا جو تو اپنے لئے
لگانی نہیں چاہتا..... یہ پیرے لئے میرا حکم ہے، اس کی اطاعت کر۔“
عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے:-

”ہمیں دوسروں کی خطاؤں کے بارے میں خاموش رہنا چاہئے۔ ان کی
ذمہ داری چاہئے۔ انکی مدد کرنی چاہئے۔ اور ہر بانی کے ذریعہ ان کی خطاؤں
کو درست کرنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ہمیشہ نیکیوں کو دیکھیں
اور پلوں پر نگاہ نہ کریں۔ اگر کوئی شخص دس نیکیاں رکھتا ہے اور
ایک بدی تو ہمیں لازم ہے کہ ہم ان دس کو دیکھیں اور ایک کو
بھول جائیں۔ اور اگر کوئی شخص دس بدیاں رکھتا ہے اور ایک
نیکی تو ہمیں چاہئے کہ اس ایک نیکی کو دیکھیں اور دس بدیوں کو
بھول جائیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم کبھی بھی کسی دوسرے کے بارہ
میں کوئی نا ملائم کلمہ نہ کہیں خواہ وہ شخص ہمارا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔“
ایک امریکن بہائی کو آپ لکھتے ہیں:-

”بدترین انسانی خصلت اور سب سے بڑا گناہ عنیت ہے۔ خاک
اس وقت جب خدا کے دوستوں کی زبانوں سے نکلے۔ اگر کوئی
وسائل ایسے نکل آئیں جس سے عنیت کے دروازے ہمیشہ
کے لئے بند ہو جائیں اور خدا کے دوست ایک دوسرے کی
مدح و تعریف میں لب کشائی کریں تو حضرت بہاء اللہ کی
تعلیمات پھیل جائیں۔ قلوب روشن ہوں۔ ارواح پر انوار ہوں

اور عالم انسان ابدی یہودی سے فائز ہو گا۔ (سٹار اون دی ویسٹ جلد ۱۹۴)

ہمیں اس حکم کے ساتھ ہی کہ ہم دوسروں کی خطاؤں سے
چشم پوشی کریں اور فقط ان کی نیکیوں کو دیکھیں، یہ حکم بھی
ایسی ہی تاکید سے بلا ہے کہ ہم اپنی خطاؤں کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور

اپنی نیکیوں کو کسی حساب میں نہ لائیں۔ کلماتِ مکثورہ میں فرمایا ہے :-
 ”تو کیوں اپنے نفس کی خطاؤں کو بھول کر دوسرے کے نفس
 کی خطاؤں میں مشغول ہے۔ جو ایسا کرتا ہے اس پر میرا عتاب ہے“
 ”زبان میری یاد کے لئے مخصوص ہے۔ اسے غیبت سے
 آلودہ نہ کرو۔ اگر نفسِ ناری تم پر غلبہ کرے تو اپنے نفس
 کے عیوب یاد کرنے میں مشغول ہو جاؤ۔ نہ میرے بندوں کی
 غیبت کرنے میں۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک میرے بندوں
 کے نفوس کی نسبت اپنے نفس سے زیادہ واقف اور بہتر
 جانتے والا ہے۔“

عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے عبداللہیاد نے فرمایا ہے :-
 ”تمہاری زندگی ملکوتِ سیح کا بروز ہو۔ وہ خدمت کرنے نہیں
 بلکہ خدمت کرنے آیا تھا۔..... بہار اللہ کے دین میں سب
 خادم اور خادمہ۔ بھائی اور بہن ہیں۔ ہوں ہی کوئی اسپتہ آپکو
 دوسروں سے ذرا اعلیٰ اور افضل محسوس کرنے لگتا ہے وہ
 ایک خطرناک حالت میں پڑتا ہے اور جیتک وہ اس بُرے
 خیال کے بیج کو اپنے میں سے نکال کر دور نہیں پھینک دیتا
 وہ ملکوت کی خدمت کے لائق نہیں ہوتا۔“

اپنے آپ کے ناماٹنگی ترقی کی نشانی ہے۔ وہ نفس جو اپنے سے راضی نہ
 شیطان کا منظر ہے۔ اور وہ جو اپنے سے راضی نہیں رہتا کہ منظر ہے
 اگر کوئی نزار نیکیوں کا بھی مالک ہو تو چاہئے کہ وہ ان کا خیال
 نہ کرے بلکہ ہمیشہ اپنی کمزوریوں اور قافیوں کے معلوم کرنے
 کی کوشش میں لگا رہے۔ انسان خواہ کتنی بھی ترقی کرے
 تو بھی وہ نامکمل ہی رہتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ وہ اپنے سامنے اپنے

مقام سے اعلیٰ مقام کو دکھاتا ہے۔ جو نہی وہ اُس اعلیٰ مقام کو دکھاتا ہے
وہ اپنے آپ کے ناراض ہو جاتا ہے۔ اور اُس مقام تک پہنچنے کی کوشش میں لگ جاتا
ہے۔ خود ستانی خود غرضی کا نشان ہے۔ (محمد سہراب کی ڈائری سنہ ۱۹۱۳ء)

اگرچہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم خلوص دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کریں
مگر پادریوں یا دوسروں کے پاس اپنے گناہوں کے اظہار وغیرہ کو سختی سے
منع فرمایا ہے۔ چنانچہ لوح بشارات میں آیا ہے :-

”ناھی رگنہگار“ کے لئے لازم ہے کہ ایسی حالت میں جب وہ
اپنے آپ کو غیر اللہ سے فارغ اور آزاد دیکھے تو اپنے گناہ کی معافی
اور بخشش مانگے۔ بندوں کے پاس خطاؤں اور گناہوں کا اظہار
جائز نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کی معافی اور بخشش کا سبب نہیں ہے بلکہ
ایسا اقرار لوگوں میں ذلت و حقارت کا سبب ہوتا ہے۔ اور خدا کی
بزرگی و برتری اپنے بندوں کی ذلت پسند نہیں فرماتا۔ بیشک وہ
شفیق و مہربان ہے۔ گنہگار کے لئے فرما ہے کہ وہ اپنے اور
خدا کے درمیان اُس کے بھر رحمت سے رحمت طلب کرے
اور اُس کے آسمان بخشش سے معافی مانگے۔“

لوح طرازیات میں فرمایا ہے :-

رستبازی اور امانت | ”بلیک امانت تمام اہل زمین کے لئے امن کا

دروازہ ہے اور خدا نے رجن کے حضور سے عزت کا نشان ہے جو اُسے
پالیتا ہے وہ غنا و ثروت کے خزانوں کو پالیتا ہے۔ امانت نوح انسان کی
حفاظت اور اُن کے امن کے لئے سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ہر کام کی نچلی
کا انحصار ہمیشہ سے اُس پر رہا ہے اور عزت، جلال اور عیشا کے جہان اسی
نور سے منور ہیں۔ اے اہل بیچارے! امانت تمہارے بندوں کے لئے
نہایت اعلیٰ لباس ہے اور تمہارے سروں کے لئے نہایت چمکدار تاج ہے۔

اپنے قادر مطلق حکم دینے والے کے حکم سے اس پر قائم رہو۔“

پھر فرمایا:-

”ایمان کی اصل الفاظ کو گھٹانا اور اعمال کو بڑھانا ہے۔ جس کے الفاظ اُس کے اعمال سے بڑھ گئے اُسے جاننا چاہئے کہ اُس کا نہ ہونا اُس کے ہونے سے بہتر اور اُس کی موت اُس کی زندگی سے خوشتر ہے۔“

عبداللہ بہار سے فرمایا:-

”راستگوئی انسان کی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ سچائی کے بغیر روح کے لئے تمام جہانوں میں ترقی و کامیابی ناممکن ہے۔ جب یہ پاک صِدقت انسان میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو تمام دوسری نیکی خصلتیں اُس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔“

(انگریزی الواح عبداللہ بہار جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

”سچائی اور امانت کا نور تمہارے چہروں سے چمکے تاکہ سب جان جائیں کہ تمہارا قول بیوپار میں ہو یا تفریح و لطف میں اعتبار کے قابل اور یقین کے لائق ہو۔ خود کو بھول جاؤ اور سب کے لئے محنت کرو۔“

دلن کے ہاتھوں کو پیغام اکبر برائے اسی

حضرت بہاء اللہ بار بار اس بات کی ہدایت فرماتے ہیں

کہ انسان ان کمالات کو جو اس میں پوشیدہ ہیں پوری طرح ظاہر کرے۔ یعنی اُس حقیقی اندرونی نفس کو جو محدود بیرونی نفس سے علیحدہ ہے۔ یہ بیرونی نفس زیادہ سے زیادہ ایک ہیکل ہے اور اکثر حقیقی انسان کے لئے قید خانہ ہے۔ کمالات مکونہ میں فرمایا:-

”لے لے پس وجود! قدرت کے ہاتھوں سے میں نے تجھے بنایا ہے

اور طاقت کی انگلیوں سے تجھے پیدا کیا ہے۔ اپنے نور کا جوہر

میں نے تجھ میں رکھا ہے۔ اس لئے اس کے سوا اور کسی چیز

پر بھروسہ نہ رکھو۔ کیونکہ میری صنعت کابل اور میرا حکم ناند ہے۔

اس میں شک نہ لا اور کسی شبہ کو جبکہ نہ دے۔“

”اے سپر روح! میں نے تجھ غنی پیدا کیا پھر تو کیوں اپنے آپ کو مفلس بنا کر
میں تجھے پٹر لٹ بنایا پھر تو کیوں اپنے آپ کو روزی کر تا ہے، جو ہر علم سے
میں نے بچھے ظاہر کیا پھر کیوں تو میرے سوا کسی اور کا مستلاشی ہے، محبت کی
مٹی سے میں نے بچھے گو ندھا۔ پھر تو کیوں دوسرے کا گرویدہ ہے۔ اپنی نگاہ کو
اپنے میں پھیر تاکہ تو مجھے اپنے میں قائم، قادر، مقتدر اور قیوم پائے۔“

”اے میرے بندے! تو ایک پڑ جوہر تلوار کی مثل ہے جو ایک
تار ایک غلاف میں چھپی ہوئی ہو اور اس لئے اس کی قدر جوہر لوہا
پر پوشیدہ رہے۔ پس نفس دہوئی کے غلاف سے باہر آتا ہے
تیرا جوہر اہل جہان پہ ظاہر اور روشن ہو جائے۔“

”اے میرے دوست! تو میرے آسمانِ قدس کا آفتاب ہے۔
اپنے آپ کو دنیوی االایشیوں سے آلودہ نہ کر۔ عقائد کے پردے
کو پھاڑ تاکہ بے پردہ و حجاب بادل کے پیچھے سے باہر آئے
اور تمام موجودات کو زندگی کی خلعت سے آراستہ کرے۔“

جس زندگی کی طرف حضرت بہاء اللہ اپنے پیروں کو بلا تے ہیں وہ
فی الحقیقت ایسی اعلیٰ کشدراقت کی زندگی ہے کہ انسانی امکان کے وسیع
سلسلہ میں اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہ تو اونچا ہے اور نہ خوبصورت ہے کہ
انسان اس کے حاصل کرنے کا متنبی ہو۔ اپنے آپ میں روحانی نفس کی
شناخت سے مراد اس اعلیٰ صداقت کی شناخت ہے کہ ہم خدا سے
ہیں اور خدا ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ یہ خدا کی طرف لوٹنا ہر
جہانی کی شاندار منزل مقصود ہے۔ اس منزل مقصود تک پہنچنے کا صرف
ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کے برگزیدہ مظاہر کی اطاعت کریں
مخصوصاً اس کے اس مظہر کی جس کے دور میں ہم رہ رہے ہیں اور وہ
بہار اللہ ہے جو نئے دور کا مظہر الہی ہے۔

چھٹا باب

وَعَايَا النَّازِ

”نماز ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعے
ہر کوئی آسمان تک پہنچ سکتا ہے“

(حضرت محمدؐ)

خدا کے ساتھ مکالمہ

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ :-
”وَعَايَا النَّازِ حُرَّاسُكَ سَاكُ رَاوُ نِيَا زِيْءِ“

اپنی مشیت کو ظاہر کرنے کے لئے خدا اپنے بندوں کے ساتھ ایسی
زبان میں کلام فرماتا ہے جسے وہ سمجھ سکتے ہوں اور یہ وہ اپنے پاک
نبیوں کے ذریعے کرتا ہے۔ جب تک یہ نبی اس دنیا میں جسم کے ساتھ
زندہ رہتے ہیں وہ لوگوں کے ساتھ روبرو بات چیت کرتے ہیں۔ اور
ان کی غیبت یا صعود کے بعد ان کا پیغام لوگوں کو ان کے لکھے ہوئے
کلام اور کتابوں کے ذریعے پہنچاتا رہتا ہے۔ مگر یہی ایک ذریعہ نہیں جس
کے ساتھ خدا انسانوں کے ساتھ بات چیت کرتا ہے۔ ایک روحانی
زبان ہے جو بولنے یا لکھنے کی محتاج نہیں۔ جس کے ذریعے خدا
حقیقت کے متلاشیوں کے ساتھ ہم کلام ہوتا اور انہیں ملہم کرتا ہے۔
یہ لوگ خواہ کہیں بھی ہوں اور ان کی قوم اور زبان خواہ کچھ ہی ہو اسی زبان
کے ذریعے ظہور الہی اس مادی دنیا سے گزر جانے کے بعد اپنے

مومنین سے گفتگو کرتا رہتا ہے۔ حضرت مسیح مصلوب ہونے کے بعد بھی اپنے شاگردوں سے بات چیت کرتے اور انہیں کلمہ کرتے ہیں یقیناً اس وقت وہ ان پر پہلے سے بھی زیادہ اثر انداز ہوئے۔ دوسرے انبیاء کے وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت عبداللہؑ نے اس روحانی زبان کے بارے میں بہت سے بیانات فرمائے ہیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:-

”ہیں آسمان کی زبان یعنی روحانی زبان میں بات چیت کرنی چاہئے۔ کیونکہ روح اور قلب کی بھی ایک زبان ہے یہ ہماری زبان سے ایسی ہی مختلف ہے جیسے ہماری زبان حیوانوں کی زبان سے مختلف ہے جو اپنے آپ کو چونچوں اور آوازوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ روح کی زبان ہی خدا سے

بات چیت کرتی ہے۔ نماز میں جب ہم تمام بیرونی چیزوں سے آزاد ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنے قلوب میں خدا کی آواز سن رہے ہیں بغیر الفاظ کے ہم بولتے ہیں۔ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور خدا سے بات چیت کرتے ہیں اور جواب پاتے ہیں۔

..... ہم سب ایک سچی روحانی حالت پر پہنچ کر خدا کی آواز کو سن سکتے ہیں۔“ دس اٹھل جے روز بزرگ کے ساتھ گفتگو میں ایسا فرمایا حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں کہ بلند و اعلیٰ روحانی حقیقتیں صرف روحانی زبان کے ہی ذریعہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ لکھنا یا بولنا اس کے لئے کافی نہیں ایک چھوٹی سی کتاب ”تہفت وادی“ میں جس میں آپ دنیوی منازل سے آسمانی منازل کے سفر کی تشریح فرماتے ہیں اس سفر کے آخری مدارج کا حال لکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:-

”زبان ان کے بیان سے عاجز اور الفاظ قاصر ہیں۔ قلم اس

بارگاہ میں سبے کار اور روشنائی سوائے سیاہی کے
اور کچھ پھل نہیں دیتی۔۔۔۔۔ اہل حال کی حالت کا حال
دل سے ہی دل کو بتایا جاسکتا ہے۔ قاصد کا یہ کام نہیں
اور نہ ہی خطوط میں اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

حالتِ حضور | اس روحانی حالت کو حاصل کرنے کے بارے میں
جس میں ہم خدا سے بات چیت کر سکتے ہیں،

حضرت عبداللہ، فرماتے ہیں :-

اس حالت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں دنیا کے کل
لوگوں اور چیزوں سے انقطاع کئی حاصل کر کے خدا کی
طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس حالت
کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کی ضرورت ہے مگر ہمیں
اس کے لئے محنت اور مشقت کرنی چاہئے۔ ہم اسے اس طرح
حاصل کر سکتے ہیں کہ ہم دنیوی اور مادی چیزوں کا کم خیال
کریں اور روحانی چیزوں کا زیادہ۔ جتنا ہم ایک سے دور
ہوتے جاتے ہیں گے دوسری کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے
کرنا یا نہ کرنا ہمارے اختیار میں ہے۔

ہماری روحانی بصیرت اور باطنی آنکھیں کھلنی چاہئیں تاکہ
ہم خداوند کی روح کی آیات اور بنیات ہر چیز میں دیکھ سکیں
ہر چیز میں روح کے نور کا پرتو دکھائی دے۔

(دیس ایتھل۔ جے بوزبرگ کے ساتھ گفتگو میں فرمایا)

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں :-

سب سے بلند و بالاتر حالت دعا کی حالت ہے۔ دعا مانگنا خدا سے

راز و نیاز کرنا ہے۔۔۔۔۔ دعا مانگنے والے کے لئے لازمی ہے کہ

وہ القطارِ کئی۔ تسلیم و رضا۔ استغراقِ توجہ اور روحانی ذوق و شوق کے ساتھ دعا مانگنے..... کیسی اور رواجی دعائیں جو دل کی تہ سے نہیں اٹھتیں بے کار ہیں۔

آدھی رات کی دعا کیسی پیاری اور نطف اندوز۔ کس قدر اطمینان بخش اور روح افزا ہوتی ہے۔ جب دوسروں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ دعا مانگنے والے کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ جب دوسروں کے کان بند ہوتے ہیں۔ ہماری کے کان لغتاً ابھی کے منے لیتے ہیں۔ جب دوسرے گہری نیند میں سوئے ہوتے ہیں اس محبوب کیتا کا عاشق بیدار ہوتا ہے۔ اس کے ارد گرد ایک عجیب و غریب راز و نیاز سے پُر خاموشی پھیلی ہوتی ہے۔ اور یہ خدا کا پجاری قدرت اور صاحب قدرت کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہوتا ہے۔“

(میرزا احمد سہراب کا روزنامہ ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت عبداللہیاء فرماتے ہیں کہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلے کا ہونا لازمی ہے۔ ایسا وسیلہ

وسیلہ کی ضرورت

جو انوار الہی کی کامل روشنی پا کر جہانِ انسان پر اسے اس طرح معکوس کرتا ہے جیسے زمین کی فضا سورج کی حرارت کو پا کر اسے زمین کی ہر چیز پر پھیلا رہی ہے۔“ (ڈیوانِ فلاسفی ص ۱۵۱)

دعا مانگتے وقت ہمیں ایسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے جس پر ہم اپنی توجہ کو جمع کر سکیں۔ جب ہم خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے دل کو کسی مرکز کی طرف لگانا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کی بندگی اس سے ظہور کے بغیر کرنا چاہتا ہے تو اسے خدا کا کچھ نہ کچھ خیال باندھنا پڑتا ہے۔ یہ خیال خود اس کے دماغ کی اختراع ہوتا ہے۔ چونکہ محدود، لامحدود کو گھیر نہیں سکتا۔ اس لئے خدا اس طرح ایک محدود خیال سے گھیرا نہیں جاسکتا۔ جو کچھ انسان اپنے دل میں خیال کرتا ہے وہ اس خیال کو سمجھ سکتا ہے مگر جو

وہ سمجھتا ہے وہ اُس کا خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا کا جو کچھ بھی خیال انسان گھڑتا ہے وہ محض اُس کا تصور۔ خیال اور وہم و گمان ہوتا ہے، اس خیال اور اُس کا مدِ مطلق کے درمیان ایک ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ہوتا۔

اگر کوئی خدا کو جانتا چاہتا ہے تو وہ اُسے اُس کے کتل سے اپنے مثل حضرت پیار اللہ اور حضرت مسیح میں دیکھے۔ ان آئینوں میں ہی وہ آفتاب الوہیت کو پر تو فتن دیکھ سکتا ہے۔

جس طرح مادی سورج کو ہم اُس کی روشنی اور حرارت سے جان سکتے ہیں اسی طرح ہم روحانی سورج یعنی خدا کو جب وہ اپنے ظہور کی سبیل سے اپنے صفات کی کالمیت، اپنے اسماء کے حُسن اور اپنے نور کی روشنی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جان سکتے ہیں۔“ (۱۹۰۹ میں ستر پرسی ڈڈ کا کسے نکلے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا) پھر آپ فرماتے ہیں :-

”جب تک روح القدس کا وسیلہ درمیان میں نہیں ہوتا کوئی شخص خدا کی عنایت اور اُس کے فضل کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس صریح صداقت کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ ایک بچہ استاد کے بغیر تربیت حاصل نہیں کر سکتا۔ زمین زمین کے بغیر گھاس اور سبزہ سے کبھی پہلہا نہیں سکتی۔ روشنی کا ایک مرکز ہے۔ اگر کوئی شخص اسے مرکز کی بجائے کسی اور جگہ تلاش کرتا ہے تو وہ اُسے کبھی نہیں پاسکتا۔۔۔۔۔ ذرا مسج کے زمانے کا خیال کریں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بلا سیحالی فیوض کے وہ حقیقت کو پاسکتے ہیں مگر ان کا یہ گمان ہی ان کی محرومیت کا باعث ہوا۔“ (حضرت عبدالعزیز کی انگریزی نواح جلد ۱۱) اُس شخص کی مثال جو خدا کی اُس کے ظہور کے بغیر کوشش کرنا چاہتا ہے اُس شخص کی مانند ہے جو اندھیری کو ٹھڈی میں رہ کر اپنے تصور کے ذریعے آفتاب کی دھوپ کے مزے اڑانے کی کوشش کرتا ہے۔

دُعای مانگنا یا نماز پڑھنا فرض اور لازمی ہے

بہانیوں کے لئے دُعا مانگنا صریح اور اٹل لفظوں

میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے:

”صبح اور شام کلام اللہ کی تلاوت تم پر فرض

ہے۔ جو لوگ اس فرض کو پورا نہیں کرتے وہ ميثاق الہی اور عہدِ خداوندی سے

بے وفائی کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو آج اس سے رُخ پھرتے ہیں

وہ ان میں سے ہیں جو خدا سے دور ہیں۔ اے اہل بہاؤ! خدا سے ڈرو۔

خبردار! کثرتِ قرأت اور رات و دن اعمال میں مشغول رہنا بھی تمہیں معذور

اور مستکبر نہ بنا دے۔ ایک آیت کو روح و ریحان سے پڑھنا اس سے بہتر ہے

کہ تم خدا سے قادرِ مطلق کے سارے کلام کو بے پروائی سے پڑھو۔ ابوح الہی کو

اس حد تک پڑھو کہ اس سے تمہیں کسل یا تھکان محسوس نہ ہو۔ اپنی روح پر اتنا

بوجھ نہ ڈالو کہ یہ تھک کر پڑھ رہا ہو جو جائے بلکہ اسے تازہ کرو تاکہ یہ آیات کے بازوؤں

سے پرواز کر کے مطلعِ بینات تک پہنچ جائے۔ اس سے تمہیں خدا کا قریب حاصل

ہوگا۔ اگر تم ان میں سے ہو جو سمجھتے ہیں۔“

ایک خط کا جواب دیتے ہوئے حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں:-

”اے روحانی دوست! آپ کو معلوم ہو کہ نماز پڑھنا اور دُعا مانگنا لازمی اور فرض ہے

اور انسان کسی بھی وجہ سے اس سے معاف نہیں کیا گیا۔ سوائے اس کے کہ وہ

دیوانہ ہو یا ایسی باتیں اس کی سزا رہا ہوں جن کا دور کرنا ناممکن ہو۔“

(الواح عبدالبہاء، انگریزی، جلد ۳، ص ۳۰۳)

ایک اور سائل نے پوچھا ہم دُعا کیوں مانگیں۔ اس میں جلا کیا حکمت ہے

خدا نے ہر ایک چیز بنائی ہے اور وہ اپنے سب کاموں کو بہترین ترتیب نظام

کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ پھر اس سے انتہا کرنے، دُعا مانگنے اور اپنی ضروریات

بیان کر کے اس سے مدد مانگنے میں کیا حکمت ہے؟

حضرت عبدالبہاء نے جواب دیا:-

” واضح ہو کہ ایک عاجز کا ایک صاحبِ فوت سے ملتی ہونا عین مناسب ہے اور ایک فضل کے طالب کا اس فضل و جلال کے مالک سے مانگنا ہی درست ہے۔ جب انسان اپنے مالک کی طرف لوٹ کر تضرع و زاری کرتا ہے اور اس کے بجز فضل سے اس کے کرم کا جو یا ہوتا ہے تو اس کی یہ تضرع و زاری اس کے دل کو نور سے بھر دیتی ہے۔ اس کی بصیرت کو منور کرتی ہے۔ اس کی روح کو زندگی اور اس کے نفس کو بزرگی عطا کرتی ہے۔

جب آپ خدا سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ تیرا نام میرے لئے شفا ہے تو سوچیں کہ اس وقت آپ کا دل کس قدر خوشی سے بھر جاتا ہے۔ آپ کی روح خدا کی محبت کے نفعات سے وجد میں آتی ہے اور آپ کا قلب ملکوتِ الہی کی طرف کھینچتا ہے۔ ان جذبات سے انسان کی قابلیت اور لیاقت بڑھتی ہے برتن کے بڑا ہونے سے پانی بھی بڑھ جاتا ہے اور صحتی پمپس زیادہ ہوتی ہے اسی قدر بادل کا فیض انسان کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں دعا مانگنے اور اپنی ضروریات کو بیان کرنے کا راز مخفی ہے۔ ” ایک مریخ پہانی کے نام روح میرا زمردی تلی قال ہونہ پسنہ اور میر کا ایک اور سائل کو جس نے پوچھا تھا کہ جب خدا سب کے دل کی خواہشات سے واقف ہے تو دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جواب دیا۔

**دعا محبت کی
زبان ہے**

” اگر ایک دوست اپنے دوست سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہے اگرچہ اس کو یہ علم ہے کہ اس کا دوست اس کی محبت سے واقف ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنے پیار کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ خدا بے شک سب کے دلوں کی خواہشات سے واقف ہے مگر دعا مانگنے کا جذبہ ایک فطرتی جذبہ ہے جو محبتِ الہی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ دعا لفظوں سے ہی مانگی جائے بلکہ خیال اور حال سے بھی مانگی جاتی ہے۔ اگر محبت اور شوق نہیں تو جبراً ان کو پیدا کرنا بے کار ہے۔

محبت کے بغیر الفاظ کچھ بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص آپ سے اس طرح گفتگو کے کہ وہ آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا اور آپ کی ملاقات سے اسے کوئی لگاؤ یا مسرت نہیں تو کیا آپ ایسے شخص سے گفتگو کرنا پسند کریں گے۔“

(جون سنہ ۱۹۱۱ء کے فاریناٹلی ریڈیو میں مس ای۔ ایس۔ سٹیونس کا مضمون)

ایک اور وقت دورانِ گفتگو میں آپ نے فرمایا ہے۔

بہترین دعا وہ ہے جو انسان صرف خدا کی محبت کی خاطر مانگتا ہے نہ اسلئے کہ وہ اس سے ڈرتا ہے یا جہنم و عذاب کا اس کو خوف ہے یا بہشت اور ثواب کی اس کو امید ہے۔۔۔۔۔۔ جب ایک شخص کسی انسان کا عاشق ہوتا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے معشوق کا نام نہ لے۔ پھر اس شخص کو جو خدا کا عاشق ہو اس کا نام لینے سے روکنا کس قدر ناممکن ہے۔۔۔۔۔۔ روحانی انسان کو سوائے خدا کی یاد کے اور کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ درسِ آمار ایٹن اور دیگر زائرین کی جو زیمر اور ڈسمبر سنہ ۱۹۰۰ء میں لکھے آئی ڈائری) بل کر دعا مانگنے یا نماز باجماعت کے بارے میں حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں۔

دعا یا عبادت باجماعت

ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جب چاہوں خدا سے دعا مانگ سکتا ہوں خصوصاً اس وقت جب میرا دل خدا کی طرف کھنچا ہوا ہو۔ اس وقت خواہ میں بیابان میں یا شہر میں یا کسی اور جگہ۔ میں وہاں کیوں جاؤں جہاں اور لوگ بھی ایک خاص دن اور ایک خاص وقت دعا مانگنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ حالانکہ میری حالت اس وقت ایسی نہیں کہ میں دعا مانگوں۔ اس قسم کے خیال کرنا بیہودگی ہے۔ کیونکہ جہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں اثر زیادہ ہوتا ہے۔ پلوڑہ علیحدہ سپاہی اکیلے لڑتے ہوئے ایک متحدہ فوج کی سی قوت نہیں رکھتے۔ اس روحانی جنگ میں اگر سب سپاہی اکٹھے ہو کر لڑیں تو ان کے متحدہ روحانی خیالات ایک دوسری

مدد کرتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ”دس آئین رذائے بزرگ کی دائری سے) انبیاء کی تعلیمات کے مطابق بیماری اور تمام دوری بلاؤں سے نجات

ہیں۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ سیلاب، طوفان اور پہونچال بھی اسی سبب سے آتے ہیں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں :-

اس قسم کے واقعات کے واقع ہونے کا سبب یہ ہے کہ کائنات کے اجزاء میں آپس میں تعلق ہے۔ ہر ایک چھوٹا حصہ بڑے حصے سے تعلق رکھتا ہے اور جو واقعہ ایک پر اثر انداز ہوتا ہے وہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی آپس کے تعلق کے سبب انسان کے اعمال بھی ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً دو قوموں میں جھگڑا ہوتا ہے۔ یہ جھگڑا صرف خیالات کا تضاد ہوتا ہے۔ اس کا کوئی مادی وجود نہیں ہوتا۔ یعنی یہ کہ کوئی چیز نہیں ہوتی جسے ہم چھو سکیں یا دیکھ سکیں مگر اس جھگڑے کا اثر مادی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور ہزاروں آدمی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح جب انسان خدا کے ساتھ اپنے وعدے کے خلاف عمل کرتا ہے یا یوں کہو کہ جب پیشاق کو توڑتا ہے تو اس کا نتیجہ مادی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور کسی کسی بڑا کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔“ (روزانہ سن جو نکتہ میں صفحہ ۲۵)

مگر گناہ کے بعد جو مصیبت آتی ہے اس سے بدلہ لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ تربیت کرنے اور سبق دینے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ انسان کے لئے خدا کی آواز ہوتی ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ سرِ اطمینان سے بھٹک گیا ہے۔ اگر تکلیف زیادہ ہوتی ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ گناہ کرنے کا حقیر اور بھی زیادہ مصیبت ناک ہے۔ کیونکہ ”گناہ کی مزدوری موت ہے“ پس جس طرح مصیبت نافرمانی کا نتیجہ ہے اسی طرح نجات فرمانبرداری

کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ خدا سے
 منہ موڑنا ہمیشہ مصیبت اور بلا کا سبب ہوتا ہے اور خدا کی طرف توجہ ہونا
 لازماً اس کی رحمت اور کرم کا باعث ہے۔ چونکہ کل نوع انسان ایک جسم کی
 مانند ہے۔ اس لئے کسی شخص کی بہتری اور بہبودی صرف اس کے اپنے رویہ پر
 منحصر نہیں بلکہ اس کے پڑوسیوں کے رویہ کا بھی اس میں بہت سا دخل ہے
 اگر ایک شخص غلطی کرتا ہے تو سب کے سب کم و بیش تکلیف میں پڑتے ہیں
 اس لئے برعکس اگر ایک آدمی کوئی اچھا کام کرتا ہے تو سب اس سے فائدہ
 اٹھاتے ہیں۔ ہر شخص کو ایک خدا تک اپنے پڑوسی کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور
 بہترین انسان وہ ہے جو سب سے بڑا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اولیاء اللہ نے ہمیشہ
 بہت بڑی بڑی تکلیفیں سہی ہیں۔ انبیاء نے ایسی تکلیفیں برداشت کیں جو
 کسی نے بھی برداشت نہیں کیں۔ حضرت بہاء اللہ کتاب ایمان میں فرماتے
 ہیں: ”یہ آپ نے سنا ہی ہے کہ ہر ایک نبی اور اس کے اصحاب نے
 کیسی کیسی تکلیفیں سہی ہیں جیسے مفلسی، بیماری اور عمارت اور کس طرح
 ان کے ماننے والوں کے سربطور تحفہ شہروں کو بھیجے گئے۔“

اس کا سبب یہ نہیں کہ اولیاء اور انبیاء سے الہی دوسرے لوگوں کی طرح سزا
 کے مستوجب ہوتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ دوسروں کے گناہوں کے بدلے
 تکلیف اٹھاتے ہیں اور خود اس تکلیف کو اوروں کی خاطر پسند فرماتے ہیں۔ ان کا
 مدعا اپنی نہیں بلکہ دنیا کی بھلائی کرنا ہوتا ہے۔ نوع انسان کے عشاق کی دعا یہ
 نہیں ہوتی کہ وہ خود مفلسی، بیماری اور بلا سے بچیں بلکہ وہ تو یہ دعا مانگتے ہیں
 کہ سب انسان چہالت اور گناہ اور ان کے برے نتائج سے چھوٹ جائیں۔
 اگر یہ لوگ اپنے لئے صحت اور دولت کے طلبگار ہوتے ہیں تو اس سے
 ان کا مدعا خدا کی بادشاہت کی خدمت کرنا ہوتا ہے اور اگر جسمانی صحت اور دنیوی
 دولت انہیں نہیں دی جاتی تو وہ نہایت خالص خوشی سے اپنی قسمت پر شاکر

رہتے ہیں۔ ان کو اس بات کا کمال یقین ہوتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ ان پر وارد ہوتا ہے وہ عین حکمت اور سراسر بہتری ہے۔

حضرت عبداللہ، فرماتے ہیں:-

”رجح و غم محض اتفاقاً ہم پر وارد نہیں ہوتے۔ خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے ہماری تکمیل کے لئے ہمیں بھیجتا ہے۔ جب رجح و غم آتا ہے تو انسان اپنے باپ کو جو آسمان پر ہے یاد کرتا ہے جو اسے وقت سے نجات دے سکتا ہے جس قدر ایک شخص کو دکھ پہنچتا ہے اسی قدر زیادہ وہ روحانی خوبیوں کے پھل ظاہر کرتا ہے۔“ (دہریں ٹاکس صفحہ ۱۵۱)

باوی النظر میں یہ انصاف سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجرم کی بجائے ایک بے گناہ تکلیف اٹھائے۔ لیکن حضرت عبداللہ، ہمیں اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ یہ ظلم صرف ظاہر میں ہی ہوتا ہے اور آخر کار کمال انصاف ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

”تختے بچوں اور ضعیفوں کے بارے میں جو ظالموں کے ظلم کا نشانہ ہوتے ہیں..... ان ارواح کو ایک دوسری دنیا میں اجر ملتا ہے..... رحمت و حقیقت خدا کی ایک بہت بڑی رحمت ہے۔ میں یقین کہتا ہوں خدا کی وہ رحمت اس دنیا سے فانی کی تمام راحتوں و ترقیوں اور عیش و آرام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔“ (ارواح حضرت عبداللہ، انگریزی جلد دوم صفحہ ۳۳)

اکثر لوگوں کو یہ یقین کرنے میں کہ کما میں اثر ہے
مشکل پیش آتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ دعا

دعا اور قانون قدرت

کے قبول ہونے سے قانون میں مداخلت بیجا واقع ہوگی۔ مفصلہ ذیل مثال اس مشکل کو دور کر دے گی۔ اگر ہم مقناطیس کو لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے اوپر پکڑ کر رکھیں تو یہ ٹکڑے سے الٹا ذکر اس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ مگر کشش ثقل کی قوت میں بھی کوئی مداخلت واقع نہیں ہوتی۔ کشش ثقل کوہے کے

مغزوں پر پہلے کی طرح ہی عمل پیرا ہوتی ہے۔ ہر صورت یہ کہ اس سے ایک اعلیٰ قوت کا رپرہاز کی گئی ہے جس کا عمل بھی ایسا ہی باقاعدہ اور مقررہ ہے جیسا کہ کشش ثقل کا ہے۔ اہل بہار کا عقیدہ ہے کہ دُعا ان اعلیٰ قوتوں کو حرکت میں لاتی ہے جو نسبتاً سوخت تک بہت کم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر یہ مان لینے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ یہ قوتیں اپنے عمل میں کسی قاعدے کی پابند نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم نے ان کا اچھی طرح سے مطالعہ نہیں کیا اور تجربوں سے ان کی تفتیش نہیں کی ہم اپنی جہالت کے سبب ان کا عمل سمجھ نہیں سکتے اور ہم اسے عقل سے باہر خیال کرتے ہیں۔

ایک اور مشکل ان لوگوں کی گھبراہٹ کا باعث ہوتی ہے جن کا خیال ہے کہ دُعا ہی کمزور قوت وہ بڑے نتائج پیدا نہیں کر سکتی جو اکثر اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ یہاں بھی ایک مثال اس مشکل کو دور کرنے میں مدد دینی کسی ذخیرہ آب سے بھرے گلاس کو اگر چھوٹی سی قوت لگا دیکھائے تو وہ پانی کی بڑی قوت کو آزاد کر کے قابو میں رکھ سکتی ہے۔ یا یہی چھوٹی سی قوت اگر جہاز کے سرکان پر لگا دی جائے تو بڑے سے بڑے جہاز کو قابو میں رکھ کر اسے اس کے راستے پر چلاتی ہے۔ یہی ان عقیدہ کے مطابق وہ قوت جو دُعا کو قبول کراتی ہے وہ خدا کی لامحدود قوت ہے۔ دُعا مانگنے والے کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی کمزور قوت سے فضل الہی کی روانی یا اس کے رو کو چھیر لے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا کا فضل ان لوگوں کے کام آنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے جنہوں نے یہ جان لیا ہے کہ وہ کس طرح اس سے مدد حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت بہار اللہ اور حضرت عبد البہار نے بیسار دُعا میں
بہائی دُعا میں نازل فرمائی ہیں تاکہ ان کے ماننے والے مختلف وقتوں

اور مختلف مقاصد کے لئے دُعا مانگ سکیں۔ اس کلام پاک کے معانی کی عظمت اور اس کی روحانیت کی گہرائی ہر سالک صادق کے دل پر ضرور

اثر کرتی ہے۔ مگر اس کے معافی اور اس کی قوتِ نفوذ اسی وقت پوری طرح محسوس ہوتی ہے جب اس کا پڑھنا روزانہ زندگی کا ایک باقاعدہ اور ہم فرض کر لیا جاتا ہے۔ جگہ کی قلت ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہم ان مناجاتوں میں سے صرف چند ایک یہاں درج کریں۔ مگر ہمیں اُمید ہے کہ ناظرین ان کو پڑھکر اور دُعاؤں اور مناجاتوں کو اصل کتابوں سے پڑھنے کی کوشش کریں گے۔

”الہی! اپنے جمال کو میری غذا اور اپنے قرب کو میرا شربت بنا۔ اپنی رضا میں مجھے فنا کر اور میرے اعمال تیرے احکام کے مطابق ہوں۔ میری خدمت اور دُعا تیری حضوری میں قبول ہو اور میرا عمل تیری توصیف و تجید کا عنوان ہو۔ میں صرف تجھ سے ہی مدد کا طلبگار ہوں اور میرا گھر تیرے رہنے کا مقدس مقام ہو بیشک تو ہر جگہ حاضر ناظر اور محبوب ہے۔“ (حضرت بہار اللہ)

”اسے میرے پروردگار! میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تو نے مجھے اس لئے پیدا کیا ہے کہ میں تجھے پہچانوں اور تیری پرستش کروں۔ میں اس وقت اپنے عجز اور تیری قوت اپنے فقر اور تیری عنین کا اقرار کرتا ہوں۔ بیشک تیرے سوا کوئی خدا نہیں تو ہے محافظ و مہمین اے خدا۔“ (حضرت بہار اللہ)

”الہی الہی! اپنے بندوں کے دلوں کو جوڑ اور ان پر اپنا مقصد عظیم ظاہر کر۔ وہ تیرے احکام کو ماننے والے اور تیری شریعت پر چلنے والے بنیں۔ اے پروردگار! ان کی جدوجہد میں تو ان کی مدد فرما۔ اور انہیں اپنی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ انہیں ان کے حال پر مست چھوڑ۔ بلکہ نور معرفت کی طرف ان کی رہنمائی کر اور ان کے دلوں کو اپنی محبت سے سرور کر۔ بیشک تو توفیق بخشنے والا اور مالک ہے۔“

”اے خدا سے ہر بان! تو نے کل نوع انسان کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے۔ تیرا یہ حکم ہے کہ سب ایک ہی خاندان بن کر رہیں، تیرے مقدس حضور میں وہ سب تیرے بندے ہیں اور کل انسان تیرے عہد کے سایہ تلے محفوظ ہیں۔ سب تیرے دسترخوانِ فیض میں کھانینے اور تیرے نورِ فیض سے سوز رہیں۔“

”اے پروردگار! تو سب پر ہر بان ہے اور سب کا پروردگار ہے سب کی پناہ ہے اور سب کو تو نے ہی زندگی عطا فرمائی ہے۔ تو نے ہی سب کو قوت و قابلیت عطا کی ہے اور سب تیری ہی حرمت کے سمندر میں غرق ہیں۔“

”اے ہر بان خدا، سب کو متحد کر۔ اپنے دین کو کل اقوام کا متحد و متفق کرنے والا بنا تاکہ وہ ایک دوسرے کو ایک ہی خاندان کے افراد سمجھیں اور ساری زمین کو ایک گھر بنائیں۔ اے خدا سب کو کمال اتحاد کے ساتھ اکٹھا رہنے کی توفیق عطا فرما۔“

”آہی! وحدتِ آہی کے جھنڈے کو بلند کر۔ اے پروردگار۔ عالمگیر امن کو قائم کر۔ اے محبوب۔ سب کے دلوں کو آپس میں جوڑ دے۔“

”اے ہر بان باپ! ایخدا! اپنی ہدایت کے نور سے ہمارے آنکھوں کو روشن کر۔ اپنے کلام کی شیرینی سے ہمارے کانوں کو لذت بخش اور اپنی قدرت کے حصار میں ہم سب کو محفوظ رکھ۔ ایخدا بیشک تو قادر و توانا، غفار و احد، لا شریک ہے۔ اور ہر انسان کی کمزوری میں اُس کا پردہ پوش و محافظ ہے۔“ (حضرت عبدالہیاء،)

”اے قادرِ مطلق! بیشک میں گنہگار ہوں اور تو آمرزگار ہے۔ میں خطاؤں کا پتلا اور تو رحمت کا سرچشمہ ہے۔ معصیت کی تاریکیوں میں بھٹکنا میری عادت اور عفو و غفران تیری شان ہے۔ اور جن

میرے گناہوں کو بخش دے اور اپنے فیوضات مجھے عطا کر۔
میری کمزوریوں کو ڈھانپ اور مجھے پناہ بخش۔ اپنے تحمل و
بردباری کے سمندر میں مجھے غرق کر اور میرے دکھوں اور بیماریا
کو دور کر دے۔

”مجھے پاک و مقدس بنا۔ اپنے نورِ تقدس کا صدقہ کچھ مجھے بھی
عطا کر تاکہ رنج و غم کا نور اور سترت و شادمانی کا نزول ہو۔ پاس اور
ناامیدی اس دُکھ سے بدل جائے اور خوف و ہراس کی جگہ
جرات و دُکھی نصیب ہو۔“ (حضرت عبدالہیاء)

”اے رب رحمن! مجھے ایک ایسا دل عطا کر جو آئینہ کی طرح تیرے
نورِ محبت سے منور ہو اور مجھے ایسے خیالات بخش جو دنیا کو
پیرے فیضِ روحانی کے ذریعے ایک گلشن میں بدل دیں۔ تو
رحیم ہے۔ رحمن ہے اور ذوالفضل العظیم ہے۔“ (حضرت عبدالہیاء)

بیانی دعائیں اگرچہ بہت ضروری ہیں لیکن یہ صرف مقررہ اور کلمے ہوتے الفاظ
تک ہی محدود نہیں ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کی تعلیم کے مطابق انسان کی ساری ہی
زندگی دعا ہونی چاہئے۔ روزانہ کام کو صحیح جوش و شوق سے کیا جائے تو یہ بھی
نماز ہے۔ ہر ایک خیال، لفظ اور عمل جو خدا کے جلال کو بڑھانے اور بندوں کی
خدمت کرنے میں صرف کیا جائے صحیح معنوں میں دعا و نماز ہے۔

سے گناہوں سے بخشش مانگنے کی دعا کو گناہوں میں سے ایک میں دیکھیں :

سائواں باب

صحت و شفاء

”خدا کی طرف توجہ پھیرنے سے رُوح قلب اور بدن کو صحت حاصل ہوتی ہے۔“

— حضرت عبداللہ —

جسم اور رُوح | بہائی تعلیمات کے مطابق انسانی جسم ارتقائے روح کے لئے ایک عارضی مقصد پورا کرتا ہے۔ اور جب یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جس طرح انڈے کا خول چوزے کی نشوونما کے لئے ایک عارضی مقصد پورا کرتا ہے اور جب وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے تو یہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسے ترک کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مادی جسم کے لئے بقا نہیں۔ کیونکہ یہ ایک مرکب چیز ہے جو ذرات اور برقیاروں سے بنا ہوا ہے۔ اور تمام بنی ہوئی چیزوں کی طرح جب اس کا وقت آتا ہے تو بگڑ جاتا ہے۔

جسم کو رُوح کا خادم ہونا چاہئے۔ اسے اس کا مالک کبھی نہ بننے دینا چاہئے۔ یہ مطیع، فرمانبردار، لائق خادم ہو۔ اور اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک بھی کیا جائے جیسا ایک اچھے خادم کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اگر اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تو بیماری اور بلا کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ مالک اور خادم دونوں کے لئے برا ہوتا ہے۔

وحدت حیات | حیات کے انگیزت درجات اور اس کی بیشمار شکلوں کی بنیادی وحدت حضرت بہار اللہ کی اساسی تعلیمات میں سے ہے۔ ہماری جسمانی صحت ہماری روحانی - اخلاقی اور قلبی صحت سے اور دیگر انسانوں کی فردی اور اجتماعی صحت سے بلکہ حیوانات اور نباتات کی زندگی سے ایسی منسلک ہے کہ ایک کا دوسرے پر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر اثر ہوتا ہے جو عام طور پر محسوس کیا جاتا ہے۔

اس لئے حضرت بہار اللہ کا کوئی حکم خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ کے بارے میں ہو ایسا نہیں جس کا تعلق جسمانی صحت سے نہ ہو۔ مگر بعض تعلیمات میں جسمانی صحت کا خاص ذکر ہے۔ اور ان تعلیمات کو ہم ذیل کی مسطور میں پیش کرتے ہیں:

سادہ زندگی | حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں:-
 ”موجودہ زمانے کی زندگی بہت پھپھیدہ ہو گئی ہے اور ہم روز بروز اس کی پھپھیدگی کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ انسانی ضروریات ختم ہوتی دکھائی ہی نہیں دیتیں۔ انسان جس قدر زیادہ جمع کرتا جاتا ہے اتنا ہی اس کا احتیاج زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اس حالت سے آزادی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چیزیں ہمارے دل کو پریشان کرتی ہیں ان سے رُخ پھیر لیں۔ قانع آدمی کا قلب ہمیشہ مطمئن اور اس کے دل میں ہمیشہ سکون ہوتا ہے۔ وہ ایک بادشاہ کی طرح ہوتا ہے جس کی حکومت ساری دنیا پر ہو۔ یہ شخص کس خوشی اور مسرت کے ساتھ اپنی سادہ غذا کو کھاتا ہے۔ کس آرام کی نیند سوتا ہے۔“

(میرزا احمد سہراب کی ڈائری ستمبر اور اکتوبر ۱۹۱۲ء اور صفت ۱۹۱۳ء ص ۷)

گوشت کھانے کی مانعت نہیں مگر ایک سادہ نباتی غذا پر سنبھالی ترجمہ اور صحت نور دیا گیا ہے۔ حضرت عبدالبہار موجودہ حالات میں گوشت کو

بطور غذا کھانے کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-
 آئندہ غذا پھل اور اناج ہوگی۔ ایک وقت آئے گا جب گوشت
 بالکل نہ کھایا جائے گا۔ علم طبابت ابھی اپنے بچپن میں ہے تو بھی اس نے
 یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہماری قدرتی غذا وہ ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔
 (جو بیبا ایم گرنڈی کی کتاب عکاء کی مدد سے دس دن)

مسکرات اور منشیات | حضرت بہار اللہ نے منشی اور مخدر اشیاء
 کو سوائے بیماری کی حالت میں بطور دوا

پینے کے اور سب حالتوں میں حرام قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ، فرماتے
 ہیں :- "اے خدا کے پیارے بھائی! تجھ پر نے یہ دکھا دیا ہے کہ تمباکو، شراب
 اور افیون کے چھوڑ دینے سے قوت، صحت، روحانی مسرت، تیزی، ہم
 اور جسمانی طاقت حاصل ہوتی ہے" (حضرت عبداللہ کی انگریزی اول جلد ۲ ص ۵۸۱)

لذائذ | بیانی تعلیمات اعتدال پر زور دیتی ہیں، ریاضتِ شاقہ
 نہیں سکھاتیں۔ دنیا کی اچھی اور نفیس چیزوں کو حاصل کرنے
 کی نہ صرف اجازت ہی دیتی ہیں بلکہ ترغیب دیتی اور تلقین کرتی ہیں
 حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں :-

"اپنے آپ کو ان چیزوں سے محروم نہ کرو جو تمہارے لئے
 پیدا کی گئی ہیں" ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں :-
 "یہ تم پر فرض ہے کہ بشارت اور مسرت تمہارے چہروں
 سے ظاہر ہو۔"

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں :-

"جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے وہ انسان کے لئے ہے جو شرف المخلوقا
 ہے۔ اس کو خدا کی ان عنایات کے لئے شکر گزار ہو نا چاہئے۔ تمام مادی
 چیزیں ہمارے لئے ہیں تاکہ شکر آمیز حضور کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو

ایک خدائی عنایت سمجھنا سیکھ جاتیں۔ اگر ہم زندگی سے متنفر ہوتے ہیں تو ہم ناشکری کرتے ہیں۔ کیونکہ ہماری ماؤ کی اور روحانی زندگی خدائی رحمت کی مظاہر نشانیاں ہیں۔ پس ہمیں خوش رہنا چاہئے اور اپنی زندگی کو دنیا کی تمام چیزوں کی قدر شناسی کے ساتھ گزارنا چاہئے۔ (ڈاؤن ٹلا سٹی مینٹا)

اس سوال کے جواب میں کہ جوئے اور لائٹریوں کی حرمت جو تہائی تعالیم نے کی ہے کیا اس کا اطلاق سب قسم کے کھیلوں پر ہے؟

حضرت عبداللہ بیار نے فرمایا ہے۔

”نہیں۔ بعض کھیل ایسے ہیں کہ اگر تفریح کے طور پر انہیں کھیلا جائے تو ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا مگر یہ ضرور ہے کہ تفریح کہیں تضرع اوقات نہ بن جائے۔ امر اللہ میں وقت کو ضائع کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں۔ مگر تفریح مثلاً ورزش جو بدن کے قوی کو بڑھاتی ہے اس کی اجازت ہے۔“

(ایک آسانی نظارہ دائرہ تری کتاب ص ۹)

پاکیزگی اور صفائی | کتاب اقدس میں فرماتے ہیں: انسانوں میں تم جوہر پاکیزگی بن کر رہو۔ ہر حالت میں تمہارے آداب و اطوار ہنڈب اور مچلی ہوں۔ تمہارے کپڑوں پر کوئی میل کچیل کا نشان تک نہ ہو۔ پاک اور مصفی پانی میں نہاؤ۔ جو پانی ایک دفعہ استعمال ہو چکا ہے اس کو پھر استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔۔۔۔۔ بیشک ہم یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں زمین پر مظاہر فردوس بنے دیکھیں تاکہ تم میں سے وہ نعمات پھیلیں جن سے مقبلین کے دل خوش ہوں۔“

میرزا ابوالفضل اپنی کتاب حج البہیہ ص ۸۹ میں ان احکام کی اہمیت کا ذکر فرماتے ہیں خصوصاً مشرقی سالک میں جہاں خانہ داری۔ نہانے حتیٰ کہ پینے کے لئے بہت غلیظ پانی استعمال کیا جاتا ہے اور جہاں صفائی

بالکل نہیں ہے اور بہت سی ایسی بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں جن کا آسانی سے مدد ہو سکتا ہے۔ یہ حالات تاجن کے بارے میں عموماً یہ خیال ہے کہ رائج الوقت دین ان کی اجازت دیتا ہے۔ اہل شوق کے درمیان صرف اس ہستی کے حکم سے تبدیلی کئے جاسکتے ہیں جس کے حق میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ خدا کی طرف سے یہ باتیں کہتا ہے۔ اگر اس بات کے ماننے کے ساتھ کہ صفائی و استیازی کے نزدیک ہے یہ بھی مان لیا جائے کہ صفائی و استیازی کا ایک بہت بڑا جز ہے تو بہت سے مغربی ممالک میں بھی ایک بہت بڑا انقلاب واقع ہو سکتا ہے۔

منظہر اللہ کی شریعت کی اطاعت کے نتائج

سادہ زندگی۔ صفائی۔ شراب اور فیون وغیرہ سے پرہیز کے بارے میں جو احکام ہیں ان کی اہمیت اس قدر

صریح ہے کہ وہ کسی توضیح کی محتاج نہیں۔ مگر ان کی ضرورت کا عموماً بہت کم خیال کیا جاتا ہے۔ اگر ان کا عام رواج ہو جائے تو اکثر مستعدی بیماریاں اور بہت سے دوسرے امراض صنفہ دنیا سے کم ہو جائیں۔ جو بیماریاں صحت کے عام قوانین کی خلاف ورزی اور شراب و افیون کے استعمال سے واقع ہوتی ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ علاوہ ازیں ان احکام کی اطاعت سے نہ صرف صحت کو فائدہ پہنچے گا بلکہ اس سے چال چلن کی درستی پر بھی بہت بڑا اثر ہوگا۔ شراب اور افیون انسان کے چلن اور اس کے جسم میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے سے بہت پہلے اس کے ضمیر میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں پس ان احکام کی اطاعت کرنے سے اخلاقی اور روحانی فائدہ جسمانی فائدہ کی نسبت بہت زیادہ ہوگا۔ صفائی کے بارے میں حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں:- ظاہری صفائی اگرچہ جسم سے تعلق رکھتی ہے مگر روحانیت پر بھی اس کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔ جسم کی پاکیزگی روح انسان پر بہت گہرا

اثر ڈالتی ہے۔ (الراح عبد البہار انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۰)

مرد و زن کے معاملات میں اعتدال کے بارے میں جو احکام انبیاء کرام نے دیئے ہیں اگر ان پر عام طور پر عمل ہونے لگ جائے تو بیماریوں کا ایک بہت بڑا سبب دنیا سے دور ہو جائے۔ سوزاک و آتشک جیسی نفرت انگیز بیماریاں جو اس وقت ہزاروں بے گناہ بچوں اور والدین کی زندگیوں کو متباہ کر رہی ہیں بہت جلد قصہ ماسبق بن جائیں۔

اگر انصاف، باہمی امداد اور اپنے پڑوسی سے اپنے جیسی محبت کرنے کے احکام پر جو انبیاء کرام نے دیئے ہیں عمل کیا جائے تو پھر نہ تو تنگی ریش ہی رہے نہ عسرت و محنت ہی رہے اور نہ خود پسندی و کاہلی اور تباہ کن عیاشی، انسان کی دائمی، اخلاقی اور جسمانی بربادی کو جاری رکھ سکیں۔

حضرت موسیٰ، حضرت بُدھ، حضرت مسیح، حضرت محمد یا حضرت ہر سید اللہ کے احکام جو صحت، اخلاق اور صحت بدن کے بارے میں ہیں اگر ان کی مخلصانہ متابعت کی جائے تو ایسا کرنا بیماری کے روکنے میں کل دنیا کے ڈاکٹروں سے اور صحت عامہ کے قوانین سے بہت زیادہ مؤثر ثابت ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس قدر ان احکام کی پابندی عام ہوگی اسی قدر لوگوں کی صحت بھی چھی ہوگی۔ بچانے اس کے کہ موت بچپن یا جوانی میں زندگی کا خاتمہ کر دے جیسا کہ آجکل اکثر واقع ہو رہا ہے انسان تندرست پھلوں کی طرح جو شاخ سے گرنے سے پہلے پک کر ملائم ہو جاتے ہیں ایک لمبی عمر تک زندہ رہیں گے۔

مگر ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں شروع ازنا
مرظہ اللہ بطور ظہیب سے ہی نبیوں کے احکام کو مانتے اور بعد مرہ کی
 زندگی میں ان پر عمل کرنے کی بجائے یوں ہی گاہے گاہے ان کو مان لینا اور
 ان پر عمل کر لینا ہی واجب خیال کیا جاتا ہے۔ جہاں محبت اللہ کی بجائے
 خود پسندی اور خود رانی کا دور دورہ ہے۔ محدود اور فرقہ وارانہ معناد کو کل

نوع انسان کے مفاد پر ترجیح دی جاتی ہے۔ دنیوی مال و مستلح اور نفسانی خواہشات کو انسان کی معاشرتی اور روحانی بہبودی پر تفوق حاصل ہے۔ اسی لئے اس میں خودخوار تقابل اور لڑائیاں ظلم و ستم۔ دولت مندی اور مفلسی کے افراط و تفریط اور تمام وہ حالات جو جسمانی اور روحانی امر امن پیدا کرنے والے ہیں پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شجر انسانیت فروا اور اجتماعاً گل کا گل بیمار ہے۔ پس حضرت بہار اللہ نے سابق انبیاء کی طرح نہ صرف یہی بتایا ہے کہ صحت کس طرح قائم رہ سکتی ہے بلکہ یہ بھی سمجھایا ہے کہ اگر یہ ہاتھ سے جاتی رہے تو پھر کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ ایک طبیبِ اعظم ہیں جو دنیا کی جسمانی اور روحانی دونوں بیماریوں کو دور کرنے کے لئے ظاہر ہوئے ہیں۔

آجکل مغربی دنیا میں روحانی وسائل سے امرِ خدا کی تلاش کی جاتی ہے۔

مادی ذرائع سے صحت

مورہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بہت سے لوگ جو بیماری کے بارے میں ان مادی خیالات اور مادی طریقہ علاج سے جو انیسویں صدی میں رائج تھے بگڑ کر عین اس کے برعکس انتہا تک پہنچ گئے ہیں اور وہ مادی علاج کا یا صفائی اور حفظانِ صحت کے طریقوں کا قطعی اور سرے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت بہار اللہ مادی اور روحانی ہر دو طریقہ علاج کے حامی ہیں۔ آپ تاکید فرماتے ہیں علم و عمل طبابت کو ترقی دینا اور تکمیل تک پہنچانا چاہئے تاکہ شفا کے تمام وسائل اپنے اپنے مناسب حلقہ میں لوگوں کے بہترین فائدہ کے لئے استعمال کئے جاسکیں۔ اگر حضرت بہار اللہ کے خاندان کا کوئی فرد بیمار موتا تو کوئی حاذق طبیب علاج کے لئے بلایا جاتا اور آپ کے پیروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے:-

”اگر تم بیمار ہو جاؤ تو کسی حاذق طبیب سے مشورہ لو۔ اس حکم کے مطابق اہل بہار عموماً ہر علم و ہنر کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تمام علوم و صنائع جن سے

نوع انسان کو فائدہ پہنچے خواہ وہ فائدہ مادی ہی ہو ان کی قدر دانی اور ان کی ترقی میں کوشش کرنی واجب ہے۔ علم کے ذریعے انسان مادی اشیاء کا مالک بن جاتا ہے۔ مگر بے علمی میں وہ ان کا غلام ہو جاتا ہے۔ نوح حکیم میں فرمایا ہے: "جب ضرورت ہو تو علاج سے عفت نہ کرو۔ مگر جب صحت حاصل ہو جائے تو اسے ترک کر دو۔ مرض کا علاج زیادہ تر غذا کے ذریعہ کرو اور آیات سے جہان تک ہو سکے بچو۔ اگر تم مفردات سے اچھے ہو سکتے ہو تو مرکبات کا استعمال نہ کرو۔۔۔۔۔ جب صحت اچھی ہو تو دوا سے پرہیز کرو۔ مگر جب ضرورت ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔"

حضرت عبدالبہار ایک نوح میں فرماتے ہیں:-
 "اے جو یائے حق! بیماری کو اچھا کرنے کے دو طریقے ہیں۔ مادی اور روحانی۔ پہلا طریقہ علاج مادی دواؤں کے ذریعے ہے اور دوسرا طریقہ خدا سے دعا مانگنا اور اس کی طرف دل لگانا ہے۔ دونوں طریقوں پر عمل کرنا واجب ہے۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ضد بھی نہیں۔ مادی دواؤں کو بھی آپکو اس خیال سے استعمال کرنا چاہئے کہ وہ خدا کی رحمت اور عنایت کے طور پر نہیں ملی ہیں۔ خدا نے ہی علم طبابت کو منکشف اور ظاہر فرمایا ہے۔ تاکہ اس کے بندے اس طریقہ علاج سے بھی مستفیض ہوں۔" (الروح عبدالبہار، انگریزی، جلد ۴ صفحہ ۵۵)

آپ فرماتے ہیں اگر ہمارے بیہودہ اور غیر فطرتی طریقہ زندگی کے سبب ہمارے قوی ذائقہ اور تمیز بگڑی ہوئی نہ ہوتیں تو یہ مناسب غذا، شفا بخش پھل اور جڑی بوٹی اور دیگر ادویہ کے چمنے میں ہماری ویسی ہی رہنمائی کرتیں جیسی یہ حیوانوں کی کرتی ہیں۔ کتاب مفاد صحت عبدالبہار کے صفحہ ۲۹۶ میں شفا کے بارے میں ایک نہایت دلچسپ بیان کے آخر میں آپ فرماتے ہیں:-
 "پس یہ ثابت ہو گیا کہ غذا اور پھلوں کے ذریعہ علاج ممکن ہے مگر چونکہ اس وقت علم طبابت ناقص ہے یہ بات ابھی تک پوری طرح سمجھی نہیں گئی۔"

جب علم طبابت تکمیل کو پہنچ جائے گا تو غذاؤں، خوشبودار پھلوں، نباتات، اور گرم و سرد پانی کے ذریعہ علاج ہو کرے گا۔

جب ہم مادی وسائل سے علاج کرتے ہیں اس وقت بھی وہ قوت جو شفا بخشی ہے خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جڑی بوٹی یا جامدی ادویہ میں جو خاصیتیں ہیں وہ خدا کے فضل و فیض سے ہیں۔

”ہر چیز کا انحصار فضلِ خدا پر ہے۔ دو انوار صرف ایک ظاہری ذریعہ ہے جس کے وسیلے ہم خدا سے شفا حاصل کرتے ہیں۔“

غیر مادی وسائل سے شفا

آپ کی تعلیم ہے کہ مادی وسائل کے علاوہ بھی شفا حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں جس طرح بیماری مستعدی ہے اسی طرح صحت بھی مستعدی ہے۔ اگرچہ صحت کا مستعدی ہونا بہت سست اور اثر میں بہت کمزور ہے اور بیماری کی چھوٹ کا اثر زبردست اور اپنے عمل میں بہت تیز ہے۔

بیمار کے اپنے دل کی حالت اور اعتقاد کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور ان حالات کو حاصل کرنے میں ان کا بہت بڑا دخل ہے۔ خوف، غصہ، فکر وغیرہ جس قدر صحت کے لئے مضر ہیں اسی قدر امید، محبت، خوشی وغیرہ اس کے لئے فائدہ مند ہیں۔

روح حکیم میں فرمایا ہے۔

”بیشک ہر حالت میں صبر و قناعت نہایت ہی ضروری بات ہے۔“

اس کے ذریعے انسان کاہلی اور دوسری بڑی عادتوں سے بچا رہتا ہے۔ رنج و غم کے مطیع نہ بنو۔ یہ بہت بڑی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں۔ حسد جسم کو جسم کر دیتا ہے اور غصہ کلیجہ کو جلا دیتا ہے ان سے ایسے ہی بچو جیسے تم شیر سے بچتے ہو۔“

حضرت عبدالہیسا فرماتے ہیں: خوشی ہمیں قوت پر واز عطا کرتی ہے جب

ہم خوش ہوتے ہیں تو ہماری قوت زبردست اور فہم تیز ہوتی ہے.....
 مگر جب ہم ننگین ہوتے ہیں تو ہم کمزور ہو جاتے ہیں۔“
 کتاب مفاوضات عبدالبہار کے صفحہ ۲۰۴ میں روحانی علاج کی ایک دوسری صورت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ :-
 ” ایک طاقتور شخص کی ایک بیمار شخص پر جو کامل اعتقاد کے ساتھ یہ امید رکھتا ہے کہ اس طاقتور شخص کی روحانی قوت سے مجھے آرام ہو جائے گا، کامل توجہ کرنے سے ایک حد تک طاقتور شخص اور بیمار میں ایک دلی رشتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ طاقتور شخص پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے اور بیمار کو یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ وہ اس علاج سے اچھا ہو جائے گا۔ ان دائمی تاثرات کے اثر سے اعصاب میں ایک ہیجان پیدا ہو جاتا ہے، یہ تاثرات اس لئے یہ ہیجان اعصاب بیمار کے شفا پانے کا سبب ہوتے ہیں۔“
 مگر شفا کے یہ تمام طریقے اپنے اثرات میں محدود ہیں اور بہت سی بیماریوں میں شفا نہیں دے سکتے۔

شفا حاصل کرنے کا سب سے کامل اور طاقتور
روح القدس کی قوت | وسیلہ روح القدس کی قوت ہے۔

اس کے لئے نہ تو ملاقات کی ضرورت ہے نہ دیکھنے اور موجودگی کی..... مرض خواہ سخت ہو یا ہلکا۔ جسم ایک دوسرے کو چھو میں یا نہ چھو میں۔ بیمار اور طبیب میں کوئی تعلق ہو یا نہ ہو یہ شفا روح القدس کی قوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔“
 (مفاوضات عبدالبہار ص ۱۱۱)

اکتوبر ۱۹۰۳ء میں مس اٹھیل روز بزرگ سے باتیں کرتے ہوئے حضرت عبدالبہار نے فرمایا :- ”روح القدس کی قوت کے ذریعے جو شفا حاصل ہوتی ہے اس کے لئے توجہ یا تعلق کی ضرورت نہیں۔ یہ اس مقدس ہستی کی دعا اور اس کی خواہش کے ذریعے ہوتی ہے۔ بیمار خواہ مستحق میں ہو اور طبیب مغرب میں

اور ان میں ایک دوسرے سے واقفیت بھی نہ ہو۔ مگر جو نہی وہ مقدس شخص اپنا دل خدا کی طرف لگاتا ہے اور دُعا مانگنے لگتا ہے بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔ یہ فیض صرف مظاہر الہیہ اور کالمین کو ہی حاصل ہے۔“

صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح اور آپ کے رسولوں نے اس طریقہ سے بیماریوں کو شفا عطا فرمائی تھی۔ ہر زمانے کے بزرگوں میں اس طرح شفا عطا کرنے کے کام منسوب کئے جاتے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ اور عبدالبہاء ہر دو اس فیض کے مالک تھے اور آپ کے مخلص مومنین کو بھی اس قوت کے ملنے کا وعدہ ہے۔ شفا سے روحانی کی قوت کو پوری طرح اثر انداز ہونے کے لئے پیاز طیب۔ بیمار کے دوستوں اور دیگر افراد جماعت کے لئے چند

بیمار کا فرض

باتیں ضروری ہیں۔

بیمار کے لئے سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے سارے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس کی قوت اور اس کی رضا پر کامل یقین رکھے کہ جو کچھ وہ کرے گا بہتری کرے گا۔ اگست ۱۹۱۲ء میں ایک امریکن لیڈی سے باتیں کرتے ہوئے حضرت عبدالبہاء نے فرمایا:

”یہ تمام امراض نہ رہیں گی اور آپ کو جسمانی اور روحانی صحت پوری پوری حاصل ہو جائیگی۔۔۔۔۔ آپ اپنے دل میں پورا پورا اطمینان رکھیں اور آپ کو اس بات کا کامل یقین ہو کہ حضرت بہاء اللہ کے فضل و کرم سے ہر چیز آپ کے لئے اچھی ہو جائیگی مگر آپ اپنے سارے دل سے ملکوتِ اسی کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی ساری توجہ کو اس طرف پھیروں جس طرح مریم مگدلسنی نے اپنی ساری توجہ حضرت مسیح کی طرف لگا دی تھی۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو جسمانی اور روحانی صحت حاصل ہوگی۔ آپ قابل ہیں۔ میں آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہوں کہ آپ اس کے قابل ہیں۔ کیونکہ آپ کا دل پاک ہے۔ متوکل رہیں۔ خوش رہیں۔ روح دریاں سے رہیں۔ امیدوار رہیں۔“

اگرچہ اس محترم خاتون کی خاص حالت میں حضرت عبداللہ نے کامل جسمانی صحت حاصل ہونے کا اطمینان دلایا ہے مگر ہر مریض کے لئے باوجود اس کے کہ وہ کامل یقین کے ساتھ آپ کے پاس آتا ہے آپ نے ایسا نہیں کیا۔ عسکار میں ایک زائر سے آپ نے فرمایا :- جو مناجاتیں شفا کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ روحانی اور جسمانی دونوں شفا کے لئے ہیں۔ اگر مریض کے لئے شفا بہتر ہے تو یقیناً یہ اس کو عطا ہوگی۔ بعض مریضوں کے لئے شفا دیگر امراض کا سبب بن جاتی ہے۔ اسی لئے حکمتِ الہی بعض دعاؤں کو مستجاب نہیں کرتی۔

اے امت اللہ روح القدس کی قوت، جسمانی اور روحانی ہر دو امراض کو شفا بخش سکتی ہے“ (عسکار میں روانہ سبق صفحہ ۹۵)

ایک بیمار کو آپ تحریر فرماتے ہیں۔

بیشک رضائے الہی بعض اوقات اس طرح واقع ہوتی ہے کہ انسان اس کا سبب جاننے سے عاجز ہوتے ہیں۔ اسبابِ لور و جوات ظاہر ہو جائیں گے خدا پر بھروسہ اور توکل رکھیں اور اپنے آپ کو خدا کی رضا کے حوالے کر دیں۔

بیشک تمہارا خدا محبت کرنے والا، رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔ اور اپنی رحمت آپ پر نازل کرے گا۔ (رسٹار ادن وی ویٹ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲)

آپ کی تعلیم ہے کہ روحانی صحت سے جسمانی صحت بھی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جسمانی صحت کا دار بہت سے اسباب پر ہے۔ جن میں سے بعض انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ اس لئے ایک شخص کا انتہائی درجہ کا روحانی حضور و خشوع بھی ہر حالت میں اسے جسمانی صحت نہیں دے سکتا۔

مقدس سے مقدس انسان بھی بعض اوقات بیمار ہوتے ہیں۔ پھر بھی روحانی حضور و خشوع کا جو خوشکن اثر جسم پر ہوتا ہے وہ جیسا کہ عام خیال ہے اس سے کہیں زیادہ پُر اثر ہے۔ اور بہت سی حالتوں میں بیماری کو دور کرنے کے لئے کافی ثابت ہوتا ہے۔ ایک انگریز خاتون کو حضرت عبداللہ نے لکھتے ہیں :-

”آپ نے اپنی جسمانی کمزوری کے بارے میں لکھا ہے۔ میں حضرت ہر القادسی کے فضل سے ملتی ہوں کہ وہ آپ کو روح کی قوت عطا کرے تاکہ اس روحانی قوت کے ذریعے آپ کو جسمانی صحت بھی حاصل ہو جائے۔“

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: ”خدا نے انسان کو ایسی عجیب طاقتیں عطا کی ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی نگاہ کو بلند رکھ سکتا ہے اور دیگر فیوض کے ساتھ ساتھ اس کے فضل و عنایت سے صحت کا فیض بھی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر حیثیت ایک انسان اس بڑی نعمت کا شکر گزار نہیں۔ غفلت کی نیند سوراہ ہے اور اس بڑی نعمت سے بے پرواہ ہے جو خدا نے اس کو عطا کی ہے۔ وہ نور سے اپنا رُوح پھیر کر تاریکی کی طرف جا رہا ہے۔ (دہریوں کے خطابات صفحہ ۱۶)

شفا بخشے والا
 رُوحانی طریقہ سے علاج کرنے کی قوت بلا شک و شبہ کل بنی نوع انسان کو کم یا زیادہ درجہ میں حاصل ہے مگر جس طرح بعض انسانوں کو ریاضی یا راگ و دویا میں خاص قابلیت ہوتی ہے اسی طرح بعض کو علاج کرنے میں خاص مذاق ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو طبابت کا پیشہ اختیار کرنا چاہئے۔ بدبختی سے اس زمانہ میں دنیا ایسی مادہ پرست ہو گئی ہے کہ روحانی علاج کا امکان بھی اس سے کم ہو گیا ہے۔ تمام دوسری قابلیتوں کی طرح علاج کرنے کے مذاق کا پتہ لگانے اور اس کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ اپنی انتہائی قوت اور عروج تک پہنچ جائے اس وقت غالباً دنیا میں ہزار ہا ایسے اشخاص موجود ہیں جن میں علاج کرنے کا قدرتی مادہ بہت زیادہ موجود ہے۔ مگر یہ ہمیشہ بہا خداداد عطیہ ان میں خاموش اور بے کار پڑا ہے جب روحانی علاج کے اثرات کا احساس پوری طرح ہو جائے گا طبابت میں ایک انقلاب واقع ہو گا۔ اس کی شرافت کو چار چاند لگ جائیگے۔ اور اس کی حد و بحساب بڑھ جائے گی۔ اور جب اس نئے علم اور نئی قوت کے ساتھ مریض کا اعتقاد بھی شامل ہو جائے گا تو عجیب غریب نتائج ظاہر ہونگے۔

روح حکیم میں فرمایا ہے :-
 ” ہمارا توکل خدا پر ہوتا چاہئے۔ کوئی خدا نہیں مگر وہی شفا بخشنے والا۔
 جاننے والا اور مدد کرنے والا۔۔۔۔۔۔ دسیا میں کوئی ایسی چیز
 نہیں جو خدا کے احاطہ سے باہر ہو۔

” اے طبیب! مرلین کا علاج کرنے سے پہلے اپنے خدا کا جو قیامت
 کے دن کا مالک ہے نام لے۔ پھر وہ چیزیں استعمال کر جو خدا نے اپنے
 بندوں کے علاج کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ میری جان کی قسم! وہ طبیب جو
 میری محبت کی شراب سے سرشار ہو۔ اُس کی آمد شفا اور اُس کا دم رحمت
 اور امید کا نغمہ ہے۔ جسم کی بہبودی کے لئے ایسے حکیم کا دامن پکڑو اُس
 کے علاج میں خدا کی تائید شامل ہے۔

” یہ علم (علم طبابت) سب علوم سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ
 خاک کو زندگی بخشنے والے خدا کی طرف سے یہ سب سے بڑا وسیلہ ہے
 جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں کے ابدان کی حفاظت کرتا ہے اور اُس
 نے اسے سب علوم و فنون کا سر تاج مقرر کیا ہے۔ کیونکہ آج کے دن تمہارا
 یہ فرض ہے کہ تم نصرت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔

کہہ۔ الہی! تیرا نام میرے لئے شفا اور تیرا ذکر میرا طبیب ہے، تیرا قرب
 میری آس۔ تیری محبت میری آس اور تیری رحمت اس دنیا اور اُس جہان میں
 میری رفیق اور میری طبیب ہو۔ بیشک تو دینے والا، جاننے والا اور حکمت
 والا ہے۔“ حضرت عبداللہ بہار لکھتے ہیں :-

” جو شخص حضرت بہار اللہ کی محبت میں سرشار ہے اور سب چیزوں کو
 بھول جاتا ہے اُس کے منہ سے روح القدس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور اُس
 کا دل زندگی کی روح سے لبریز ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ لفظ موتیوں کی لڑائی کی طرح
 اُس کے منہ سے نکلیں گے اور اُس کے ہاتھ رکھنے سے ہی تمام بیماریاں

اور امراض دور ہو جائیں گے۔ دستار ادب دی ریٹ جلد ۸ صفحہ ۲۳۳
 اسے پاک اور روحانی شخص؛ خدا کی طرف ایک ایسے دل سے متوجہ
 ہو جو اس کی محبت میں تڑپ رہے ہو۔ اس کی تجدد میں غرق ہو۔ اس کی ملکوت
 کی طرف نگاہ لگا سے رکھ اور جوش و وجد، عشق و محبت اور روح درسیان کی
 حالت میں اس کی روح القدس سے مدد کا طالب ہو۔ خدا اپنے پاس کی
 ایک روح کے ذریعہ بیماریوں اور امراض کو چھینا کرنے کے لئے تمہاری
 تائید فرمائے گا۔

”قلوب اور اجسام کا علاج کرنے میں مصروف رہ اور ملکوتِ اعلیٰ کی طرف
 توجہ کے ذریعے بیماریوں کے لئے شفا کا جو یا ہو۔ اسمِ عظیم کی قوت اور
 محبت اللہ کی طاقت سے شفا حاصل کرنا تیرا مدعا ہو۔“

دواح عبدالبہار (انگریزی) جلد ۸ صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹

کس طرح مدد کر سکتے ہیں | مرض کا علاج کرنا صرف بیمار سے ہی تعلق
 نہیں رکھتا۔ بلکہ طبیب اور ہر شخص کا کام ہے

بہار دی۔ خدمت۔ راست روی۔ راست خیالی اور خصوصاً دعا سے ہر شخص کا
 اس کام میں حصہ لینا فرض ہے۔ دعا سب علاجوں سے زبردست علاج ہے
 حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں:-

دوسروں کے لئے دعا اور ناری کرنا یقیناً اپنا اثر دکھائے گی۔
 بیمار کے دوستوں پر ایک خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا اثر خواہ
 وہ نیک ہو یا بد بے ٹوک اور زبردست ہوتا ہے۔ کتنی ہی حالتوں میں نتیجہ کلیتہً
 بیمار کے والدین، دوستوں اور پڑوسیوں کی تیمارداری پر منحصر ہوتا ہے۔
 جماعت کے کل افراد بھی بیماری کی ہر حالت میں ایک حد تک بہت
 بڑا اثر رکھتے ہیں۔ ایک فرد واحد کی حالت میں یہ اثر دکھائی دے گا مگر ایک
 جماعت میں یہ اثر بہت زبردست ہوتا ہے۔ ہر شخص اس معاشرتی فیضان کے

رحم میں وہ زندگی بسر کرتا ہے، زیر اثر ہوتا ہے۔ خواہ یہ اثر روحانی ہو یا مادی۔ نیک ہو یا بد۔ خوش کن ہو یا غم استرا۔ ہر فرد واحد اس معاشرتی فضا کے بنانے میں حصہ دار ہے۔ دنیا کی موجودہ حالت میں ہر شخص کے لئے کامل صحت کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو مگر یہ ہر شخص کے لئے ممکن ہے کہ وہ روح القدس کی صحت بخش قوت کا "رضامند آلہ" بنے اور اس طرح اپنے آپ پر اور ان کام پر جو اس سے ملیں ملیں ایک صحت و سرور بخش اثر ڈالے۔

اہل بیمار پر بہت کم فریض کو اس قدر بار بار اور شد و مد سے فرض کیا گیا جس قدر مریضوں کو شفا دینے کا فرض عائد کیا گیا ہے۔ اور حضرت بہتار اللہ اور حضرت عبدالبہار نے شفا کے لئے بہت سی سناجاتیں نازل فرمائی ہیں۔

سنہری زمانہ | حضرت بہار اللہ نے اس بات کا اطمینان دلایا ہے کہ مریضوں اور عام لوگوں کی باہمی امداد اور صحت کے مادی عقلی اور روحانی وسائل کے مناسب استعمال سے ایسا سنہری زمانہ آئیگا جب خدا سے قدر کی قوت سے "غم خوشی میں اور مرہن صحت میں بدل دیا جائے گا۔" حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں کہ جب لوگ خدا کا پیغام سمجھ جائیں گے تو سب تکالیف دور ہو جائیں گی۔ ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:-

"جب مادی اور روحانی جہانوں کا توب میں جہل ہو جائے گا۔ جب دل صاف اور خواہشات پاک ہو جائیں گی تو کامل اتحاد ظاہر ہوگا اور اس کی قوت سے ایک کامل عجوبہ قدرت دیکھنے میں آئے گا۔ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی بیماریاں بالکل دور ہو جائیں گی۔" (الواح عبدالبہار، انگیزی جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

صحت کا صحیح استعمال

اس باب کے خاتمہ پر حضرت عبداللہؓ کی ان تعلیمات کا جو آپ نے جہانی صحت

کے صحیح استعمال کے بارے میں فرمائی ہیں اعادہ کرنا مناسب ہوگا۔ واشنگٹن کے اہل بیہار کی ایک لوح میں آپ فرماتے ہیں :-

” اگر جہانی صحت اور قوت کو ملکوت الہی کی راہ میں صرف کیا جائے تو یہ بہت محبوب و مقبول ہے۔ اور اگر یہ عام بنی نوع انسان کے مفاد کے لئے صرف ہو (خواہ یہ مٹاد مادی ہو یا روحانی) اور نیکی کا باعث بنے تو یہ بھی محبوب ہے۔ اگر جہانی صحت اور خوش حالی کو نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے صرف کیا جائے۔ حیوانوں کی طرح رہا جائے اور شیطانی خیالات کا آماجگاہ رہے تو ایسی صحت سے بیہاری بہتر ہے بلکہ ایسی زندگی سے موت بدرجہا افضل ہے۔ اگر آپ صحت کے طلبگار ہیں تو ملکوت الہی کی خدمت کر کے کے لئے صحت طلب کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کا دل بصیرت۔ اٹل ارادہ مکمل صحت اور جہانی و روحانی قوت حاصل کرے۔ تاکہ آپ ہمیشہ کی زندگی کے سرچشمہ سے پانی پیئیں اور خدائی تائیدات کی روح سے نوید ہوں۔“

اکھوانِ باب

وحدتِ ادیان

اُسے اہل عالم! اس ظہورِ عظیم کی سب سے بڑی برکت
 و خوبی یہ ہے کہ ہم نے کتاب میں سے ان تمام
 باتوں کو محو کر دیا ہے جو اختلاف و دشمنی اور نا اتفاقی
 کا باعث تھیں اور ان باتوں کو مثبت کیا ہے جو اتحاد
 و اتفاق، موت و محبت کا سبب ہیں۔ مبارک ہیں
 وہ جو خدا کے نازل کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں۔

(روح المعالم)

اٹیسویں صدی میں فرقہ بازیوں | اٹیسویں صدی سے پہلے دنیا شاید
 ہی اتحادِ دینی سے اس قدر دور

ہوئی ہو۔ کئی صدیوں سے بڑے بڑے ادیان کے ماننے والے
 مثلاً زرتشتی، موسائی، بودھ، عیسائی، مسلمان ساتھ ساتھ زندگی بسر
 کرتے آ رہے تھے مگر بجائے اس کے کہ ایک متحد قوم بنتے وہ
 ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے، خونریزیوں کرتے رہے یہی
 نہیں بلکہ ہر ایک دین میں شانیں نکل آئیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتے
 گئے۔ فرقہ کے اندر فرقے نکلتے آئے جو ایک دوسرے کے جانی دشمن

ہوتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے :-

”تم آپس میں ایسی محبت کرو کہ تمہاری محبت سے ہی لوگ یہ جان لیں کہ تم میرے شاگرد ہو۔“ قرآن میں فرمایا ہے :-

”یہ تمہارا دین ایک ہی دین ہے..... خدا نے تم کو وہ دین دیا ہے جو اس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے۔ یہی ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا اور کہا تھا کہ اس دین پر ایمان لاؤ اور فرقوں میں تقسیم نہ ہونا۔“

ہر بڑے دین کے بانی نے اپنے پیروں کو محبت اور اتحاد کی تعلیم دی۔ مگر ہر حالت میں دین کے بانی کا مقصد ایک بڑی حد تک تنگدلی، تعصب، رسم و رواج کی پابندی، ریاکاری، بددیانتی، تاویل بازی، فرقہ بندی اور فساد کے گرداب میں غرق ہو گیا۔ فوراً پہنائی کے آغاز کے وقت دنیا میں متضاد و مخالف فرقوں کی مجموعی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ غالباً تاریخ انسان کے کسی زمانہ میں اتنی زیادہ نہ ہوئی ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس زمانہ میں لوگ ہر قسم کے مذہبی عقائد کا تجربہ اور مختلف رسم و رواج اور ہر طرح کے اخلاقی قوانین کا تجربہ کر رہے تھے۔

اس زمانہ میں لوگوں کی ایک روز افزوں تعداد قوانین قدرت اور اصول ایسا کی بے محابا تحقیق اور تنقیدی تفتیش میں اپنی قوتوں کو صرف کر رہی تھی۔ نیا سائنٹفک علم بسرعت تمام پھیل رہا تھا۔ اور زندگی کے اکثر عقدوں کو سمجھانے کے لئے نئے نئے حل معلوم کئے جا رہے تھے۔ نئی نئی ایجادوں کی ترقی مثلاً دھاتی جہاز، ریل گاڑی، ڈاک اور چھاپہ خانہ کے ذریعے خیالات کے پھیلاؤ اور نتیجہ خیز تبادلوں میں بہت مدد ملی۔ دین اور سائنس کے موبوہم تصادم نے ایک سخت جنگ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ عیسائی دنیا میں کتاب مقدس کے ناقد سائنس کے ساتھ مل کر بائبل کے استناد کے ساتھ

جو صدیوں سے عام طور پر ایک مقبول اور مانا ہوا استناد سمجھا جاتا تھا
 جھگڑتے اور ایک بڑی حد تک اسے رد کر رہے تھے۔ لوگوں کی ایک
 بڑی تعداد جس کا شمار دن بدن بڑھتا جاتا تھا پادریوں کی تعلیم کو شک
 کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی تھی۔ خود پادریوں کی ایک خاصی تعداد شکراً
 و جہراً اپنے فرقوں کے اعتقادات کے بارے میں شک و شبہ رکھتے تھے
 یہ ایجان اور تصادم آراء جن کے ساتھ ساتھ یہ غلطی بھی تلی ہوئی تھی کہ
 دینیات و اعتقادات درسوم ایمانیات اب بے کار ہیں۔ اور صحیح علم و عرفان
 کی تلاش میں لوگوں کی سرگردانی صرف عیسائی ممالک تک ہی محدود نہ تھی۔
 بلکہ کم یا زیادہ مختلف صورتوں میں سب ممالک اور ادیان کے لوگوں میں
 نمایاں تھی۔

حضرت بہاء اللہ کا پیغام | اُس وقت جبکہ یہ ابتری و بد حالی عین عروج
 پر تھی حضرت بہاء اللہ نے صور بھونکا اور فرمایا:

”تمام لوگ اعتقاد میں ایک ہو جائیں۔ سب انسان بھائی بھائی
 بن جائیں۔ نوع انسان میں محبت اور اتحاد کے رشتے مضبوط
 ہو جائیں۔ ادیان کے اختلاف اٹھ جائیں اور قومیت کے تفرقے
 بالکل مٹا دیئے جائیں۔۔۔۔۔۔ یہ جنگ و جدل۔ خونریزیاں اور
 نفاق بند ہونے چاہئیں تاکہ سب انسان ایک خاندان اور ایک
 خاندان کی طرح رہنے لگیں۔“ (پرفیسر براؤن سے گفتگو)

بیشک یہ ایک شاندار پیغام ہے۔ مگر اس میں جو متجاوز ہیں اُن کو عمل میں کیسے
 لایا جائے؟ انبیاء ہزار ہا سال سے انہی باتوں کی تائید کرتے آئے۔ بشر
 نے نظمیں بنائیں اور اولیاء دعا مانگتے رہے۔ اب ایسی کون سی بات ہے جس سے
 یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ معجزہ عرصہ شہود میں آنے والا ہے۔ کیا دنیا میں کوئی نئی
 حالتیں پیدا ہو سکتی ہیں؟ کیا انسانی طبیعت ویسی ہی نہیں ہے جیسی پہلے تھی

اور کیا جب تک دنیا قائم رہے گی یہ ویسی ہی نہ رہے گی؟ اگر دو شخص یا دو قومیں ایک ہی چیز کے خواہشمند ہیں تو کیا جیسے وہ پہلے کرتے تھے، میں ایک دوسرے سے اس کے لئے نہ لڑیں گے، اگر موسیٰ - بڑھ - مسیح اور مسند دنیا میں اتفاق و اتحاد نہ پھیلا سکے تو کیا اب حضرت بہار اللہ اس میں کامیاب ہو جائیں گے؟ جب سب پہلے ادیان بگڑ کر فرقہ فرقہ میں بٹ گئے تو امر بہانی کا یہی حال نہ ہوگا؟ آؤ ہم دیکھیں بہانی تعلیمات ان سوالوں کا اور ایسے ہی دوسرے سوالوں کا کیا جواب دیتی ہیں۔

تعلیم و دین دونوں کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ انسانی طبیعت کا بدلنا

کیا انسانی طبیعت بدل سکتی ہے؟

ممکن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ معمولی سی کھیتی بھی ہمیں یہ دکھا دیتی کہ کسی زندہ چیز کے لئے جو ایک بات ہم کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ چیز تبدیل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ تغیر و تبدل کے بغیر زندگی کا ہونا ہی ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ جمادات بھی تغیر و تبدل کی دست برد سے نہیں بچ سکتیں۔ اور زندگی کے مدارج میں جس قدر ہم اوپر کی طرف دیکھتے ہیں اسی قدر ان تغیرات کو ہم انواع و اقسام کے پھیلنے اور عجیب و غریب پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر درجہ کی مخلوق کی نشوونما اور ترقی میں ہم دو قسم کے تغیرات مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک دھما اور آہستہ آہستہ جو اکثر محسوس بھی نہیں ہوتا۔ دوسرا فوری اچانک اور سنجیدہ۔ یہ دوسرا تغیر ارتقا کے نازک مدارج میں واقع ہوتا ہے۔ مثلاً جمادات میں ہم یہ نازک مدارج گداز ہونے اور اُبلنے کے درجہ پہ پاتے ہیں۔ یعنی جب ایک ٹھوس چیز یکجہت مایہ بن جاتی ہے اور مایہ گیس کی صورت میں بدل جاتی ہے۔ نباتات میں اس قسم کے نازک مدارج اس وقت دکھائی دیتے ہیں جب بیج پھوٹنے لگتا ہے یا شگوفہ کھل کر پتے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ حیوانات میں تو یہ ہر جگہ دکھائی دیتا ہے۔ یعنی جب

کر مک فوراً تیری بن جاتا ہے۔ چوڑا اندھے کے خول سے نکلتا ہے اور کپتہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ روح کی اعلیٰ زندگی میں بھی ہم اکثر ایسی ہی تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔ یعنی جب انسان نئے سرے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی ساری ساری ہستی اپنے ارادوں، اپنی حرکات اور اپنے چال چلن میں بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسے نازک مدارج اکثر کل جنس یا جنسوں کے گروہوں کو بیک وقت تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثلاً موسم بہار میں سب قسم کی نباتات بیک وقت ایک نئی زندگی حاصل کرتی ہیں۔

حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ادنیٰ کائنات نئی اور بھر پور زندگی کو فوری طور پر حاصل کرنے کے اوقات رکھتی ہیں اسی طرح نوع انسان کے لئے بھی ایک نازک درجہ یعنی ایک نئی پیدائش یا خلق جدید کا وقت اس وقت قریب ہے۔ اس وقت زندگی کے وہ اوضاع جو ابتدائی تاریخ سے اب تک جاری ہیں فوراً اور ہمیشہ کے لئے بدل جائیں گے۔ اور نوع انسان زندگی کے ایسے نئے دور میں داخل ہوگی جو پرانے دور زندگی سے ایسا ہی مختلف ہوگا جیسا کہ مک تیری سے اور پرندہ اندھے سے مختلف ہے۔ گل کی کل نوع انسان نئے ظہور الہی کے نور سے صداقت اور حق کی اسی طرح روشنی پائے گی جس طرح سورج کے نکلنے سے سارا کاسارا ملک منور ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہر شخص وہاں صاف طور سے دیکھنے لگ جائے جہاں ایک گھڑی پہلے ہر چیز دھندلی اور تاریک نظر آتی تھی۔ حضرت عبدالبہتار فرماتے ہیں:-

”وہاں انسان کا یہ ایک نیا دور ہے۔ دنیا کے سب آفاق منور ہو رہے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ دنیا ایک گلشن و رضوان بن جائے گی۔“

نیچر کی بہت سی مثالیں اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ پہلے انبیائے کرام نے بیک آواز اس عظیم الشان زمانے کے آنے کی پیشینگوئیاں کی ہیں۔ قرآن مجید

بھی صاف طور سے یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ انسانی خیالات اور معاملات میں فی زمانہ ہی گہرے انقلاب انگیز تغیرات روز افزوں تر رہتی ہیں۔ پھر کھلا اس بات کی دلیل سے کہ ہر چیز بدل سکتی ہے مگر انسانی طبیعت نہیں بدل سکتی، کون سی بات زیادہ ناپائیدار اور بیہودہ ہو سکتی ہے؟

اتحاد کی طرف پہلا قدم | اتحاد دین کو بڑھانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا اور ہر بانی کی تعلیمیں فرماتے ہیں

اور اپنے ماننے والوں پر سب ادیان کے لوگوں کے ساتھ دوح دریمان سے ملنا فرض پڑاتے ہیں۔ توح عہدی میں نازل فرمایا ہے :-

” نزاع و جدال کو اس نے اپنی کتاب (کتاب اقدس) میں سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس ظہورِ اعظم میں خدا کے پاک کا یہی حکم ہے اور یہ وہ حکم ہے جسے اس نے مسیح سے پہلے فرمایا ہے اور جسے اپنی تائید کے زیور سے مرصع کیا ہے۔“

” اہل عالم! خدا کا دین محبت اور اتحاد کے لئے ہے۔ اسے دشمنی اور جنگ کا باعث نہ بناؤ۔۔۔۔۔ ہم امیدوار ہیں کہ اہل پیار ہمیشہ قتلِ کلّ قتل عند اللہ (کہہ دے۔ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے) کے پاک کلمہ کو مضبوط پکڑیں گے۔ یہ کلمہ مبارکہ پانی کی مانند حقد اور حسد کی آگ کو بجھا دیتا ہے جو لوگوں کے سینوں اور دلوں میں سلاگ رہی ہے۔ پھر اس کلمہ کی برکت سے دنیا کے مختلف مذاہب نورِ اتفاق سے منور ہونگے۔ بیشک خدا سچ کہتا ہے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے اور وہ قادرِ مطلق اور صاحبِ جمال و جلال ہے۔“

حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں :-

” سب انسانوں کے لئے فرض ہے کہ وہ تعصبات کو ترک کریں۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کے معاہدے میں بھی جائیں کیونکہ ان سب عبادت گاہوں میں خدا کی تعریف اور اس کا ذکر ہوتا ہے۔ جب سب ایک ہی خدا کی پرستش کے لئے جمع ہوتے ہیں تو اس میں فرق کیا رہا؟ ان میں سے کوئی بھی شیطان کی

پرستش نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عیسائیوں کے گرجوں اور یہودیوں کی ہیکلوں میں جائیں اور اسی طرح دوسروں کو مسلمانوں کی مسجدوں میں جانا چاہئے۔ چند ایک بے بنیاد تعصبات اور جھوٹے اعتقادات کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ امریکہ میں یسوعیوں کی عبادت گاہوں میں گیا جو عیسائیوں کے گرجوں کی مانند ہیں اور میں نے ہر جگہ خدا کی ہی پرستش ہونے دیکھی۔

ان میں سے اکثر مقامات میں میں نے وہاں کے لوگوں سے اسکا اوپن الہی کے بارے میں گفتگو کی۔ اور میں نے انہیں انبیائے الہی اور ظہورِ اہلِ مقدس کی صداقت کی دلیلیں دیں۔ میں نے انہیں اندھی تقلید کو چھوڑنے کی تلقین کی۔ اسی طرح سب پیشواؤں کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کے معاہدے میں جائیں اور اوپن الہی کی بنیاد اور ان کے اصل اصول پر گفتگو کریں۔ انہیں چاہئے کہ وہ غلط جوشِ مذہبی کو ترک کر کے ایک دوسرے کے معاہدے میں جائیں اور نہایت محبت اور اتحاد کے ساتھ خدا کی پرستش کریں۔“

(سٹار اوٹ دی ویٹ جلد ۹ نمبر ۲ صفحہ ۳۳)

اگر صرف یہی پہلے قدم ہی اٹھائے جاتے اور مختلف مذاہب کے درمیان دوستی اور باہمی بردباری قائم ہو جاتی تو آج دنیا میں کیسی عجیب و غریب تبدیلی ہو گئی ہوتی۔ مگر صحیح اتحاد اور اتفاق کے قیام کے لئے اس سے بھی کچھ زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ فرقہ بازی کی بیماری کے لئے بردباری ایک قیمتی دوا ہے۔ مگر یہ اس کا کامل علاج نہیں۔ یہ بیماری کے سبب کو دور نہیں کرتی۔

زمانہ ماضی میں مختلف مذاہب متحد ہونے میں
مسئلہ فضیلت | اس لئے ناکامیاب رہے کہ ان کے ماننے والوں

نے اپنے اپنے بانی دین کو ہی سب سے بڑا سمجھا۔ اور اس کی شریعت کو ہی خدائی شریعت تصور کیا۔ لہذا جس کسی نے نبی سے دعویٰ کیا تو انہوں نے اس نبی کو

حق و صداقت کا دشمن خیال کیا۔ ہر دین میں مختلف فرقے بھی اپنی وجوہات کے سبب پیدا ہوئے۔ ہر فرقے کے ماننے والوں نے کسی ایک عالم یا ولی کو مان لیا۔ اور بانی دین کے کسی خاص کلام یا تفسیر کو صحیح و درست ایمان کی بنیاد بنا کر سب دوسروں کو گمراہ کہنا شروع کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جیتسا اس قسم کے حالات قائم رہینگے دنیا میں سچا اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔

حضرت پیار اللہ اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام خدا کی طرف سے مستند پیغام لے کر آئے تھے۔ ہر ایک کے اپنے دور میں لوگوں کو ان کی سمجھ کے مطابق تعلیمات دیں اور لوگوں کی ایسی تربیت کی کہ وہ بعد میں آنے والے پیغمبروں کی تعلیمات کو سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ آپ ہر دین کے ماننے والوں کو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ وہ اس وحی الہی کا انکار نہ کریں جو ان کو ان کے نبیوں کے ذریعے ملی تھی۔ بلکہ اس وحی الہی کا بھی اقرار کریں جو دوسرے نبیوں کے ذریعہ بھی گئی تھی۔ اور یہ جان جائیں کہ یہ سب تعلیمات اصل میں ایک ہیں اور بنی نوع انسان کی تربیت اور اتحاد کے ایک بڑے پروگرام کی مسلسل کڑیاں ہیں۔ آپ سب مذاہب کے لوگوں کو مطمئن فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے نبی کی عزت و حرمت کا اظہار اپنی زندگیوں کو اس اتحاد کے قائم کرنے میں منہمک کر کے کریں جس کے لئے سب انبیائے کرام نے ممکناتیں کیں اور دکھ سہے۔ ملکہ و کٹوریہ کی لوح میں دنیا کو آپ نے ایک بیمار انسان سے مشابہ قرار دیا ہے جس کی بیماری میں اس لئے اور بھی اضافہ ہو گیا ہے کہ وہ اسجان حکیموں کے پیچھے میں پھنسا ہوا ہے۔

” وہ چیز جسے پروردگار نے صحت پروردوا اور کابل علاج بنایا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے سب بسنے والے ایک دین اور ایک شرع کے زیر سایہ جمع ہوں۔ یہ بات ممکن نہیں مگر ایک ماہر کابل اور صاحب وحی حکیم کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ مسیری

جان کی قسم! یہ حق ہے اور اس کے علاوہ سب کچھ صریح
 گمراہی ہے۔ جب کبھی بھی یہ قوی ذریعہ ظاہر ہوا اور یہ نور اپنی قدیم
 شان و شوکت کے ساتھ چمکا تو وہ لوگ جو معراج ہونے لگے
 مدعی کہلاتے تھے اُس کے اور دنیا کے درمیان حائل ہو گئے
 اور اس طرح آج تک دنیا کو صحت نہ ہونے دی۔

تدریج وحی | اتحادِ دینی کے لئے بہت سے لوگوں کی راہ میں جو ایک
 بڑی رُکاوٹ آتی ہے وہ اُن کلمات کا تباہی ہے جو

مختلف پیمبروں پر نازل ہوئے۔ جو ایک نے حلال کیا تھا دوسرے
 نے حرام قرار دیا۔ پھر پھلا دونوں کیسے پہنچے ہو سکتے ہیں اور کس طرح یہ یقین
 آسکتا ہے کہ یہ دونوں مشیتِ الہی کا اعلان کرتے تھے؟ کیونکہ حقیقت
 واحد ہے اور یہ تبدیل نہیں ہو سکتی، بیشک حقیقتِ مطلقہ واحد ہے اور یہ
 بدل نہیں سکتی۔ لیکن حقیقتِ مطلقہ موجودہ انسانی فہم و اور کساق پہنچ سے کہیں
 بالاتر ہے اور اُس کے بارے میں ہمارے خیالات لازماً بدستور رہیں گے۔
 جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائے گا ہمارے پہلے ناقص خیالات خدا کے
 فضل و کرم سے زیادہ سلجھے ہوئے حالات سے بدستور جائیں گے۔

حضرت بہار اللہ نے ایک لوح میں جو کچھ ایرانی بہائیوں کے لئے
 نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:-

”اے لوگو! کلامِ قابلیت کے مطابق نازل ہوتا ہے تاکہ مبتدی
 ترقی کر سکیں۔ وودھ اندازہ کے مطابق دیا جاتا ہے تاکہ طفلِ دنیا
 عوالمِ عظمت میں باریاب اور فضا سے اتحاد میں داخل ہو سکے۔“
 اللہ ہی پہلے پہل بچے کو اتنی قوت دیتا ہے کہ وہ ٹھوس غذا کو ہضم کرنے
 لگتا ہے۔ یہ کہنا کہ چونکہ ایک نبی جو ایک زمانہ میں کچھ تعلیمات دیتا تھا سچا ہی
 اس لئے دوسرا نبی جو ایک دوسرے زمانے میں اُس سے مختلف تعلیمات

دیتا ہے جھوٹا ہے، اس کے مترادف ہے کہ چونکہ دودھ بچے کی بہترین غذا ہے
اس لئے دودھ اور صرف دودھ ہی انسان کی غذا ہونی چاہئے اور دودھ کے
علاوہ دوسری غذا دینا غلطی کرنا ہے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں :-

ہر ایک وحی آسمانی کے دو شق ہوتے ہیں۔ پہلا شق اصل اصول ہے اور
اس کا تعلق ابدی جہان سے ہے۔ یہ آسمانی حقائق اور اصل اصول کا بیان اور
محبت اللہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اوہان میں سے ہر ایک دین میں یہ شق غیر متبدل
اور اٹل ہوتی ہے۔ دوسری شق ابدی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا تعلق علی زندگی کے
ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں کاروبار اور معاملات کا بیان ہوتا ہے اور انسانی ارتقا
اور ہر نبی کے زمانہ کی مقتضیات کے مطابق اس شق میں تبدیلیاں ہوتی
رہتی ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک چھوٹی سی چوری کے لئے چور کے
ہاتھ کاٹ دینے جاتے تھے۔ آپ کے زمانے میں آنکھ کے بدلے آنکھ
اور دانت کے بدلے دانت کا قانون جاری تھا مگر چونکہ حضرت مسیح کے
زمانے میں یہ قوانین درست نہ تھے اس لئے یہ منسوخ کر دیئے گئے۔ اسی
طرح طلاق کا قانون ایسا عام ہو گیا تھا کہ شادی کے قوانین کی مٹی پھید ہو رہی
تھی اس لئے حضرت مسیح نے طلاق دینے کو حرام قرار دیا۔

زمانہ اور وقت کی ضروریات کے مطابق حضرت موسیٰ نے سترائے موتی کے
بارے میں دس احکام خدا کی طرف سے دیئے تھے اس زمانہ میں ان سخت
قوانین کے بغیر قوم کی حفاظت اور اس کے معاشرتی امن کو قائم رکھنا نامکن
تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اس وقت صحرائے طما میں رہتے تھے۔ جہاں
نہ تو عدالتیں تھیں اور نہ جینینا نے تھے۔ لیکن حضرت مسیح کے زمانے میں
ان قوانین کی ضرورت نہ تھی۔ دین کی دوسری شق کی تاریخ اہم نہیں ہے کیونکہ
اس میں صرف اس زندگی کے رسم و رواج کا ذکر ہوتا ہے۔ مگر خدا کے
دین کی اصل ایک ہے اور حضرت بہاء اللہ نے اس اساس کو پھر سے

تازہ کیا ہے۔“ (دلفن آہی (انگریزی) دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۴۶)

خدا کا دین صرف ایک ہی ہے اور سب انبیائے کرام نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ یہ ایک زندہ اور بڑھنے والی چیز ہے۔ مردہ اور غیر متبدل نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ کی تعلیمات گویا ایک شگوفہ کی مانند ہیں۔ اور مسیح کی تعلیمات پھول کی طرح ہیں اور حضرت پیار اللہ کی تعلیمات پھل ہیں۔ شگوفہ پھول کو تباہ نہیں کرتا اور نہ پھول پھل کو ملیا میٹ کرتا ہے۔ یہ ایک دوسرے کو مٹاتے نہیں بلکہ پورا کرتے ہیں۔ شگوفہ کے پھلکے گر جاتے ہیں تاکہ پھول کھل جائے۔ اور پھل کے پیدا ہونے اور پھلنے کے لئے پھول کی پتیوں کا گر جانا ضروری ہے۔ کیا شگوفہ کے پھلکے اور پھول کی پتیاں اپنے وقت پر بے کار اور بے جا تھیں جو ان کو ترک کر دیا جاتا؟ نہیں۔ دونوں اپنے اپنے زمانے میں بجا اور ضروری تھیں ان کے بغیر پھل کا پیدا ہونا ہی ناممکن تھا۔ یہی مثال سب انبیائے کرام کی تعلیمات پر صادق آتی ہے۔ ان کے باہری اصول زمانہ بزمانہ بدلتے گئے۔ مگر ہر ایک بعد کی وحی اپنے سے پہلی وحی کی تکمیل ہے۔ نہ تو وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں نہ ان میں کوئی تباہی پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ ایک دین واحد کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں جو یکے بعد دیگرے بیج، شگوفہ اور پھول کی مانند ظاہر کئے گئے۔ اور اب ان کے پھل لانے کا وقت ہے۔

انبیاء کی آخریت | حضرت پیار اللہ تمکین فرماتے ہیں کہ جسے نبوت کا درجہ عطا ہوتا ہے اسے اپنی نبوت کے ثابت کرنے کے لئے کافی ثبوت بھی دیئے جاتے ہیں۔ اس کو یہ دعویٰ کرنے کا حق ہوتا ہے کہ سب لوگ اس کی اطاعت کریں۔ اور اسے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیائے کرام کی تعلیمات کو منسوخ کر دے۔ بلکہ اسے یہ حق بھی دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کو منسوخ کر دے۔ کتاب ایقان میں فرمایا ہے:-

”یہ اُس پروردگار رحمن کے فضل سے دور اور اُس کی رحمتِ
 واسعہ سے بعید ہے کہ اپنے بندوں میں سے ایک کو اپنی
 خلق کی ہدایت کے لئے برگزیدہ کرے اور اُسے کافی و
 شافی حجت عطا نہ کرے اور لوگوں کو اُس پر ایمان نہ لانے
 کے لئے سزا دے۔ نہیں۔ اِس سلطان وجود کے فیض
 نے اپنے منظرِ نفس کے ذریعہ کل کائنات کو گھیرا ہوا ہے۔“
 ”ہر ظہور الہی کا مقصد دنیا کے ہر طبقہ میں سزا و جہرا
 ظاہر و باطناً تغیر و تبدل کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اوصناعِ
 عالم میں تبدیلی نہ ہو تو عالمگیر منظر الہی کا ظہور بے کار ہے۔“
 خدا ہی صرف ایک لازوال قوت ہے اور انبیاء سے کرام بھی معصوم ہوتے
 ہیں۔ کیونکہ ان کا پیغام خدا کا پیغام ہوتا ہے جو ان کے ذریعے دنیا کو
 دیا جاتا ہے۔ یہ پیغام اِس وقت تک نافذ رہتا ہے جب تک ایک دوسرا
 پیغام اُسی یا اِس کے بعد کے پیغمبر کے ذریعے نہ دیا جائے۔
 خدا ہی صرف وہ طبیبِ عظیم ہے جو دنیا کی بیماری کی صحیح تشخیص کے
 مناسب علاج بنا سکتا ہے، ایک نسخہ جو ایک زمانہ میں مرض کے
 مناسب حال تھا، دوسرے زمانہ میں ویسا نہیں رہتا۔ کیونکہ اِس وقت
 مریض کی طبیعت مختلف ہوتی ہے۔ اگر طبیب ایک نیا نسخہ تجویز کرے
 اور ہم اُسی پہلے نسخہ کے پیچھے لگے رہیں تو اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ
 طبیب پر ہمارا ایمان نہیں اور ہم اُس پر بھروسہ نہیں کرتے۔
 یہودیوں کو اِس بات کے سننے سے صدمہ ہوگا کہ کچھ معالجات
 جو حضرت موسیٰ نے تین ہزار برس قبل دنیا کی بیماریوں کے لئے دئے تھے
 اب وہ بے کار اور بے وقت ہیں۔ عیسائی بھی یہ سن کر دلگیر ہونگے کہ
 حضرت محمد کے ذریعہ یہ ضروری تھا کہ اُن باتوں میں کچھ اضافہ کیا جائے

جو حضرت عیسیٰ نے بتائی تھیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی یہ سن کر سچ ہوگا کہ حضرت باپ یا حضرت بہاؤ اللہ کو حضرت محمد کے احکام بدلنے کا اختیار تھا۔ مگر اہل بیت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی سچی عبادت سے یہ مراد ہے کہ اس کے سب ظہورات یعنی پیپیروں پر ایمان ہو اور اس کے آخر ترین احکام کے جو صاحب زمان گے ذریعہ دینے گئے ہوں صحیح معنوں میں مطیع ہوں۔ صرف اسی قسم کی عبادت سے سچا اتحاد حاصل ہو سکتا ہے۔

عظ
ظہور
گل انبیائے کرام کی مانند حضرت بہاؤ اللہ نے بھی اپنے مشن کو نہایت صاف اور سادہ الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ لوحِ اقدس میں جو خاصکر عیسائیوں کے لئے نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:-

” بیشک باپ آگیا ہے اور اس نے اس کو پورا کر دیا ہے جس کا تمہیں ملکوت الہی میں وعدہ دیا گیا تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے جسے بیٹے نے چھپایا تھا جب اس نے ان سے جو اس کے جو گرد جمع تھے یہ کہا تھا کہ تم ابھی اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب مقررہ وقت حتم ہوا اور وہ گھڑی آن پہنچی تو وہ کلمہ افقِ مشیت سے روشن ہو گیا۔

اسے اکت لپرا! یعنی عیسائیوں، خردوار ہو۔ اسے پس پشت نہ ڈالو بلکہ اس کا دامن مضبوط پکڑو۔ یہ تمہارے لئے ان سب باتوں سے بہتر ہے جو تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔
..... بیشک روح الحق حقیقت کی جانب رہنمائی کرنے کے لئے آگیا ہے۔ سچ مانو کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ اس خدا سے علیم و حکیم کی طرف سے

کہتا ہے۔ یہی وہ موعود ہے جس کے جلال کی تعریف فرزند
نے کی تھی..... اے اہل زمین جو کچھ تم لئے بیٹھے ہو اُسے
ترک کرو۔ اور اِس کو پڑو جس کا حکم تمہیں اِس نے دیا ہے
جو فوت کا مالک اور وفا کا سرچشمہ ہے۔“

لوحِ پُپ میں جو ستر میں اڈر یا نپل میں نازل ہوئی تھی فرمایا ہے:-
”خزوار ایسا نہ ہو کہ ذکر تجھے مذکور سے روکے اور عبادت
تجھے مبعود سے دور رکھے۔ قادر اور عظام پروردگار کو دیکھو۔ وہ
دنیا کو زندہ کرنے کے لئے اور اہل زمین کو مستحضر کرنے کے لئے
آیا ہے۔ اے لوگو! مطلع وحی کی طرف بڑھو اور لمحہ سے کم
کے لئے بھی توقف نہ کرو۔ کیا تم اجیل کو پڑھتے ہو اور رت
جلیل کو پہچان نہیں سکتے؟ اے جماعتِ علماء! یہ تمہارے لئے
مناسب نہیں ہے۔ کہہ۔ اگر تم اس امر کا انکار کرتے ہو تو
پھر کون سی دلیل سے تم حذا پر ایمان رکھتے ہو؟ وہ دلیل
پیش کرو..... الخ“

جس طرح ان الواح میں عیسائیوں کو بتلایا گیا ہے کہ اجیل کے وعدے
اور اس کی پیشینگوئیاں پوری ہو گئیں۔ اسی طرح مسلمانوں۔ یہودیوں
زرتشتیوں اور دیگر ادیان کے ماننے والوں کو بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی
آسمانی کتابوں کے وعدے آج پورے ہو گئے۔ آپ کل انسانوں کو
خدا کی بھڑپیں کہہ کر پکارتے ہیں جو اب تک مختلف گلوں میں بیٹھی ہوئی اور
مختلف رپڑوں میں رہتی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ کی تدار حداد
قدیر کی نڈا ہے۔ جو نیک گذریا ہے۔ جو دولت کے پورا ہونے پر اپنی
بکھری ہوئی بھڑوں کو ایک گلے میں جمع کرنے اور ان میں سے ہر قسم کی
رکادوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے تاکہ وہ ایک جگہ ہوں اور ان کا ایک

گلد بان ہو۔

ایک نئی صورت حال

انبیاء کے درمیان حضرت بہار اللہ کا درجہ بے نظیر اور لاثانی ہے۔ کیونکہ آپ کے ظہور کے زمانہ میں دنیا کی حالت بھی بے نظیر اور بے مثل ہے۔ دین۔ علم۔ ہنر اور تمدن کے ایک پلے اور گونا گون ارتقائی عمل کے بعد دنیا اب اتحاد کے لئے تیار ہے۔ وہ رکاوٹیں جن کے سبب پہلے دوروں میں اتحاد عالم ناممکن تھا حضرت بہار اللہ کے ظہور کے وقت لڑکھڑا رہی تھیں۔ اور اللہ میں آپ کی پیدائش کے بعد سے خصوصاً آپ کی تعلیمات کے نشر کے زمانہ سے یہ رکاوٹیں ایک تختہ انگیز طریقہ سے ہلکا میٹ ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ کچھ بھی ہو مگر اس حقیقت واقعہ میں کسی کو شک و شبہ نہیں۔

پہلے انبیاء کے زمانوں میں صرف جغرافیائی رکاوٹیں ہی اتحاد عالم کو روکنے کے لئے کافی تھیں۔ یہ رکاوٹیں اب سب کی سب دور ہو گئی ہیں۔ انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ انسان ہاتھ پاؤں والوں سے بھی باسانی اور بہنایت سرعت سے بات چیت کر سکتا ہے۔ جو چیزیں یورپ میں آج واقع ہوتی ہیں وہ کل کل بڑے عقلموں کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ اور امریکہ میں اگر کوئی تقریر آج کی جاتی ہے تو وہ کل یورپ، ایشیا اور افریقہ میں پڑھ لی جاتی ہے۔

دوسری بڑی رکاوٹ زبان کا اختلاف تھا۔ غیر زبانوں کی عام تعلیم و مطالعہ کے ہم رہیں منت ہیں کہ یہ رکاوٹ بھی ایک بڑی حد تک دور ہو چکی ہے۔ اور یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ بہت جلد ایک بین الاقوامی امدادی زبان اختیار کر لی جائے گی جو دنیا کے مدارس میں پڑھائی جائے گی تب یہ تکلیف بھی پورے طور سے رفع ہو جائے گی۔

تیسری بڑی رکاوٹ دینی تعصب اور تعلقہ لی تھی۔ یہ بھی مٹ رہی ہے۔

انسانوں کے دل زیادہ کشادہ ہو رہے ہیں۔ لوگوں کی تربیت فرقہ پرست
علمائے دین کے ہاتھوں سے مٹتی جا رہی ہے اور نئے اور آزادانہ خیالات کو
آب بالکل علیحدہ رہنے والے اور قدامت پرست لوگوں میں بھی پھیلنے سے کوئی
روک نہیں سکتا۔

اس طرح حضرت بہار اللہ سب سے پہلے پیغامبر ہیں جن کا پیغام
نسبتاً چند ہی سال کے عرصہ میں دنیا کے ہر حصہ میں پھیل گیا ہے بہت جلد
حضرت بہار اللہ کی ضروری تعلیمات ان کتابوں سے جو آپ پر نازل ہوئی ہیں
ترجمہ ہو کر ہر مرد و عورت اور بچے کو جو پڑھ سکتا ہے بلا واسطہ مل سکیں گی۔

ادبیانِ عالم میں امرِ بہائی اپنی مستند کتابوں
کے لحاظ سے بے نظیر اور بے مثل ہے ہم

امرِ بہائی کی کاہلیت

حضرت مسیح - حضرت موسیٰ - حضرت نردشت - بہا تابدہ اور سری کرشن کی
طرف جو تحریرات منسوب کر سکتے ہیں وہ محدود سے چند ہیں۔ اور بہت سے اہم
مسائل کا کوئی عملی جواب نہیں ملتا۔ بہت سی تعلیمات جو ان بانیانِ ادیان کی
طرف منسوب کی جاتی ہیں قابلِ وثوق نہیں ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بعد
کے زمانوں میں صریحاً ان کے ساتھ مخلوط کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کے پاس قرآن
اور ایک بہت بڑے ذخیرہ احادیث کے ذریعہ ان کے بانی دین کی زندگی اور
تعلیمات کا مستند ذخیرہ موجود ہے۔ مگر حضرت محمد جو ذاتی تھے اور آپ کے
اولین پیرو بھی اکثر ان پڑھ تھے۔ آپ کی تعلیمات کو کھنسنے اور پھیلانے میں جو
طریقے اختیار کئے گئے تھے۔ وہ کئی طرح غیر اطمینانی تھے۔ اس لئے کثیر التعداد
احادیث و اخبار قابلِ وثوق نہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ وہی ہوا جو پہلے ادیان میں
ہوا تھا۔ کہ مختلف تفاسیر اور متضاد آراء باہمی کشمکش کا باعث ہوئیں اور
اسلام کو بہت سے فرقوں میں تقسیم کر دیا۔

اس کے برعکس حضرت باب اور حضرت بہار اللہ پر پیشاب کلامِ الہی نازل

ہوئے جو اپنی فصاحت و بلاغت اور نفوذ و قوت میں بے نظیر ہیں۔ چونکہ دونوں کو ظہور کے بعد عام پبلک میں تقریر کرنے سے روکا گیا اور انہوں نے اپنی زندگیوں کا اکثر حصہ قید و نظر بندی میں گزارا۔ اس لئے انہوں نے اپنا وقت عموماً لکھنے میں صرف کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحائف آسمانی کے استناد کی خوبی کے لحاظ سے امر بہانی اپنے سے پہلے ادیان سے بہت بڑھ کر ہے۔ بہت سے مسائل و عقائد کی جن پر پہلے ادیان میں یوں ہی دھندلی سی روشنی ڈالی گئی تھی ان کی نہایت سادہ اور مکمل تشریح دی گئی ہے اور عداوت کے ان دائمی اصول کو جن کی تمام انبیاء نے تعین فرمائی ہے ان مسائل کے حل کرنے میں منطبق کیا ہے جو موجودہ دنیا کے سامنے پیش ہیں، مسائل جو نہایت ہی پیچیدہ اور گوناگون ہیں اور جن میں سے اکثر پہلے انبیاء کے زمانوں میں سنتے میں بھی نہ آئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ وحی آسمانی کا یہ مستند ذخیرہ زمانہ آئندہ میں غلط فہمیوں کو روکنے اور زمانہ ماضی کی گتھیوں کو جو مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے ملنے نہیں دیتیں سلجھانے میں ایک بہت قوی اثر و نفوذ دکھائے گا۔

بہانی میثاق | امر بہانی ایک اور طرح بھی بے مثل و بے نظیر ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے اپنے صعود سے پہلے تکراراً ایک میثاق لکھا جس میں آپ نے اپنے سب سے بڑے فرزند عبدالبہار کو جنہیں آپ اکثر **عزین** یا **عزوبین اعظم** کے نام سے منسوب فرمایا کرتے تھے اپنی تعلیمات کا مستند مترجم و مفسر مقرر فرمایا اور یہ اعلان فرمایا کہ جو تشریح یا تفسیر آپ فرمائیں ان کو بھی ایسا ہی ماننا لازمی ہے جیسے حضرت بہاء اللہ کے کلمات مبارکہ کو اپنی آخری وصیت میں آپ فرماتے ہیں:-

”اس پر جو کتاب اقدس میں نازل ہو غور کرو۔ جب میرے ظہور کا سندر خشک ہو جائے اور کتاب آغاز اپنے انجام کو پہنچ جائے

تو من ارادہ اللہ کی طرف توجہ کرو جو اس اصل قدیم سے ظاہر ہوا ہے
 اس آیت مبارکہ سے مراد عظیم اعظم ہے۔
 روحِ نعشن میں جس میں آپ حضرت عبدالبہار کے مقام کو ظاہر کرتے ہیں
 فرمایا ہے:-

”اے لوگو! ظہورِ نعشن کے لئے خدا کی تعریف کرو۔ کیونکہ تم پر یہ نیکی
 انتہائی عنایت اور کابل ترین برکت ہے۔ اسی کے ذریعہ ہر ایک
 بوسیدہ ہڈی میں جان ڈال دی گئی ہے۔ جو کوئی اس کی طرف توجہ
 کرے گا بیشک وہ خدا کی طرف توجہ کرے گا اور جو کوئی اس سے منع
 پھیرے گا وہ میرے جمال سے رنج پھیرے گا۔ میری محبت کا
 منکر ہوگا اور ان میں سے گنا جائے گا جو گنہگار ہیں۔“

حضرت بہار اللہ کے صعود کے بعد حضرت عبدالبہار کو اپنے گھر پر اور اپنے
 طویل سفر میں دنیا کے ہر ملک ہر خیال کے لوگوں کی ملاقات کے بہتر موقع ملے
 آپ نے ان سب کے سوالات کو ان کی مشکلات اور ان کے اعتراضات کو
 سنا اور ان کے ثنائی جواب دے کے جو نہایت حفاظت کے ساتھ تحریرات
 میں ثبت کئے ہوئے محفوظ ہیں۔ متواتر کئی سال تک حضرت عبدالبہار
 تعلیمات مبارکہ کو سمجھاتے اور موجودہ زندگی کے مشکل مسائل کے سلجھانے میں
 ان کے عملی الطباق کو ظاہر فرماتے رہے۔ آپ کے پیروؤں کے درمیان
 جو کچھ بھی اختلاف رائے ہوتا وہ اُسے آپ کے پاس لیجاتے اور آپ اس کا
 مستند فیصلہ سناتے۔ اس طرح آئندہ آنے والی غلط فہمیوں کا خطرہ بھی بہت کم
 ہو گیا ہے۔

حضرت بہار اللہ نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ حضرت عبدالبہار کے صعود
 کے بعد ایک بیت العدل یعنی ایک بین الاقوامی روحانی مجلس قائم کی جائے
 جس میں تمام دنیا کے بہائیوں کے نمائندے شامل ہوں جو امری معاملات

ہسنے ہاتھ میں لے لیں۔ اس کی تمام تحریکات پر قابض ہوں اور ان میں یکسانیت قائم رکھیں۔ اختلاف اور فرقہ بندی کا سدباب کریں۔ اور تعلیمات مبارکہ کو ملاوٹ اور تاویلات سے بچائیں۔

علاوہ ازیں حضرت بہار اللہ نے صریح الفاظ میں منع فرمایا ہے کہ آپ کے کلمات کے معنی حضرت عبدالبہار اور آپ کے بعد بین الاقوامی بیت العدل کے سوا اور کوئی نہ کرے۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے کہ آیات مبارکہ کے جو معانی اور تفسیرات لفظ صریح کے خلاف ہوں انکو ہرگز نہ مانا جائے۔ ہزار یا ہزاروں سال کے بعد ظل بہار اللہ میں ایک دوسرا ظہور اپنی مہیب ساری کے صریح ثبوت کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ مگر اس وقت تک حضرت بہار اللہ اور حضرت عبدالبہار کا کلام اور بین الاقوامی بیت العدل کے فیصلہ جات وہ مستند ہدایت ہیں جس کی طرف اہل بہار کا توجہ کرنا لازم ہے۔ کوئی بہائی اس بات کا مجاز نہیں کہ وہ کسی مفروضہ بہام یا تعلیمات کی کسی خاص تفسیر کی بنا پر ایک علیحدہ فرقہ کھڑا کرے۔ ان احکامات کی خلاف ورزی کرنے والا ناقص یعنی خدا کے ساتھ عہد کو توڑنے والا خیال کیا جائیگا۔ حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں :-

امر اللہ کا ایک دشمن وہ شخص ہے جو حضرت بہار اللہ کے کلام کی تفسیر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح اپنی قابلیت کے مطابق ان کے معنوں پر رنگ چڑھاتا ہے اور اپنے گرد کچھ پیرو جمع کرتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا بنانے اور امر اللہ میں مناقشہ ڈالنے کے لئے ایک نیا فرقہ کھڑا کرتا ہے۔

(مشاورت دی دلیٹ جلد ۲ صفحہ ۸)

ایک دوسری لوح میں آپ فرماتے ہیں :-

بین الاقوامی بیت العدل کے متعلق دیکھو پندرہواں باب۔

یہ لوگ (فرقہ بندی بڑھانے والے) اس جھاگ کی مانند ہیں جو سطح سمندر پر جمع ہوتی ہے۔ بحرِ میثاق سے ایک لہر اٹھیں گی اور حکومتِ ابہی کی قوت کے ذریعے اس جھاگ کو دور کناری سے پر جا پھینکیں گی..... یہ کمزور خیالات جو شخصی اغراض اور بند

ارادوں سے پیدا ہوتے ہیں سب نشیا نشیا ہو جائیں گے۔

مگر میثاقِ الہی قائم اور محفوظ رہے گا۔" (سٹار ادون وی ولٹ جلد ۹۰) انسان اگر دین کو ترک کرنا چاہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں کہ "خدا خود تمہاری کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ روحانی بنے انسان کے لئے اپنی مرضی کو کام میں لانا ضروری ہے۔" مگر میثاقِ روحانی اہل بہار کے اندر فرقہ بندی کو صریح طور پر ناممکن بناتا ہے۔

امر بہائی میں پیشہ ور مذہبی پیشوا نہیں | شریعتِ بہائی کی ایک اور خصوصیت خاص طور سے

قابل ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں پیشہ ور مذہبی پیشوائی جائزہ نہیں۔ مبلغین کے اخراجات کے لئے اپنی خوشی سے اگر کوئی کچھ دے تو اس کی اجازت ہے۔ اور بہت سے اہل بہار اپنا سارا وقت خدمتِ امر میں صرف کرتے ہیں۔ مگر ہر بہائی پر یہ واجب ہے کہ وہ تبلیغ اور دیگر ستر پجات میں اپنی قابلیت اور استعداد کے مطابق حصہ لے۔ کوئی خاص جماعت اس بات کے لئے مخصوص نہیں کی گئی کہ وہ مذہبی پیشوائی کریں یا ان کے سے اختیارات رکھیں۔

پہلے زمانوں میں مذہبی پیشواؤں کا ہونا ضروری قرار دیا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگ ان پڑھ ہوتے تھے اور اپنی مذہبی تعلیم اور مذہبی رسم و رواج کی ادائیگی اور عدالت و انصاف کے کاموں کے لئے مذہبی پیشواؤں کے محتاج ہوتے تھے اب زمانہ بدل گیا ہے۔ تعلیم عام ہوتی جا رہی ہے۔ اور جب حضرت بہار مانند

کے احکام پر عملدرآمد شروع ہو جائے گا تو دنیا کا ہر ایک لڑکا اور لڑکی جیسی کہ چاہئے ویسی تعلیم پایا کرینگے۔ اس طرح ہر فرد واحد کلام الہی کو پڑھ سکیگا۔ اور بذاتِ خود سرچشمہ سے اپنے لئے آجیات حاصل کیا کرے گا۔ مفضل رسوم و رواج جن کی ادائیگی کے لئے ایک خاص پیشے یا فرقے کی مذمت کی ضرورت پڑے، امر بہائی میں نہیں ہیں۔ اور عدالت و انصاف ان حکام کے سپرد کیا گیا ہے جو اس مقصد کے لئے مقرر کئے گئے ہوں۔

بچے کے لئے معلم کا ہونا لازمی ہے۔ مگر ایک بچے استاد کا نصب العین یہ ہوگا کہ وہ شاگرد کو استاد کی ضرورت سے مستغنی کر دے۔ یعنی وہ اُسے اس قابل بنا دے کہ وہ چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اپنے کانوں سے سنے اور اپنی عقل سے سمجھے۔ اسی طرح جب تک نوع انسان اپنے بچپن میں تھی، پیشہ ور مذہبی استاد لازم تھے۔ مگر ان کا اصل کام یہ تھا کہ وہ لوگوں کو اپنی ضرورت سے مستغنی کر دیں۔ اور لوگوں کو اس قابل بنا دیں کہ وہ روحانی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اپنے کانوں سے سُنیں اور اپنی عقل سے سمجھیں۔ اب ان مذہبی استادوں کا کام ختم ہو چکا ہے اور بہائی تعلیمات کا نصب العین اب یہ ہے کہ ان کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور لوگوں کو سوائے خدا کے اور سب سے مستغنی بنا دے۔ تاکہ وہ بذاتِ خود اُس کی یعنی اُس کے ظہور کی طرف متوجہ ہوں۔ جب سب ایک مرکز کی طرف توجہ کریں گے تب گڑبڑ اور غلط فہمیاں مٹ رہیں گی۔ اور جس قدر سب مرکز کے قریب آتے جائیں گے اسی قدر وہ ایک دوسرے کے قریب اور متحد ہوتے جائیں گے

نوائے باب

حقیقی تمدن

”اُسے خدا کے لوگو! اپنے آپ سے ہی مشغول نہ ہو
عالم کی بہبودی اور لوگوں کی تربیت کی طرف بھی متوجہ ہو
(حضرت بہاء اللہ)

دین تمدن کی بنیاد پر | بیانی عقیدے کے مطابق انسانی زندگی کے
انفرادی اور معاشرتی مسائل ایسے پیچیدہ ہیں کہ معمولی عقل انسانی تنہا
انہیں حل کرنے پر قادر نہیں۔ مقصد حیات سے وہ خدا سے عظیم ہی پوری
طرح واقف ہے۔ اور وہی یہ جانتا ہے کہ یہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے
انبیائے کرام کے ذریعے وہ انسانوں کو انسانی زندگی کی حقیقی منزل مقصود
سے آگاہ کرتا ہے اور انہیں ترقی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اس لئے
ایک حقیقی تمدن کے استعمار کا انحصار انبیائے کرام پر جو کلام نازل ہو
اس کی وفادارانہ اطاعت پر ہے۔ کلمات فرودسیہ میں فرمایا ہے۔
”دین جہان کے انتظام اور مخلوقات کے اطمینان کا سب
سے بڑا ذریعہ ہے۔ ارکان دین کی کستی نے جاہلوں کی
ہمت کو بڑھا رکھا ہے اور انہیں منہ پھٹ اور منگہڑ بنا دیا
ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جس قدر دین کا بلند مرتبہ

گھٹایا جائے گا اسی قدر شہریوں کی عقلت بڑھے گی جس کا
 آخر نتیجہ فساد اور بد نظمی ہے
 اہل مغرب کے طرز تمدن کو دیکھو کہ اس نے تمام دنیا میں
 کیسی کھلبلی ڈال دی ہے۔ بیشمار بندگانِ خدا جہنمی ہتھیاروں
 کی نذر ہوئے اور ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ نہ کبھی
 دنیا کی آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی۔ لیکن ان
 زبردست اور قوی فسادوں کی اصلاح بجز اس کے ممکن
 نہیں کہ دنیا کے تمام فرقے ایک خیال یا ایک مذہب کے
 سایہ کے نیچے ہو جائیں۔ لے اہل ہمارا! ہر ایک
 حکم جو آسمان سے نازل ہوا ہے دنیا کی حفاظت کے لئے
 ایک مضبوط قلعہ ہے۔“

یورپ کی موجودہ حالت ان کلمات کی جو کئی سال پہلے نازل ہوئے تھے
 بولتی ہوئی گواہ ہے۔ کلماتِ الہی سے بے پرواہی اور بے دینی کے دور دورہ
 کے ساتھ ساتھ زبردست فساد اور تباہی بھی پھیل رہی ہے۔ بجز قلوب اور
 مقاصد کی تبدیلی کے جو ایک سچے دین کی حقیقی خاصیت ہے دنیا میں اصلاح
 کا ہونا ناممکن دکھائی دیتا ہے۔

کلماتِ مکتونہ کی چھوٹی سی بیابان میں جس میں حضرت بہار اللہ
عَدَل تعینات انبیاء کا جوہر بیان فرماتے ہیں آپ کی پہلی نصیحت
 ہر شخص کی انفرادی زندگی کے بارے میں یہ ہے کہ :-
 ”ایک نیک، پاک اور متور دل کا مالک بن۔“ اور دوسری نصیحت
 سچی معاشرتی زندگی کا بنیادی اصول ہمیں بتاتی ہے۔ فرمایا ہے :-
 انصاف مجھے سب چیزوں سے پیارا ہے۔ اگر تو مجھے چاہتا ہے
 تو اسے نت بھول۔ اس کے ذریعہ مجھے ایسی قوت ملیگی

کہ تو اشیا کو دوسروں کی آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنی
آنکھوں سے دیکھے گا۔ دنیا کو کسی دوسرے شخص کے علم
سے نہیں بلکہ اپنے علم سے جانے گا۔

معاشرتی زندگی کا پہلا اصول یہ ہے کہ افراد صحیح کو جھوٹ سے
اور صحیح کو غلط سے تمیز کرنے اور اشیا کے حقیقی متناسب کو دیکھنے
کے قابل ہوں۔ روحانی اور معاشرتی کوتاہ نظری کا سب سے بڑا
سبب اور اجنبائی ترقی کا سب سے بڑا دشمن خود غرضی ہے۔ ایرانی
زندہ سستی بہانوں کی ایک نوع میں فرمایا ہے:-

”اے سپران فراست بچھوٹی سی بہین پلک آنکھ کو
دنیا و ماقبہا کے دیکھنے سے باز رکھتی ہے۔ اب اس سے
تم اندازہ لگاؤ کہ حرص و آز کا پردہ جب دل کی آنکھ پر پڑ جائے
تو کیا نتیجہ ہوگا۔ اے لوگو! حرص و حسد کی تاریکی الوار روح
کو اسی طرح سے چھپائے رکھتی ہے جیسے بادل سورج کی
کرنوں کو چھپائے رکھتا ہے۔“

مدت مدید کے تجربات اب آخر کار انسان کو انہیا کی اس تعلیم کی
صداقت کا یقین دلاتے جا رہے ہیں کہ خود غرضانہ خیالات اور عمل
درحقیقت اجنبائی مصیبت کو سر پر لاتے ہیں۔ اور اگر انسان
بے شرمی کی موت مرنا نہیں چاہتے تو ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے
پڑوسی کی چیزوں کو اسی نظر سے دیکھے جس نظر سے اپنی سب چیزوں کو
دیکھتا ہے۔ اور اپنے مفاد کو کل نوع کے مفاد کے ماتحت رکھے۔

کلمات فردوسیہ میں حضرت بہار اللہ نے فرمایا ہے:-

اے آدم زاد! اگر تیری نظر خدا کے فضل پر ہے تو اپنے
نفع کا خیال چھوڑ اور لوگوں کو نفع پہنچا۔ اور اگر تیری نظر

اس کے عدل پر ہے تو جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی
اوروں کے لئے بھی پسند کر۔“

حکومت | ان بنیادی اصولوں کو جو آئندہ ہزار یا ہزاروں سال تک
دعیت تک ایک دوسرا پھینبہ رازہ وحی آسمانی کے ساتھ
نہیں آتا، حقیقی تمدن کی بنیاد ہونگے نہایت صراحت کے ساتھ بیان فرماتے
ہوئے حضرت بہار اللہ نے اجتماعی زندگی کے جزئیات کے لئے کوئی
مقررہ قوانین نافذ نہیں فرمائے۔ نہایت اجتماعی کے ارتقاء کے لئے ضروری
ہے کہ ایسے قوانین مقتضیات وقت کے مطابق ہمیشہ بدلتے رہیں۔ اور
امر بہائی کے بانی نے جو قاعدہ تجویز فرمایا ہے، اس میں اس اقتضار کا
پورا پورا کاٹ رکھا گیا ہے۔ حضرت بہار اللہ اگرچہ کسی خاص طرز حکومت پر
زور نہیں دیتے مگر آپ نے دستورِ ملوکیت کی تلغین فرمائی ہے۔
بشارات میں فرماتے ہیں کہ

”اگرچہ جمہوریت کا فائدہ ہر خاص و عام کو پہنچتا ہے لیکن بادشاہوں
کی شوکتِ خدا تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔ اس لئے ہم
اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ جہان کے ملک اس سے محروم
رہیں۔ اگر مدبرین ان دونوں کو جمع کر لیں تو انہیں خدا تعالیٰ
کے ہاں بڑا اجر ملے گا۔“

ایک موقع پر اس معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے جب مصنف کتاب
یعنی ڈاکٹر ایسٹنٹ) بھی موجود تھا حضرت عبدالبہار نے جو کچھ فرمایا
اس کا خلاصہ یہ ہے:-

شخصی یا استبدادی ملوکیت بڑی ہے۔ جمہوری طرز حکومت
جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہے اچھا ہے مگر دستوری
ملوکیت بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں جمہوریت اور ملوکیت دونوں کی

خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ جو شوکت بادشاہ کی ہوتی ہے وہ اس پر پرنڈنٹ کی نہیں ہوتی جو کچھ سالوں کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ بلکہ پاپ سے بیٹے کو ملنی چاہئے۔ اس سے حکومت کو ایک استمرار اور استقرار حاصل ہوتا ہے جو جمہوریت میں نہیں ملتا۔ ہر چند سالوں کے بعد جب پرنڈنٹ کا انتخاب ہوتا ہے تو تمام ملک سیاسی فسادوں اور ہیجان میں غرق ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ملک میں عدالت کا قائم رہنا محال ہے۔

سوال۔ اگر بادشاہ نالایق نکلے تو کیا پارلیمنٹ کو اسے تخت سے اتار دینے کا اختیار ہوگا؟

جواب۔ ہینک پارلیمنٹ اس کو تخت سے اتارنے اور اس کی جگہ دوسرے کو تخت پر بٹھانے کی مجاز ہوگی۔ دستوری ملکیت کے طرز حکومت میں بادشاہ کو قوانین بنانے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ کا بینڈ اور پارلیمنٹ سب معاملات کو طے کیا کریگی۔

سوال۔ وراثتی ملکیت کے ساتھ کیا وراثتی استقراریت بھی ضروری ہے؟

جواب۔ جو ملک کی مناسب خدمت کرتا ہے۔ اس کی مناسب عزت کرنا ضروری ہے۔ مگر کوئی اس بات کا دعویدار نہیں ہو سکتا کہ اس کی عزت و حرمت اس لئے ہونی چاہئے کہ اس کا باپ مثلاً ایک بڑا جرنیل تھا۔ جو شخص قوم کی خدمت نہیں کرتا وہ کسی عزت کا مستحق نہیں۔ اس کے باپ کی خاطر اس کی عزت کی جائے تو کیجئے مگر جہاں تک عہدوں کا تعلق ہے اسے ان کے لئے کوئی ترجیح نہیں دینی چاہئے۔ حکومت کا کام قانون کو انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ جاری کرنا

حضرت عبدالہیبار فرماتے ہیں:-

”قانون کی نظر میں سب انسان یکساں ہیں اور اس کا نفاذ عام ضروری ہے۔۔۔۔۔ جب مشرقی اور مغربی دنیا کے ہر ایک ملک میں کامل انصاف کا دور دورہ ہو جائے گا تب دنیا ایک خوبصورت بہشت بن جائے گی۔ ہر خدا کے بندے کا حق اور اس کی یکساں نیت قائم ہو جائے گی۔ نوع انسانی کے ٹھوس استحکام کا سنہری خیال اور حقیقی اخوت حاصل ہو جائے گی۔ اور آفتاب صداقت کا شاندار نور تمام انسانوں کی ارواح کو منور کر دے گا۔“

سیاسی آزادی | حضرت بہار اللہ نے اگرچہ مقامی۔ قومی اور بین الاقوامی شعبوں میں دستوری حکومت کی تلقین فرمائی ہے

مگر آپ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان انفرادی اور اجتماعی ترقی کے ایک اعلیٰ درجہ تک نہیں پہنچتا اس وقت تک اس قسم کی حکومت کا ہونا ناممکن ہے۔ جاہل لوگوں کو جو اپنی نفسانی خواہشات کے بندے ہوں اور عمومی معاملات کو چلانے کے نااہل ہوں پھر تب ہی خود اختیاری حکومت دیدینا تباہی کا باعث ہوگا۔ آزادی سے بڑھکر ان لوگوں کے لئے جو اس کا دانشندانہ استعمال نہیں جانتے کوئی چیز خطرناک نہیں۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے:-

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ آزادی کے جو یا ہیں اور اسپر فخر کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ صرف جہالت میں ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آزادی کا نتیجہ ہیجان ہوتا ہے۔ جس کی آگ بجھانے نہیں سکتی۔ اس طرح تمہیں علیم و حکیم خدا آگاہ کرتا ہے۔ جانو! کہ آزادی مطلق کے منظر ہر حیوان میں۔ انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ قوانین کے تحت میں رہے جو

اُسے اُس کے اپنے نفس کی جہالت سے اور دنیا باز لوگوں کے فریب سے محفوظ رکھیں۔ آزادی، انسان کو ادب و وقار کی عزت سے عاری کر دیتی ہے اور اُسے رذالت کی طرف لے جاتی ہے۔ انسانوں کو بھیروں کا ایک گلدہ تصور کرو۔ ان کے لئے ایک گلدہ بان لازمی ہے۔ میں صح کہتا ہوں کہ یہ عین حق ہے۔ اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ ہم آزادی کی بعض حالات میں اجازت دیتے ہیں مگر ہر حالت میں نہیں۔ کہدے آزادی میرے احکام کے ماتنے میں مضمر ہے اگر تم ان میں سے ہو جاؤ جو جانتے ہیں۔ اگر لوگ اس کی اطاعت کرینگے جو ہم نے آسمان وحی سے نازل فرمایا ہے تو وہ اپنے نفس کو کابل آزادی میں پائینگے..... کہدے کہ آزادی جو تمہارے لئے فائدہ بخش ہے وہ خدائے برحق کی بندگی میں ہے۔ اور جو اس کی حلاوت کو کچھ لیتا ہے وہ زمین و آسمان کی بادشاہت کے بدلے بھی اس کو نہیں دیتا۔“

گرمی ہوئی اور سپاندہ اقوام کی حالت کو سدھارنے کے لئے عذائی تعلیمات کسیر حکم رکھتی ہیں۔ جب اقوام اور سیاست دان ہردو ان کو اختیار کرنا سیکھ لینگے تو قومیں ہر قسم کے بندھنوں سے آزاد ہو جائیں گی۔

حضرت بہار اللہ ظلم و ستم کو نہایت شدت کے ساتھ حرام اور رعایا حرام قرار دیتے ہیں۔ کلمات کمنونہ میں فرمایا ہے:-

”اے ظالمان ارض! اپنے ہاتھوں کو ظلم سے کھینچ لو کیونکہ میں

نے قسم کھائی ہے کہ میں نا انصافی کو کبھی معاف نہ کروں گا۔“

وہ لوگ جن کے سپرو قوانین کے بنانے اور نافذ کرنے کا کام ہے انکو چاہیے کہ

مشورت کے رشتے کو مضبوط پکڑیں اور پھر جو باتیں بندوں کی حفاظت، خوشحالی، بہبودی و اطمینان کا سبب ہوں ان کو اختیار کریں۔ کیونکہ یہ کام اگر کسی اور طرح کیا جائے گا تو بدامنی اور جھگڑے کا موجب ہوگا۔
(روح العالم)

لوگوں کے لئے بھی فرما رہے ہیں کہ وہ عظیم حکومت کے وفادار اور مطیع رہیں۔ ان کو لازم ہے کہ وہ قوم کے معاملات کو بہتر بنانے کے لئے تعلیمی وسائل اور نیک نمونہ کی قوت کو اپنا آلہ کار بنائیں۔ حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں: اہل بہار کو چاہئے کہ جس سلطنت کے زیر سایہ رہیں اس کی خیر خواہی کریں اور اس کے ساتھ صدق باور خلوص کا برتاؤ رکھیں اور اس کے مطیع رہیں۔
(بشارات)

”اے خدائی گروہ! اپنے وجود کو امانت اور دیانت کی پوشاک سے زینت دو۔ پھر اعمال اور اخلاق کے لشکروں سے اپنے پروردگار کی مدد کرو۔ ہم نے تم کو اپنی کتابوں، الواح صحیفوں اور کتبوں میں لڑائی جھگڑے اور فساد سے منع فرمایا ہے اور اس سے ہمارا مقصد کبیر مہاری سرفرازی اور سر بلندی کے اور کچھ نہیں ہے۔“
(اشرفیات)

تقرری و ترقی | کسی شخص کو کسی عہدے پر مقرر کرنے وقت اس عہدے کے لئے اس کی تقرری کا معیار اس کی اہلیت ہونی چاہئے اس ایک حقیقی مناسبت کے علاوہ اور رعایتیں مثلاً تفوق، معاشرتی یا مالی حالت، خاندانی لحاظ یا ٹھنی دوستی سب کی سب نظر انداز کر دینی چاہئے۔ اشرفیات میں حضرت بہار اللہ نے فرمایا ہے :-

اشراق پنجم۔ بادشاہوں کو چاہئے کہ اپنی رعایا اور حکام ماتحت کے حالات سے خبردار رہیں اور لوگوں کو عہدے سے ان کی لیاقت

اور قابلیت کے مطابق دیں۔ اس بات پر ہر ایک امیر اور بادشاہ
کا التعمات کرنا لازم ہے۔ تاکہ امین کی جگہ خائن اور گنہگار کی جگہ
کوئی ڈاکو غضب نہ کرے۔

ایک معمولی ساعز و حوضن یہ ظاہر کر دے گا کہ جب اس اصول کو سب مان
لیں گے اور اس پر عمل کرنے لگ جائیں گے تو ہماری معاشرتی زندگی میں ایک
حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوگی۔ جب ہر شخص کو صرف وہی کھدہ دیا جائے گا
جس کے لئے اس کی لیاقت اور قابلیت اسے مستحق ٹھہرائی ہیں تو وہ اپنے کام
کو دل لگا کر کرنے گا۔ اور اپنے کام میں ماہر ہو جائے گا۔ جس سے خود اس کو
اور تمام دنیا کو بے انتہا فائدہ پہنچے گا۔

اقتصادی مسائل | بیانی تعلیمات برٹے شد و مد سے امیر و غریب کے
اقتصادی تعلقات میں اصلاح کی ضرورت پر زور
دینی ہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں:-

حالات عوام کا بندوبست ایسا ہونا چاہئے کہ افلاس دنیا سے کم
ہو جائے اور ہر شخص جہاں تک ممکن ہو اپنے درجہ اور حالت کے
مطابق آرام و آسائش سے زندگی بسر کر سکے۔ ہم دنیا میں دیکھتے
ہیں کہ ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو دولت سے لڑے ہوئے
ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو فاقہ سے مر رہے ہیں
ایک تو وہ ہیں جو عالیشان محلات میں رہتے ہیں اور دوسرے وہ
ہیں جنہیں سر چھپانے کے لئے بھی جگہ میسر نہیں۔۔۔۔۔ معاملات کی
یہ حالت سراسر غلط ہے۔ اور اس کو درست کرنا لازمی ہے مگر وہ سب حالات کا
کام نہایت ہوشیاری سے کرنا چاہئے۔ یہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا کہ
سب لوگوں کو ایک سا کر دیا جائے۔ ایسی یکسانیت محض ایک خیالی اور وہی بات
ہے۔ یہ بالکل ناقابل عمل ہے۔ اگر یکسانیت قائم بھی کر لی جائے تو یہ زیادہ دیر تک

نہیں رہ سکتی۔ اگر اس کا وجود عالم امکان میں آگیا تو پھر دنیا کا نظام بالکل درہم برہم ہو جائے گا۔ خدا نے پیدایش انسان میں یہی مقدر فرمایا ہے..... ایک بڑی فوج کی طرح جی نوع انسان کو بھی جنرل، کپتانوں، درجہ بدرجہ ماتحت انسروں اور سپاہیوں کی ضرورت ہے جو اپنے اپنے معززہ فریضوں کو ادا کریں ایک مرتب نظام کے لئے درجات کا ہونا قطعی لازمی ہے۔ فوج میں سب کے سب جنرل ہی نہیں ہو سکتے۔ یا مرٹ کپتان ہی ہوں یا سب سپاہی ہی ہوں اور کوئی ان میں صاحب اختیار نہ ہو۔“

چونکہ بعض تو بحیثیت دولتمند ہیں اور دوسرے انسوناک حالت افلاس میں ہیں اس لئے ان معاملات کی درستگی کے لئے ایک نظام کا ہونا لازمی ہے۔ دولتمندی اور افلاس دونوں کی ایک حد مقرر کرنی لازمی ہے۔ افراط و تفریط دونوں بڑی ہیں..... جب ہم افلاس کو فاقہ کی حد تک پہنچا ہوا پاتے ہیں تو یہ امر اس بات کو یقینی بنا دیتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ظلم و ستم بھی ضرور موجود ہے۔ اقوام عالم کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ کو جوش و خروش سے اپنے ماتحت میں لیں اور وہ ان حالات کے بدلنے میں جن انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو چور چور کر دینے والی ہے اور ان کو مفلسی کا شکار بنا دے ہوئے ہے دیر نہ کریں۔

دولتمندوں کو لازم ہے کہ وہ اپنی بیشتر دولت میں سے کچھ دیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ اپنے دلوں کو نرم کریں اور ایک ترحم آمیز ذہنیت پیدا کریں اور ان بدقسمتوں کا خیال کریں۔ جو زندگی کی معمولی ضروریات کے بھی محتاج ہیں اس انتہائی دولتمندی اور انتہائی احتیاج کو دور کرنے کے لئے ایک خاص قانون بنایا جائے۔ ملکیتیں اس عدالتی قانون کی جو سب کے ساتھ برابر کا انصاف کرتا ہے پروردی کریں۔ جب تک یہ نہ ہوگا شریعتِ الہی کی اطاعت نہ ہوگی۔“

(پرس کے کچھ ڈاکٹریڈی، ڈنسر ایڈیشن صفحہ ۱۲۰)

دخل اور خرچ | حضرت عبداللہ بہار تجویز فرماتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے

ہر گاؤں یا ہر ضلع کے مالی معاملات کے انتظام کا اختیار اس کے اپنے ہاتھ میں ہو اور اس کو لازم ہے کہ وہ مرکزی حکومت کے اخراجات کے لئے مناسب حصہ ادا کرے۔ بھول کا سب سے بڑا ذریعہ تدریجی انکم ٹیکس (آمدنی پر بھول) ہونا چاہئے۔ اگر کسی شخص کی آمدنی اس کے ضروری اخراجات سے زائد نہیں ہوتی تو اس پر ٹیکس نہ لگایا جائے، مگر ان سب حالات میں جن میں آمدنی ضروری اخراجات سے زیادہ ہوتی ہو ٹیکس ضرور عائد کرنا چاہئے۔ اور جتنی فالتو آمدنی بڑھتی جائے اتنا ہی ٹیکس بھی بڑھاتے جانا چاہئے۔

دوسری طرف اگر ایک شخص بیماری، فصل کی خرابی یا اور کسی سبب سے جس پر اس کو اختیار نہیں اتنا نہیں کما سکتا جو اس کے سالانہ اخراجات ضروری کے لئے کافی ہو تو ایسے شخص کو جس قدر اس کی ضرورت ہو خزانہ سے دیدیا جائے۔

آمدنی کے اور بھی ذرائع ہونگے مثلاً لاوارث جائدادیں۔ کانیں۔ رے ہوئے خزانے اور بطیب خاطر دیئے ہوئے چنڈے، اخراجات میں ضعیفوں، یتیموں، سکولوں، گنگٹوں اور بہروں کی امداد اور صحت عامہ کی قائم رکھنے کی مددیں ہوں گی۔ اس طرح ہر ایک کی آسائش اور بہبودی کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے گا۔

خود اختیاری حصہ داری | پانڈار امن کے قیام کے لئے مرکزی تنظیم،

کے ادارے کے نام لوح میں جو

۱۹۱۹ء میں تخریر ہوئی حضرت عبداللہ بہار فرماتے ہیں :-

”حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک شخص اپنی جائداد میں دوسروں کو بھی بطیب خاطر حصہ دار بنائے۔ یہ خود اختیاری حصہ داری (قانونی) یکہ بانی ہے“

بڑھ کر ہے اور اس کی تہ میں یہ خیال کار فرما ہے کہ کوئی اپنے
 آپ کو دوسروں پر ترجیح نہ دے۔ بلکہ دوسروں کے لئے
 اپنے جان اور مال کو بھی منشار کر دے۔ مگر اس میں زبردستی
 سے ہرگز کام نہ لینا چاہئے کہ ایک قانون بنا دیا جائے اور
 لوگوں کو زبردستی اس کی اطاعت کرنی پڑے بلکہ ایسا ہو
 کہ انسان خود بخود بخوشی تمام اپنے مال و جان کو دوسروں کے
 تیار کرے اور اپنی مرضی سے غریب کے لئے خرچ کرے جس طرح
 ایران میں اہل بیتا کرتے ہیں۔

کام کرنا سب سے بڑا فرض ہے | اقتصادی مسئلہ کے متعلق حضرت بہاد اللہ
 کا ایک بہت ہی اہم حکم یہ ہے کہ ہر ایک کو
 کسی نہ کسی مفید کام میں مشغول ہونا چاہئے۔ معاشرتی اچھتہ میں گھنٹوں
 کی حاجت نہیں۔ ہیئت اجتماعیہ میں کوئی تندرست معنت خوردے نہ ہوں
 بشارت میں فرمایا ہے:-

”تم میں سے ہر ایک پر کسی نہ کسی صفت یا نہر کا جمل کرنا فرض
 ہے۔ تمہارا اس میں مشغول ہونا ہم نے خدا تعالیٰ کی عبادت
 کے برابر قرار دیا ہے۔ لوگو! خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کے
 الطاف پر غور کرو پھر صبح و شام اس کا شکر کرو۔
 اپنے وقت کو فضول شغلوں اور کسستی میں ضائع نہ کرو اور
 وہ کام کرو جس سے تمہیں بھی نفع پہنچے اور دوسروں کو بھی۔ اس
 لوح میں جس کے اُفق سے حکمت و بیان کا سورج چمکا رہا
 ایسا ہی حکم ہوا ہے۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ نفرت
 کے قابل وہ شخص ہے جو ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جائے اور دوسروں
 سے سوال کرے۔ سو تم اللہ پر جو سبب الاسباب ہے

بھروسہ کر کے اسباب کی رستی کو مضبوط پکڑ لو۔
 اہل دنیا سے تجارت کی کس قدر قوت صرفت ان لوگوں کی کوششوں کو
 توڑنے اور بے اثر کرنے میں صرف کیجانی ہے جو آپس میں تجارتی بینک
 و مقابلہ کرنے پر تھے رہتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر کس قدر قوت ان
 سے زیادہ نقصان وہ طریقوں میں لگ رہی ہے۔ اگر سب کو کام بل جائے
 اور سب کام کریں خواہ یہ کام دماغی ہو یا دستی۔ مگر حضرت بہار اللہ کے حکم
 کے مطابق بنی نوع انسان کو فائدہ دینے والا ہو تو صحت افزا۔ آرام دہ۔
 اور عزت بخش ضروریات زندگی کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ سب کے سب
 ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔ فقر و فاقہ بھنگدستی و افلاس۔ تجارتی غلامی و صحبت شکن
 محنت کا پھر کہیں نام بھی نہ رہے گا۔

دولت کے اخلاقی قوانین | بہانی تعلیمات کے مطابق دولت کا صحیح حصول
 اور اس کا صحیح استعمال دونوں قابل حسین

اور آبرو افزا ہیں۔ خدمت کا پورا پورا معاوضہ دینا فرض ہے۔ طرازات میں
 حضرت بہار اللہ نے فرمایا ہے۔

اہل بیابان کو چاہئے کہ وہ کسی کے حق کا انکار نہ کریں اور
 ارباب ہنر کا احترام کریں۔ سب سے انصاف
 سے بات کریں اور نعمت کی قدر کریں۔“

سود کے بارے میں آپ نے اشراقات میں فرمایا ہے۔
 ”اکثر آدمی اس حکم کے محتاج نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اگر سود درمیان میں نہ
 ہو تو لوگوں کے تمام کاروبار بند ہو جائیں۔۔۔۔۔ ایسے آدمی جو قرض حسنہ
 لے لیا قرض جو بلا سود کے دیا جائے اور جب مقروض کی مرضی ہو ادا کرے، سے
 دوسروں کی مدد کرتے ہوں کیا بے ہیں۔ لہذا ہم نے بندوں پر بہر بانی کے
 ارادہ سے منافع کو بھی مثل ان دیگر معاملات کے قرار دیا جو لوگوں میں رائج

ہیں..... یعنی اس وقت سے کہ یہ کھلا حکم مشیتِ الہی کے آسمان سے نازل ہوا روپے کا سود حلال۔ طیب اور پاک ہے..... لیکن اس حکم کی تعمیل انصاف و اعتدال کے ساتھ ہونی چاہئے، قلمِ اعلیٰ نے اس کی حد مقرر کرنے میں توقف کیا ہے۔ اور یہ خدا کی حکمت اور اس کی رحمت اپنے بندوں پر ہے، ہم خدا کے دوستوں کو عدل و انصاف اور ایسے کاموں کی وصیت کرتے ہیں جن سے اس کے دوستوں کی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحمت و شفقت ظاہر ہو۔..... ان باتوں کا جاری کرنا بیتِ عدل کے ممبروں کے ذمہ ڈالا گیا ہے تاکہ وہ وقت کی ضروریات کے مطابق اور دانائی کے ساتھ عمل کریں۔“

تجارتی غلامی کی نہی | کتابِ اقدس میں غلامی کو بالکل منع فرمایا ہے حضرت عبدالہبیار اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ نہ صرف بیت انسانی غلامی ہی بلکہ تجارتی غلامی بھی شریعتِ الہی کے خلاف ہے۔ ۱۹۱۲ء میں جب آپ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تشریف فرما تھے تو آپ نے امریکہ کے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا:-

”۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۵ء کے درمیانی عرصہ میں تم نے ایک حیرت انگیز بات کی۔ یعنی تم نے انسانی غلامی کو بالکل اٹھا دیا۔ مگر اس وقت تم کو اس سے بڑھکر حیرت انگیز بات کرنی چاہی یعنی تمہیں چاہئے کہ تم تجارتی غلامی کو بھی مٹا دو۔..... اقتصادی مشکلات سرمایہ داروں اور مزدوروں کی باہمی آویزش سے حل نہ ہونگی۔ فساد و نزاع سے نہ مٹیں گی۔ بلکہ جانہن کے درمیان ایک ایسی فضا پیدا کرنے سے دور ہو چکی جس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کا دم برضا و رغبت بھرے۔ تب حالات کی حقیقی اور پائیدار یکساںیت حاصل ہوگی..... اہل بہار نہ تو کوئی جبری

ظلم آمیز اور ناجائز حرکتیں کرتے ہیں نہ وہ باغیانہ مطالبات کرتے اور نہ موجودہ حکومتوں کے خلاف انقلاب آفرین بغاوتیں برپا کرتے ہیں..... زمانہ آرہا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی گاڑھی محنت سے دولت جمع نہ کر سکیں گے۔ دولت مند برصنا و رغبت اپنی دولت کو بانٹا کرینگے۔ وہ آہستہ آہستہ فطرت کے طریقہ سے برضا و رغبت اس کام کو کرینگے۔ خونریزی اور جنگ و جدل سے یہ معاملہ کبھی طے نہ ہوگا۔

دستار ادت دی دلیٹ جلد ۷ نمبر ۵ صفحہ ۱۴۷

دوستانہ مشورت۔ باہمی امداد۔ محضقانہ شرکت اور منافع یعنی حصہ داری ہی کی سرمایہ داروں اور مزدوروں کے مفاد کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ ہڑتالیں اور در بندیاں نہ صرف ان حرفتوں کے لئے ہی نقصان دہ ہیں جن پر ان کا فوری اثر پڑتا ہے بلکہ تمام قوم کے لئے خرابی کا باعث ہیں۔ اس لئے یہ تمام حکومتوں کا فرض اولین ہے کہ وہ ایسے وسائل پیدا کریں جن سے جھگڑوں کے فیصلہ کرنے کے ایسے وحشیانہ طریقے نیست و نابود ہو جائیں۔ ۱۹۱۲ء میں تیوہیمپٹانز کے شہر ڈبلن میں حضرت عبدالبہار نے فرمایا۔

اب میں تمہیں شریعت اللہ کے بارے میں کچھ بتانا ہوں۔ خدائی قانون کے مطابق کام کرنے والوں کو صرف ان کی مزدوری پر ہی نہ رکھا جائے بلکہ ان کو ہر کام میں حصہ دار بنانا چاہئے۔ معاشرتی سوال بہت پیڑھا ہے۔ یہ مزدوری کے لئے ہڑتالیں کرنے سے حل نہ ہوگا۔ دنیا کی تمام حکومتوں کو متحد ہو کر ایک مجلس قائم کرنی چاہئے۔ اس مجلس کے ممبر پارلیمنٹوں اور شرفائے قوم سے چنے جائیں ان ممبروں کا فرض ہو کہ وہ دانائی و قوت سے کوئی ایسی سچو نہ سوچیں جس سے نہ تو سرمایہ داروں کو بہت بڑا نقصان ہو اور نہ مزدور

ہی محتاج رہیں۔ وہ یہ قانون نہایت اعتدال کے ساتھ بنائیں اور پھر عام طور سے اس کی منادی کر دیں کہ کام کرنے والوں اور سرمایہ داروں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جائے گی جب طرفین کی رضا و رغبت کے ساتھ یہ قانون نافذ کر دیا جائے تو اگر کوئی ہڑتال واقع ہو تو سب حکومتیں متحد ہو کر اس کی روک تھام کریں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو معاملہ خصوصاً یورپ میں بہت تباہی برپا کرے گا۔ خوفناک واقعات ظہور پذیر ہونگے۔ طلب عالمگیر یورپین جنگ کے اسباب میں سے یہ ایک حل مسئلہ بھی ہو گا کہ مالکان جائداد و کارخانجات کو چاہئے کہ علاوہ مزدوری دینے کے وہ اپنے کارکنوں کو اپنی آمدنی میں حصہ دار بنائیں اور اپنے منافع سے ایک خاصہ حصہ اپنی مزدوروں کو دیں تاکہ کارکن اپنی مزدوری کے علاوہ کارخانہ کی عام آمدنی سے بھی کچھ حصہ لے سکیں اور اس طرح اپنے کام کو جان و دل سے کریں۔ رستار ادت دی ویٹ جلد ۱ نمبر ۱ ص ۱۶۹

وصیت و میراث | حضرت بہار اللہ کا حکم ہے کہ ہر شخص آزاد ہے۔ کہ وہ جس طرح چاہے اپنی حیات میں اپنے مال کو تقسیم کرے اور یہ ہر شخص پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ ایک وصیت لکھے اور اس میں تحریر کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جائداد کو کس طرح تقسیم کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص بغیر وصیت کے مر جائے تو اس کی جائداد کی قیمت کا اندازہ لگا کر مقررہ حصوں میں سات ششم کے وارثوں یعنی بچے بیوی یا خاوند۔ باپ۔ ماں۔ بھائیوں۔ بہنوں اور سٹادوں کے درمیان تقسیم کر دینا چاہئے۔ ان ورثاء میں سے ہر ایک کا حصہ درجہ بدرجہ رکھا گیا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی وارث نہ ہو تو اس کا حصہ بیت المال میں جمع

ہو جائے گا تاکہ وہ ناداروں - یتیموں - بیواؤں یا اور رفاہ عام کے کاموں میں خرچ کیا جائے۔ اگر مرنے والا بالکل ہی لاوارث ہو تو اس کی کل جائداد بیت المال میں جمع ہو جائے گی۔

شریعت پہاڑیہ میں کوئی قانون ایسا نہیں جو کسی کو اپنی جائداد اگر وہ چاہے تو کسی ایک شخص کے نام چھوڑ جانے سے روکتا ہو مگر اہل بیت، نطفہ اس نمونہ کے زیر اثر اپنی وصیتیں لکھینگے۔ جو عدل نے انہیں لاوارث جائدادوں کی حالت میں فیصد کر کے بتایا ہے اور جس کے ذریعہ جائداد ورثا کی ایک بہت بڑی تعداد میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

مرد و عورت کی مساوات | معاشرتی اصولوں میں سے ایک اصول جس کو حضرت بہاء اللہ نے بہت اہمیت

دی ہے یہ ہے کہ عورت کو مرد کے برابر خیال کرنا چاہئے اور انہیں برابر کے حقوق و رعایتیں ایک سی تعلیم اور یکساں موقعے ملنے چاہئیں۔

وہ بڑا ذریعہ جس کے وسیلے آپ عورتوں کی آزادی کو عرصہ شہود میں لانا چاہتے ہیں عالمگیر تعلیم ہے۔ لڑکیوں کو بھی ایسی ہی اعلیٰ تعلیم ملنی چاہئے جیسی لڑکوں کو دی جاتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت پہاڑیہ میں لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی تعلیم سے زیادہ ضروری تھی گئی ہے۔ کیونکہ اپنے وقت پر یہ لڑکیاں ناپس نہیں تھیں۔ اور نئی پود کی یہ اولین معلمہ ہونگی۔ بچے بہتر اور نازک شاخوں کی مانند ہیں۔ اگر شروع کی تربیت درست ہے تو وہ سیدھے بڑھتے ہیں۔ پر اگر یہ غلط ہے تو وہ ٹیڑھے بڑھے ہوتے ہیں اور زندگی بھر وہ اوائل عمر کی تعلیم کے زیر اثر رہتے ہیں۔ اس لئے یہ کس قدر اہم ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم عمدہ اور حکمت و دانائی کے ساتھ کی جائے۔

مغربی سفروں میں حضرت عبدالبہتار کو اس موضوع پر بار بار بہت سی تعلیمات کے بیان کرنے کا موقع ہوا۔ جنوری ۱۹۱۲ء کو لندن میں آزادی نسوان

کی لیگ کے ایک جلسہ میں آپ نے فرمایا :-
 " نوع انسان ایک پرندہ کی مانند ہے۔ جس کے دو بازو ہوتے ہیں۔
 ایک بازو مرد ہے اور دوسرا عورت۔ جب تک دونوں بازو مضبوط نہ ہونگے
 اور ایک متحدہ کوشش سے نہ پلانے جائینگے پرندہ آسمان کی طرف اڑ نہیں
 سکتا۔ اس زمانہ کی فضا کے مطابق عورتوں کے لئے آگے بڑھنا اور زندگی
 کے تمام شعبوں میں مردوں کے برابر ہو کر کام کرنا ضروری ہے ان کو مردوں
 کے برابر ہونا چاہئے اور انہیں مردوں کے برابر حقوق ملنے چاہئیں۔ یہ
 میری تڑپ سے دعا ہے اور حضرت پیار اللہ کے بنیادی اصولوں میں سے
 ایک اصول ہے۔

بعض سائنس دانوں نے یہ کہا ہے کہ مرد کا دماغ عورت کے دماغ
 سے وزنی ہوتا ہے اور اس کی بنا پر یہ لوگ مرد کو عورت پر فوقیت رکھنے کے
 مدعی ہیں۔ پر جب ہم مشاہدہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایشیائی
 ایسے ہیں جن کے ستر بہت چھوٹے ہیں۔ ان کے دماغ بھی اس لئے ضرور
 چھوٹے ہونگے مگر ان کی فہم اور عقل بہت بڑی ہوتی ہے۔ اسی طرح بہت سے
 بڑے سروالے اشخاص ہیں جن کے دماغ ضرور وزنی ہونگے مگر وہ احمق اور
 بوقوت ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ دماغ کا وزن فہم و فوقیت کے لئے کوئی
 معیار نہیں۔

جب مرد اپنی فوقیت کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتے ہیں کہ عورتوں
 اتنے بڑے بڑے کام نہیں کئے جو مردوں نے کئے تھے تو وہ ایک
 بوجی دلیل پیش کرتے ہیں جو تاریخ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر انہیں تاریخ
 سے اطلاع ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ زمانہ ماضی میں بھی بہت سی عورتیں ہوتی
 ہیں جنہوں نے بہت بڑے بڑے کام کئے اور زمانہ حال میں بھی بہت سی
 عورتیں ہیں جو اس وقت بڑے بڑے کام کر رہی ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبدالہیبار نے زونبیا اور زمانہ ماصنی کی دیگر بڑی بڑی عورتوں کے کارہائے نمایاں بیان فرمائے اور آخر میں مریم مگد لینی کی جو اپنے ایمان میں اس وقت بھی راسخ رہی جب دوسرے رسولوں کے ایمان مستزلزل ہو رہے تھے، تعریف و تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارے زمانے کی عورتوں میں حضرت قرۃ العین ہیں جو ایک مسلمان عالم کی دہشت برہن تھیں۔ حضرت بابا کے ظہور کے وقت آپ نے ایسی ہمت اور قدرت دکھائی کہ جو آپ کی تقریر سننا وہ حیرت سے انگشت بدندان ہو جاتا۔ ایرانیوں کی قدیم رسم کے باوجود آپ نے پردے کو ترک کر دیا اور اگرچہ مردوں کے ساتھ بات چیت کرنا خلافِ ادب سمجھا جاتا تھا، یہ شیرویل خاتون بڑے سے بڑے جید علماء کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتی اور ہر مجلس میں انہیں نیچا دکھاتی۔ حکومتِ ایران نے آپ کو گرفتار کر لیا اور گھبوں میں آپ پر پتھر پھینکے گئے۔ کفر کا فتویٰ لگا کر شہرِ بٹہر جلا وطن کیا گیا۔ موت کی دھمکی دی گئی۔ مگر آپ نے اپنی بہنوں کو آزادی دلانے کا جو ارادہ کر لیا تھا اس میں ذرا بھی متزلزل نہ ہوئیں۔ آپ نے نہایت صبر کے ساتھ ظلم و ستم سہے۔ قید میں بھی آپ بہنوں کو اپنا بھتیجا بنانے میں کامیاب ہوئیں۔ ایک ایرانی وزیر کو جس کے گھر میں آپ مقید تھیں آپ نے فرمایا: ”تم مجھے جس قدر جلد چاہو موت کے گھاٹ اتار سکتے ہو۔ مگر تم آزادی نسوان کو نہیں مٹا سکتے“ آخر کار آپ کی دکھ بھری زندگی کا وقت قریب لگا۔ ظالم آپ کو ایک باغ میں لے گئے۔ اور وہاں گلاب گھونٹ کر آپ کا کام تمام کیا۔ مگر مرنے کے دن آپ نے اپنی بہترین پوشاک پہنی۔ مگر یا آپ کسی برات کے ساتھ شرکت فرمانے کے لئے جا رہی ہیں۔ آپ نے ایسی بہادری اور خندہ پیشانی سے جان دی کہ جس نے آپ کو دیکھا وہ حیرت و استعجاب سے کانپ اٹھا۔ آج بھی ایران میں ان ہا کے درمیان ایسی خواتین ہیں جو ہمت کی دھنی اور ایک اعلیٰ بصیرت و عقل

کی مالک ہیں۔ وہ بہت فصیح البیان ہیں اور لوگوں کی بڑی بڑی مجالس میں تقریریں کرتی ہیں۔

نوع انسان کی تکمیل کے لئے عورتوں کو چاہئے کہ وہ ترقی کرتی جائیں اور سائنس، علم ادب اور علم تاریخ میں اپنے علم کو وسیع کریں۔ وہ زمانہ دور نہیں جب ان کے حقوق ان کو مل جاتے تھے۔ مردوں کو معلوم ہو جائیگا کہ عورتیں جو پیش و خروش اور سکون و دبدبہ سے کام کر رہی ہیں۔ معاشرتی اور سیاسی زندگی کو بڑھا رہی ہیں۔ جنگ کے خلاف ہیں اور آزادی اور یکساں حالت کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ میں تمہیں زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تب تمہاری پیشانیاں دائمی عزت کے تاج سے جگمگائیں گی۔

خواتین اور نیا دور | جب معاشرتی معاملات میں عورت کے نقطہ نظر کو جیسی کہ چاہئے توجہ دی جائے گی اور عورت کو خیالات

کے اظہار کے لئے آزادی مل جائے گی تو ہمیں امید ہے کہ ان معاملات کو جن کے ساتھ۔ د کے قدیم زمانہ تفوق میں بہت شدت کے ساتھ بے پردائی برتی گئی تھی بہت بڑا فروغ ہو گا۔ یعنی صحت۔ میانہ روی۔ امن اور انفرادی زندگی کا لحاظ وغیرہ وغیرہ معاملات پر پوری توجہ دیکھائے گی اور ان باتوں میں پیشروی بہت موثر اور منفعت بخش نتائج کا باعث ہوگی۔ حضرت عبداللہ بہار فرماتے ہیں:-

”پہلے زمانوں میں دنیا میں تشدد کا دور دورہ تھا اور مردانیت پر اپنی جسمانی طاقت اور دماغی زبردستی کے سبب حکمران رہا۔ مگر اب پائنتھ بلٹ رہا ہے۔ تشدد کا زور کم ہو رہا ہے اور دماغی چستی اور ذکاوت اور روحانی صفات محبت و خدمت جس میں عورت کو فوقیت حاصل ہے فتح پاتی جا رہی ہیں۔ اس لئے نئے دور میں مردانہ چہرہ و ستیاں کم ہونگی اور عورت کے اصولوں کا

بول بالا ہوگا۔ یا یوں کہیں کہ نیا دور ایک ایسا وفد ہوگا جس میں
مذہب کے دونوں مردانہ اور زنانہ پہلو برابر کے چمکتے ہوئے ہوں گے۔

(مستار اوقات دی ویٹ جلد ۸ نمبر ۳ صفحہ ۴۳)

تشد و آمیز طریقوں کی ممانعت | حضرت بہار اللہ میں طرح اور معاملات

میں اپنے پیروؤں کو سینہ زدوری اور
جوش آمیز طریقوں کے برتنے سے منع فرماتے ہیں اسی طرح عورتوں کی آزادی
کے معاملہ میں بھی زبردستی کرنے سے روکتے ہیں۔ ایران، مصر اور شام کی
بہائی خواتین نے معاشرتی اصلاح کے بہائی طریقہ کی ایک بہت اعلیٰ مثال
قائم کی ہے۔ ان ملکوں میں مسلمان عورتیں جب گھر سے باہر جاتی ہیں تو اپنے
چہروں پر برقعہ یا نقاب ڈال کر جاتی ہیں۔ حضرت باب نے اشارہ فرمایا تھا
کہ نئے دور میں عورتیں اس ناگوار دباؤ سے آزاد کر دی جائیں گی۔ مگر حضرت
بہار اللہ نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ اگر کوئی اہم اخلاقی سوال درمیان نہ ہو
تو وہ مروجہ رسوم کا لحاظ رکھیں حتیٰ کہ لوگ آگاہ ہو جائیں ورنہ وہ اپنے عیسائیوں
کے ہدیت طعن و تشنیع ہونگے اور نفرت کی دشمنی اور مخالفت بھڑکانے والے
نہیں گے۔ اسی لئے بہائی خواتین حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ پردہ کی دنیاوی
رسم وانا اور آگاہ لوگوں کے لئے بیکار اور تکلیف دہ ہے خاموشی سے اس
زحمت کو برداشت کرتی ہیں تاکہ وہ پردہ کی رسم کو ہٹا کر مذہبی دیوانگی کے
جوش اور کینہ و مخالفت کے طوفان کو بھڑکانے کا موجب نہ ہوں۔ رسم و رواج
کا یہ لحاظ کسی خوف کے سبب نہیں بلکہ اس یقین پر مبنی ہے جو وہ تربیت
و تعلیم کی قوت اور حقیقی دین کی حیات افزا اور گایا پلٹ طاقت پر رکھتی ہیں۔
ان ملک میں رہنے والے بہائی اپنے قومی کو اپنے بچوں اور خصوصاً
لڑکیوں کی تربیت اور بہائی اصولوں کی پیشرفت پر صرف کر رہے ہیں کیونکہ
انہیں یہ کابل یقین ہے کہ جوں جوں نئی روحانی زندگی بڑھ کر لوگوں میں پھیلتی

جائے گی۔ دنیاوی رسوم اور تعصبات رفتہ رفتہ مٹتے جائیں گے بعینہ اسی طرح جس طرح موسم بہار میں جب پتے اور پھول آفتاب کی حرارت میں چھوٹتے اور پھلتے ہیں تو شکوفے کے کھڑے پھل جھڑ جاتے ہیں۔

تعلیم یعنی انسانوں کی ہدایت اور ان کی باطنی صفات کی ترقی و ترقی جب سے دنیا بنی ہے انبیائے کرام کا اعلیٰ ترین مقصد رہی ہے اور امر بہائی میں تعلیم کی اہمیت اور اس کے لامحدود امکانات کا نہایت صریح اور واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ہے۔ بہائی تمدن میں معلم ایک زبردست ذریعہ ہے اور اس کا کام انسانی آرزوؤں اور مقاصد کا اعلیٰ دار و مدار ہے۔ تعلیم ان کے پیٹ سے شروع ہوتی ہے اور جس طرح انسانی زندگی کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح اس کی بھی کوئی حد نہیں۔ یہ شایستہ بود و باش کے لئے لازم اور اجتماعی و انفرادی بہبودی کی بنیاد ہے۔ جب صحیح طریقوں پر تعلیم دینے والے کا رواج عام ہو جائے گا تو نوع بشر کی کاپی لپٹ جائے گی اور دنیا فروغ بریں بن جائے گی۔

اس وقت صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ شخص کا وجود عنقا کی مانند ہے کیونکہ ہر شخص مجھوٹے تعصبات، غلط اصول، اُسے خیالات اور بُری عادت کا مظہر ہے جو بچپن ہی سے کوٹ کوٹ کر اس میں بھر دینے گئے ہیں۔ بہت ہی کم شخص ایسے ہونگے جنہیں بچپن ہی سے یہ سکھا یا گیا ہو گا کہ وہ اپنے خدا کو اپنے سارے دل سے پیار کریں۔ اپنی زندگی کو اس کے لئے وقف کر دیں، انسانوں کی خدمت کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد اعظم سمجھیں اور اپنے قویٰ کو بہترین طریقہ سے ترقی دیں تاکہ انہیں رفاہ عام کے لئے صرف کر سکیں، حالانکہ بلا شک و شبہ یہ باتیں ایک عمدہ تعلیم کے لازمی عنصر ہیں، حساب، صرف، نحو، جغرافیہ اور علم ادب وغیرہ کی باتوں کو یاد کر لینا شریف اور کارآمد ہستیاں پیدا کرنے کے لئے سبباً بالکل بے کار ہے۔ حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں

کہ تعلیم عام ہونی چاہئے۔ اشرفیات میں فرمایا ہے :-
 تعلیم اعلیٰ ہر ایک کو بچوں کی تعلیم و تربیت کا حکم دیتا ہے۔ اس بارہ میں یہ آیتیں کتاب الہی میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جبکہ ہم نے قید خانہ میں قدم رکھا تھا۔ ہر ایک باپ پر فرض ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کو لکھائے پڑھائے اور ان باتوں کی تعلیم و تلقین کرے جن کا حکم الواح میں دیا گیا ہے اور جو شخص اس حکم کی جس کی تعمیل ہر شخص پر فرض کی گئی ہے بجا آوری میں کوتاہی کرے تو بیت العدل کے ممبروں کا فرض ہے کہ اگر وہ شخص مالدار ہے تو اس سے اتنا روپیہ وصول کر لیں جتنا اس کے بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہو۔ ورنہ ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام بیت العدل کے ذمہ ہے۔ بیشک ہم نے بیت العدل کو فقراء اور مسکینوں کا جائے پناہ بنایا ہے۔
 جس شخص نے اپنے بچے یا کسی اور کے بچے کی تربیت کی اس نے گویا میرے بچے کی تربیت کی، اس پر میری عنایت و ہرمانی اور رحمت جو تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔

نوح العالم میں فرمایا ہے :-

مرو اور عورتیں جو کچھ تجارت یا کھیتی یا اور کسی کام میں پیدا کریں۔ اس کا ایک حصہ کسی امانت دار کے پاس اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے رکھوادیں۔ اور اس پونجی کو بچوں کی لکھائی پڑھائی میں بیت العدل کے وکیلوں کی صلاح سے لگایا جائے۔

فطرت کے جہلی اختلافات | بہائی نقطہ خیال کے مطابق بچے کی فطرت کوئی بوم کی طرح نہیں ہے کہ اسے استاد اپنی مرضی کے مطابق جس شکل و صورت میں چاہے ڈھالے

نہیں بلکہ ہر ایک بچہ شروع ہی سے ایک تعدادِ حُصُلّت اور شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ جس کی بہترین تربیت ایک خاص طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ یہ طریقہ ہر حالت میں جداگانہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی دو شخص ایسے نہ پائیں جن کی قابلیت اور لیاقت ایک ہی قسم کی ہو اور حقیقی معنوں میں اس بات پر زور نہ دیکھا کہ دو فطرتوں کو زبردستی ایک ہی سانچے میں ڈھالا جائے اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کسی فطرت کو بھی کسی ایک سانچہ میں زبردستی ڈھالنے کی کوشش نہ کرے گا۔ وہ تو خواستہ فطرت کے بڑھتے ہوئے قوی کی موڈ بانہ نگہ رانی کریگا ان کی ہمت افزائی اور حفاظت کرے گا۔ اور انہیں جس قدر غذا اور امداد کی ضرورت ہے یہم پہنچائے گا۔ اس کا کام بعینہ اس مالک کی طرح ہے جس کی تحویل میں مختلف قسم کے پودوں کی نگرانی ہو۔ ایک پودے کو تو سخت دھوپ کی ضرورت ہے۔ دوسرے کو ٹھنڈے سایے کی حاجت ہے۔ ایک پانی کے کنارے پھلتا پھوٹتا ہے اور دوسرا چٹیل پہاڑ کی چوٹی پر اگتا ہے اور ہمدان چڑھتا ہے۔ ایک تو ریگستان میں سرسبز ہوتا ہے اور دوسرا چکنی مٹی میں پنپتا ہے۔ ہر ایک کی ضروریات مناسب طور سے بہم پہنچانی چاہئے۔ ورنہ اس کی خوبیاں کبھی پورے طور سے ظاہر نہ ہونگی۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں :-

انہیائے کرام اس بات کو مانتے ہیں کہ تعلیم و تربیت افراد پر بہت بڑا اثر ڈالتی ہے۔ مگر وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عقل و ذہن فطرتاً علیحدہ علیحدہ نہیں۔ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک ہی عمر ایک ہی وطن ایک ہی نسل بلکہ ایک ہی خاندان کے بچوں کی عقل اور ان کے ذہن حالانکہ وہ ایک ہی نسل سے زیر تربیت ہوتے ہیں مختلف ہوتے ہیں۔ حزل کو کیسا بھی جلا کر بچھا کر موفی نہیں بن سکتا۔ سیاہ پتھر جہاں افزودہ ہیرا نہیں ہو سکتا۔ خاردار تہاڑی خواہ اس کی کیسی ہی تربیت کیوں کی جائے شجرہ مبارکہ نہیں بنتی۔

تربیت انسانی جوہر کی فطرتی مصلحت کو نہیں بدل سکتی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ تربیت کا اثر عجیب و غریب ہوتا ہے۔ اس موثر قوت کے ذریعے انسانی حقیقت کی جو طاقتیں اور خوبیاں مخفی ہوتی ہیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔“

(دواح عبداللہ، انگریزی) جلد ۳ صفحہ ۷۷، ۷۸

تربیت سیرت | تعلیم میں سب سے اہم امر سیرت کی تربیت ہے۔ اس کے لئے پند و نصیحت سے نظیر باندھنا اور نمونہ بنکر دکھانا زیادہ موثر ہے۔ اس لئے بچے کے والدین، معلمین اور ساتھیوں کے چال چلن بہت اہم اثر رکھتے ہیں۔ انبیاء سے اہی نوع انسان کے اولین معلم ہیں۔ اور جو نبی مجتہد سمجھنے کے لائق ہو جائے تو ان کی نصیحتیں اور ان کی زندگی کی کہانی ان کے دل میں ڈالنی چاہئیں۔ معلم اعلیٰ حضرت بہار اللہ کا کلام خاص طور پر اہم ہے۔ کیونکہ آپ نے وہ بنیادی اصول نازل فرمائے ہیں جس پر دنیا کا آئندہ تمدن تعمیر ہوگا، فرمایا ہے:-

”اپنے بچوں کو وہ (کلام) پڑھاؤ جو قلم اعلیٰ سے نازل ہوا ہے۔ اور انہیں اس بات کی تعلیم دو جو آسمانِ عظمت و قوت کی آڑی ہے۔ انہیں پروردگار رحمن کی اواح حفظ کراؤ تاکہ وہ شری آواز سے مشرق الاذکار میں انہیں پڑھیں۔“

(رسٹار ادب دی ولیٹ جلد ۹ نمبر ۷ صفحہ ۸۱)

ہنر، علوم اور دستکاری | علوم و ہنر اور صنعت و حرفت کی تعلیم و تربیت حضرت بہار اللہ نے نہایت ضروری قرار دی ہے۔

تعمیرات میں آپ نے فرمایا ہے:-

علم وجود انسان کے لئے بہتر از بازو اور ترقی کے لئے زمینہ کی مانند ہے۔ اس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔ لیکن علم سے مراد وہ علوم ہیں جن سے دنیا کو نفع پہنچے نہ وہ علوم جو صرف الفاظ کی

شروع ہوتے اور الفاظ پر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ دنیا پر علم و ہنر والوں کا بڑا حق ہے..... کچھ شک نہیں کہ انسان کے لئے اس کا علم حقیقی خزانہ ہے۔ انسان کی عزت و فخرت و آسائش و راحت اور خوشی و خرمی کا ذریعہ علم ہی ہے۔

مجرموں کے ساتھ صحیح سلوک پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ہے:-

” سب سے ضروری بات یہ ہے کہ لوگوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ جرم واقع ہی نہ ہو۔ کیونکہ لوگوں کی ایسی تربیت ممکن ہے کہ وہ ارتکابِ جرم سے اتنا ڈریں اور ایسا پرہیز کریں کہ جرم کا مرتکب ہونا ہی ان کے نزدیک ایک بڑا دکھ اور عذاب و سزا ہو۔ لہذا کوئی جرم ہی سرزد نہ ہوگا جس میں سزا دینے کی ضرورت ہو..... اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم و ستم اور تعدی کرے اور شخص مقابل بھی ویسا ہی اس کے ساتھ کرے تو یہ انتقام ہوگا اور انتقام منع و مذموم ہے۔ اگر زید عمر کے بیٹے کو مار دے غم کا کوئی حق نہیں کہ وہ زید کے بیٹے کو مار دے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ انتقام ہوگا۔ اور انتقام بہت مذموم ہے۔ بلکہ اس کو لازم ہے کہ اس کے برعکس عمل کرے۔ معاف کر دے۔ بلکہ اگر کر سکے تو ظالم کی مدد کرے۔ ایسا کرنا انسان کے لئے سزاوار ہے۔ کیونکہ انتقام سے اسے کیا حاصل ہوگا؟ دونوں عمل ایک سے ہیں۔ اگر برے ہیں تو دونوں برے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک پہلے کیا گیا تھا اور دوسرا بعد میں۔ مگر ہیئت اجتماعیہ کو محافظت اور مدافعت دونوں حق حاصل ہیں۔ کیونکہ ہیئت اجتماعیہ کو نہ تو قاتل کے ساتھ کوئی بغض ہے اور نہ کوئی عداوت۔ صرف دوسروں کی حفاظت کے لئے قاتل کو

قبیلہ کرتی یا سزا دیتی ہے۔ حضرت مسیح نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی شیے
 دہنے گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسرا بھی اُس کی طرف کر دے۔ اس سے آپ کا
 مقصد لوگوں کی تربیت کرنا تھا کہ وہ انتقام نہ لیں۔ آپ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ اگر
 ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں گھس آئے اور سب بکریوں کو بھاڑ کھانا چاہے
 تو اس بھیڑیے کی اعانت کی جائے۔ نہیں بلکہ اگر حضرت مسیح دیکھتے کہ بھیڑیا بکریوں
 کے ریوڑ میں گھس آیا ہے اور سب بکریوں کو بھاڑ دینا چاہتا ہے تو آپ ضرور اس
 بھیڑیے کی روک تھام کرتے

قوامِ ہنیتِ اجتماعیہ عدل سے۔ عفو نہیں۔ پس عفو و بخشش سے حضرت
 مسیح کا مقصد یہ نہ تھا کہ اگر اقوامِ دیگر تم پر چڑھائی کریں۔ تمہارے گھروں کو جلائیں
 تمہارے مال و متاع کو غارت کریں۔ تمہارے اہل و عیال و اولاد پر ظلم کریں
 اور تمہاری عزت پر ڈاکہ ڈالیں تو اس سنگار شکر کے سامنے تم خاموشی کر
 کر تسلیم خم کر دو۔ تاکہ جو ظلم و تعدی وہ چاہیں کریں۔ نہیں۔ حضرت مسیح کے الفاظ کی
 مراد یہ ہے کہ اگر دو شخصوں کے درمیان کوئی معاملہ ہو جائے تو ان کو ایک دوسرے
 کے ساتھ کیا کرتا چاہئے۔ یعنی اگر ایک شخص دوسرے پر ظلم کرے تو مظلوم کے
 لئے لازم ہے کہ وہ معاف کر دے۔ مگر ہنیتِ اجتماعیہ کا فرض ہے کہ وہ انفرادی
 حقوق کی محافظت کرے۔ ایک ہانت باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ
 ہنیتِ اجتماعیہ دن اور رات لگاتار سزا کے قوانین بنانے میں مصروف اور
 قصاص کے آلات و وسائل میں مہمگم ہے۔ قبیلہ فاس نے تعمیر کرائے ہیں۔ زنجیریں
 اور پٹریاں بنوائے ہیں۔ ٹکڑے بدر اور جلاوطن کرنے کے مقامات کا انتظام کرتے
 ہیں اور طرح طرح کی مشقتیں اور مصیبتیں ایجاد کرتے ہیں تاکہ ان وسائل سے
 مجرموں کی تربیت کریں۔ حالانکہ یہ وسائل اخلاق کے بگڑنے اور چال چلن کے
 خراب ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔ ہنیتِ اجتماعیہ کو تو چاہئے کہ اس کے برعکس
 وہ دن رات کوشش کرے اور اپنی ساری ہمت اس پر لگائے کہ لوگ تربیت

پائیں۔ روز بروز ترقی کریں اور علوم و معارف میں بڑھتے جائیں۔ فضائل سیکھیں اور آداب حاصل کریں۔ جرم و درندگی سے پرہیز کریں۔ تاکہ جرم و قبح ہی نہ ہو۔“
(مفاد ضلالت عبدالہیاء پہلی ایڈیشن صفحہ ۲۰۰ سے ۳۱۲)

اخبارات کا اثر | اخبارات کی اہمیت بشرطیکہ وہ صحیح طریقوں پر چلنے سے
جائیں حضرت بہار اللہ نے علم کے پھیلائے لوگوں کی
تربیت کرنے اور تمدن کا ایک زبردست ذریعہ ہونے کے طور پر پوری طرح
سے مافی سرے، طرازات میں فرمایا ہے :-

” آج زمین کے بھید آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ اور اخبارات کے
اوراق ہر طرف سے منتشر ہو رہے ہیں۔ اخبار حقیقت میں جہان کا
آئینہ ہیں۔ جو مختلف قوموں کے اعمال و افعال دکھاتے بھی ہیں اور
سنواتے بھی ہیں۔ اور اخبار ایک ایسا آئینہ ہے جو کان۔ آنکھ۔ زبان
سب کچھ رکھتا ہے اور ایک عجیب اور بڑی چیز ہے۔ لیکن لکھنے
والے کو یہ مناسب ہے کہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشوں سے
پاک اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ ہو۔ اور واقعات
کی حتی المقدور تفتیش کرے تاکہ ان کی حقیقت سے آگاہ ہو کر
لکھے۔ اس مظلوم کے بارے میں جو کچھ لوگوں نے ذکر کیا ہے
اس کا اکثر حصہ خلافت و ائمہ اور جھوٹ ہے۔ نیک اور سچ بات
مرتبہ اور شان کی بلندی میں اس آفتاب کی مانند ہے جو دانش
کے آفاق سے طلوع ہوا ہے۔“

دسواں باب

طریق امن

اس میں شک نہیں کہ یہ عہدہ آج کے دن دنیا کو نئی زندگی دیتے اور اس کے تمام بسنے والوں کو متحد کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہوتا ہے اور تو عنقریب دنیا کو پیچ توح جنتِ ابھی دیکھے گا۔

حضرت بہاء اللہ (روح رئیس)

اختلاف بقابلہ اتحاد | گذشتہ صدی کے دوران میں دل سانس نے نباتات و حیوانات کے درمیان تنازع بقا اور انسانی حیات کی معاشرتی پیچیدگیوں کے مسائل میں بہت کچھ چھان بین کی ہے۔ ان میں سے اکثر اشخاص نے اس اصول کو اپنی ہدایت کا وسیلہ بنایا جو فطرت کے ادنیٰ درجات میں رائج ہے۔ اس طرح ان کی کادش کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اختلاف اور حرلیف ہننے کو ضروریات زندگی میں سے شمار کرنے لگے۔ اور یہ فتویٰ دیا کہ مہینت اجتماعیہ کے کمزور مہروں کو شگدلی سے مار کر ختم کر دینا نہ صرف جائز ہی ہے بلکہ نسل کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اس کے برعکس حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ترقی کے زہیہ پوچھنا چاہتے ہیں تو پیچھے کی طرف حیوانات کو دیکھنے کی بجائے ہماری

نظر آگے اور اوپر کی طرف لگی رہے۔ اور درندوں کی بجائے انبیائے کرام ہمارے ہادی ہونے چاہئیں۔ اتفاقاً اتحاد اور درو مندی کے اصول جو انبیائے کرام نے ہمیں سکھلائے ہیں ان اصولوں کے بالکل متضاد ہیں جو حیوانات میں تنازع بقا کی بنا پر جاری ہیں۔ ہمیں دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ دونوں ہرگز ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ حضرت عبداللہؑ فرماتے ہیں :-

”جہانِ فطرت میں تنازع بقا کا دور دورہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو زبردست ہے وہ زندہ ہے۔ تنازع بقا کا قانون ہی سب مصیبتوں کی جڑ ہے۔ اسی کی وجہ سے انسانوں میں جنگ و جدل ہوتا ہے اور نفرت و دشمنی پھیلتی ہے۔ فطرت کی دنیا میں ظلم، تعصب، تندی، زبردستی، دوسروں کے حقوق کو غصب کرنا، اور دیگر مذموم صفات جو عالمِ حیوان کے لٹائش پر رائج ہیں اس لئے جب تک بنی نوع انسان کے درمیان مقتضیاتِ فطرت کا دور دورہ ہے۔ فلاح و بہبودی کا ہونا ناممکن ہے۔ فطرت، جنگجو، خون کی پیاسی اور ظلم و ستم کی دیوی ہے۔ کیونکہ فطرت خدا سے قادرِ مطلق سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ستم کی بنا پر انسانیت کی ذاتی صفات ہیں۔

پس پروردگارِ عالم نے اپنی رحمت و اسعہ اور محبتِ لامحدود کے سبب انبیائے کرام کو ظاہر فرمایا۔ اور ان پر وحی نازل فرمائی تاکہ آسمانی تربیت کے تلے افرادِ انسانی فطرت کی غیانات اور جہالت کی تاریکی سے آزاد ہو کر روحانی صفات اور خوبیاں حاصل کریں۔ اور جذباتِ رحم، درو مندی کے مشرق بنیں۔۔۔۔۔

حیث صدحیف ! کہ انوائمِ عالم اب تک جاہلانہ تعصب، مجازی اختلافات اور متضاد اصولوں کے اظہار کے لئے عام ترقی کی راہ میں بڑے اٹکار ہی ہیں۔ یہ رجحانِ قہقری اس وجہ سے ہے کہ فدائی تمدن کے

اصول بالکل ترک کر دیے گئے اور انبیاء سے کرام کی تعلیمات بھلا دی گئی ہیں۔“ (سٹے راون دی ویٹ جلد ۸ صفحہ ۱۵)

ہر دور میں انبیاء نے اپنی نئی ایک ایسے زمانے کی پیشینگوئی فرمائی ہے جس میں دنیا میں امن و امان

صالح اکبر

اور لوگوں کے درمیان نیک نیتی اور خیر خواہی کا عمل ہوگا۔ جیسا کہ ہم اوپر پرٹھ آئے ہیں حضرت پیار اللہ نہایت زور دار اور یقینی الفاظ میں ان پیشینگوئیوں کی تائید کرتے ہوئے اعلان فرماتے ہیں کہ ان کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ حضرت عبداللہؑ فرماتے ہیں :-

”اس عجیب و غریب دور میں زمین ایک اور زمین بن جائے گی اور انسانسانی امن و خوبصورتی کے زور سے آراستہ کیے

جائیں گے۔ فسادات، جھگڑے اور خونریزیوں کی جگہ اتحاد و خلوص اور اتفاق بنوے گا۔ قوموں، نسلوں اور ملکوں کے درمیان

مہبت و الفت نمایاں ہوگی۔ باہمی انداد و اتحاد کا سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اور ہر کامیاب جنگ دنیا سے بالکل نیست و نابود ہو جائے گی۔۔۔۔۔

..... عالمگیر امن کا تیرہ ویں گین مکتبہ میں بلند ہوگا اور مبارک شجرہ حیات اس قدر پھلے پھولے گا کہ اس کا سایہ مشرق و مغرب

دونوں پر چھایا جائے گا۔ طاقتور اور کمزور، امیر و غریب، متفاد و فرقی، اور ایک دوسرے کی دشمن اقوام جو بھڑیے اور ہتے، پیٹے اور سمیٹنے

شیر اور بچھڑے کے مشابہ ہیں ایک دوسرے کے ساتھ کمال محبت و دوستی، عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔ دنیا عرفانِ خدا اور رازِ ہائے

حقیقت وجود کے علم سے بھرپور ہو جائے گی۔“ (مفاد ضات عبداللہؑ صفحہ ۳۷)

اس بات کو پورے طور سے سمجھنے کے لئے مذہبی تعصبات

کہ صلح اکبر کس طرح قائم ہوگی اور ہم ان بڑے

بڑے اسباب کی تلاش کریں جو گذشتہ زمانوں میں جنگ کے باعث رہے ہیں۔ اور دیکھیں کہ حضرت پیار اللہ ان میں سے ہر ایک سبب کے دور کرنے کی کیا تدابیر تجویز فرماتے ہیں۔ جنگ کا ایک نہایت ہی بار آور سبب مذہبی تعصبات ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں حضرت پیار اللہ کی تعلیمات صاف صاف بتاتی ہیں کہ مختلف مذاہب کے لوگوں میں دشمنی اور عداوت کا سبب حقیقی دین ہرگز ہرگز نہیں ہوا بلکہ اس کا نہ ہونا ان کا سبب ہوا ہے۔ جب سچے دین کی جگہ جھوٹے تعصبات، تقلید اور کلام الہی کی غلط تفاسیر و معانی لوگوں میں رائج ہوئے تو فسادات رونما ہو گئے۔

پیرس میں ایک مقام پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہار نے فرمایا:۔ "دین کا لازمہ تو یہ ہے کہ وہ دلوں کو متحد کرے اور جنگ و فسادات دنیا سے نیست و نابود کرے۔ روحانیت کا پیدا کرنے والا اور ہر نفس کے لئے نور اور زندگی کا حامل ہو۔ اگر دین، نفرت، عداوت اور ناچاقی کا باعث ہوتا ہے تو ایسے دین کا نہ ہونا اس کے ہونے سے بہتر ہے اور ایسے دین سے علیحدگی اختیار کرنا ایک صحیح اور سچا نیک عمل ہے۔ کیونکہ یہ بالکل صریح ہے کہ دوا کا مقصد درد کو دور کرنا ہے۔ پر اگر دوا درد کو بڑھانے لگے تو اسے ترک کرنا ہی اچھا ہے۔ جو دین محبت اور اتحاد کا سبب نہیں وہ دین ہی نہیں ہے۔"

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۸۰)

ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں:۔
 "آغاز دنیا سے لے کر آج تک دنیا کے مختلف مذاہب ایک دوسرے کو پھٹکا رتے اور جھوٹا بتاتے رہے ہیں۔ وہ باہمی کینہ اور عداوت رکھ کر ایک دوسرے سے سخت پہینز کرتے رہے ہیں۔ مذہبی لڑائیوں پر غور کریں۔ صلیبی جنگ جو دنیا کی سب سے بڑی مذہبی جنگ تھی دو سو برس

تک رہی۔ بعض اوقات جب صلیب کے لئے لڑنے والے فتح پاتے تو وہ مسلمانوں کو قتل کرتے۔ لوٹتے اور قیدی بنا کر لیجاتے تھے اور جب مسلمان فتح مند ہوتے تو وہ بھی حملہ آوروں کو قتل و غارت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھتے۔

دو سو سال تک وہ یہی کرتے رہے۔ جب کبھی جوش میں بھرتے تو لڑتے اور جب کمزور ہو جاتے تو زراد م لیتے۔ حتیٰ کہ یورپ کے یہ مفروضہ بڑا ہی جنگجو مشرقی مالک سے چلے گئے اور اپنے پیچھے بربادی اور تباہی کی راہ چھوڑ گئے۔ اپنے گھروں میں جا کر اپنے لوگوں کو انہوں نے انقلاب اور بیجان کی حالت میں پایا۔ یہ صرف ایک مقدس جنگ کا حال ہے۔ مذہبی جنگ بے شمار ہونے ہیں۔ عیسائیت کے دو فرقوں یعنی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کی باہمی آویزش اور نزاع کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ ۹ لاکھ پروٹسٹنٹ شہید ہوئے۔ کتنے ہی جینخاؤں میں گل سڑ گئے۔ آہ ان قیدیوں کے ساتھ کیسا ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا! یہ سب کچھ مذہب کے نام پر ہوا تھا عیسائی اور مسلمان یہودیوں کو شیطان اور خدا کے دشمن سمجھتے آتھے۔ ان پر لعنت بھیجتے اور ان پر ظلم کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کی ایک کثیر تعداد تلوار کے گھاٹ اتاری گئی۔ ان کے گھر جلا دیئے گئے۔ تاحنت و تاراج کئے گئے۔ اور ان کے بچوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ یہودی بھی عیسائیوں کو کافر اور مسلمانوں کو شریعت موسوی کا بیخ کن اور دشمن سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ ان سے انتقام لینے میں کئی نہ کرتے اور آج تک ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

جب آفتاب حضرت بہار اللہ مشرق سے طلوع ہوا تو آپ نے وحدت انسانی کے وعدہ ربانی کے پورا ہونے کا اعلان فرمایا۔ آپ نے کل افراد انسانی کو خطاب کر کے فرمایا۔ تم سب ایک ہی درخت کے

پھل ہو۔ دو درخت نہیں ہیں کہ ان میں سے ایک تو خدا کی رحمت کا ہو اور دوسرا شیطان کا، ہمیں چاہئے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آئیں۔ ہمیں مناسب نہیں کہ ہم کسی قوم کو شیطان کے بندے سمجھیں۔ بلکہ ہمیں واجب ہے کہ ہم سب کو خدا کے بندے مانیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بعض نہیں جانتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی تربیت و بہنائی کریں۔ جاہلوں کو علم دیں۔ بچوں کی مدد کریں تاکہ وہ بلوغ کو پہنچیں۔ بعض بیمار ہیں ان کی اخلاقی حالت خراب ہے۔ ان کا علاج کریں۔ حتیٰ کہ ان کے اخلاق درست و پاک ہو جائیں۔ بیمار سے صرف اس لئے نفرت نہیں کرنی چاہئے کہ وہ بیمار ہے۔ بچے سے اس لئے پرہیز نہ کریں کہ وہ بچہ ہے۔ جاہل کو اس لئے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ علم سے بے بہرہ ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم محبت کے ساتھ ان کا علاج کریں انہیں تعلیم و تربیت دیں۔ اور ان کی مدد کریں۔ ہم ہر بات اور ہر کام میں عزت سے کریں کہ کل نوع انسان انتہائی امن اور اعلیٰ ترین خوشی کے ساتھ خدا کے سایہ تلے آجائے۔ (سٹار اوٹ وی ویٹ جلد ۸ صفحہ ۷۷)

وحدت انسان کا بہانی عقیدہ جنگ کے ایک اور سبب کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کرنا ہے یعنی

جنسی اور ملی تعصبات

جنسی تعصبات کو بھی اڑا دیتا ہے۔ بعض اقوام یہ سمجھتی ہیں کہ وہ دوسری قوموں سے افضل ہیں۔ اور جس کی لاکھی اس کی بھینس کے اصول کو سامنے رکھ کر یہ فرض کر لیا ہے کہ اس افضلیت کے بل پر وہ کمزور قوموں کے ساتھ اپنی جلب منفعت کے لئے نہ صرف جیسا چاہیں ویسا سلوک کر سکتے ہیں بلکہ ان کو لمبا میٹ کر دینے کا حق بھی رکھتے ہیں۔ تاریخ عالم کے بہت سے تاریک صفحات اس اصول کی ظالمانہ کارفرمائی کے نمونوں کے طور پر ہمارے سامنے ہیں۔ بہانی عقیدہ یہ ہے کہ ہر ایک قوم کے لوگ خدا کی نظر میں یکساں ہیں سب

ظہور کے زمانہ میں فرمایا ہے: فخر اُس کے لئے زیبا نہیں جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر کا مستحق وہ شخص ہے جو بنی نوع انسان سے محبت کرتا ہے۔ ان کلماتِ عالیہ کے ذریعہ اس نے طیورِ ارواح کو ایک نئی پرواز سکھائی اور متحدہ و مذہبی تقلید کو کتاب میں سے بٹا دیا۔

جو عارض یا حکومت میں دیگر بہت سی جنگیں صرف اس لئے ہونے لگیں کہ ایک قطعہ زمین پر جس کی دو یا دو سے زیادہ حریت تو میں لینے کی تاک میں تھیں۔

ملکیت کی حرص قوموں کے درمیان جنگ و نزاع کا ایسا ہی بار و سبب رہا ہے جیسا افراد میں ہے۔ عقیدہ بہائی کے مطابق زمین تو کسی شخص واحد کی ملکیت ہے اور نہ کسی قوم کی۔ بلکہ اس کی مالک کل کی کل ہی نوع انسان ہے۔ نہیں۔ بلکہ اس کا مالک خدا ہے اور انسان بطور مزارع کے ہے۔ جنگ بنغازی کے موقع پر حضرت عبداللہ نے فرمایا:

”جنگ بنغازی کی خبر سے میرے دل کو صدمہ ہوا۔ انسانی وحشت پر جو اب تک دنیا میں باقی ہے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انسانوں کے لئے یہ کیا زمین ہے کہ وہ صبح سے شام تک رٹیں۔ ایک دوسرے کو قتل کریں اور اپنے بچھڑوں کے خون کو بہائیں اور کس بات کے لئے؟ صرف اس لئے کہ ایک قطعہ زمین پر قابض ہو جائیں۔ حیوان تک بھی جب رٹتے ہیں تو ان کی رٹائی کا کوئی فوری اور جائز سبب ہوتا ہے۔ یہ کس قدر خوفناک بات ہے کہ انسان جو عالمِ اعلیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اپنے آپ کو اتنا ذلیل کریں کہ صرف ایک قطعہ زمین کی ملکیت کے لئے اپنے بچھڑوں کا قتل و غارت کریں۔ اثراتِ مخلوق ایک اور مخلوق یعنی زمین کے لئے گشت و خون کرتا ہے۔ زمین کسی ایک قوم کی ملکیت نہیں۔ بلکہ اس کی مالک سب قومیں ہیں۔ زمین انسان کا گھر نہیں بلکہ

نازل فرمائے ہیں، سب سے پہلا حکم دنیا میں ایک عالمگیر املاوی زبان کے قائم کرنے کے بارے میں ہے۔ کتاب اقدس اور بیت سی الواح میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً، شراقات میں فرمایا ہے:-

”اشراق ششم۔ بندگانِ خدا کا باہمی اتحاد و اتفاق ہے، کیونکہ دنیا میں خدا کے دین کی روشنی ہمیشہ اتحاد ہی سے پھیلی ہے اور اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تحریر و تقریر سمجھ سکیں۔ اس لئے ہم الواح میں اس سے پیشتر حکم دیکھے ہیں کہ بیت العدل کے اعضاء کو چاہئے کہ وہ یا تو موجودہ زبانوں میں سے کسی ایک زبان کو اختیار کر لیں یا کوئی نئی زبان بنا لیں۔ اسی طرح طرزِ تحریر میں سے بھی کوئی ایک طرزِ تحریر اختیار کر لیں۔ اور دنیا کے مدارس میں بچوں کو اسی زبان اور اسی خط کی تعلیم دیں۔ تاکہ دنیا ایک وطن اور ایک ملک دکھائی دینے لگے۔“

قریباً اسی وقت جبکہ یہ حکم حضرت بہار اللہ کے ذریعے نازل ہوا پولینڈ میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام لوڈوک نسامن آف رکھا گیا۔ اس بچے کے لئے یہ مقدر ہوا کہ وہ اس حکم کو دنیا میں جاری کرنے میں ایک بہت بڑا حصہ لے۔ بچپن ہی سے ایک عالمگیر زبان کا خیال لوڈوک کی زندگی کا ایک بڑا مقصد بن گیا۔ اور اس کی کاوشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ایک زبان جو اسپرنتو کے نام سے مشہور ہے ایجاد کی اور اسے ایک عالمگیر شہرت دی۔ یہ زبان اس وقت ۲۵ سال سے بجز یہ کی کسوٹی پر رکھی جا رہی ہے اور ہر طرح بین الاقوامی خط و کتابت کا قابل اطمینان وسیلہ ثابت ہوئی ہے۔ اس میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اس عرصہ کے بیسیوں حصہ میں پوری طرح حاصل کی جا سکتی ہے۔ جتنے عرصہ میں انگریزی، فرانسیسی یا جرمنی زبان سیکھی جا سکتی ہے۔ اسپرنتو کی ایک دعوت میں جو فروری ۱۹۰۹ء میں پیرس میں دی گئی تھی حضرت عبدالبہا نے

فرمایا ہے۔ یورپ میں اس وقت اختلافات کا ایک بڑا سبب زبانوں کا اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ آدمی جرمن ہے۔ یہ اٹالین ہے۔ اور یہ فرانسیسی ہے۔ حالانکہ وہ سب ایک ہی جنس کے ہیں۔ مگر زبان ان کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ ہوئی ہے اگر ایک عالمگیر امدادی زبان ان کے درمیان ہوتی تو یہ سب ایک ہی خیال کئے جاتے۔ حضرت پہار اللہ نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ اس بین الاقوامی زبان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک ایک بین الاقوامی زبان اختیار نہ کی جائے گی دنیا کے مختلف فرقوں اور حصوں میں کامل اتحاد حاصل نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہم مستحکم رہ کر رہتے ہیں کہ غلط فہمیاں لوگوں کو یک دوسرے سے لینے نہیں دیتیں۔ اور یہ غلط فہمیاں سوائے ایک بین الاقوامی امدادی زبان کے ہونے کے اور کسی طرح دور نہ ہونگی۔

عام طور پر مشرق کے رہنے والے مغرب کے واقعات و واقف نہیں ہوتے اور نہ ہی مغرب کے رہنے والے مشرق کے رہنے والوں سے ہمدردانہ تعلقات پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کے خیالات ایک صندوق میں بند ہیں۔ بین الاقوامی زبان ہی ایک ایسی لہجہ ہے جو اس صندوق کو کھول سکتی ہے۔ اگر ہم ایک عالمگیر زبان کے مالک بن جائیں تو اہل مغرب کی کتابوں کا ترجمہ آسانی سے اس زبان میں ہو سکتا ہے اور اہل مشرق ان سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح اہل مشرق کی کتاب میں اس زبان میں ترجمہ ہو سکتی ہیں۔ اور اہل مغرب ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مشرق و مغرب کے درمیان اتحاد کا سب سے بڑا ذریعہ ہی ایک مشترکہ زبان ہوگی۔ یہ ساری دنیا کو ایک ملک بنا دے گی۔ اور انسانی ترقی کے لئے ایک طاقتور جذبہ بنے گی۔ یہ وحدت انسان کے علم کو بلند کرے گی اور ساری دنیا کو ایک عالمگیر جمہور کی صورت میں بدل دے گی۔

افراد انسانی میں محبت کا سبب اور مختلف اقوام میں دوستی اور الفت کا موجب بنے گی۔

خدا کا شکر اور اُس کی حمد ہو کہ ڈاکٹر ضامن آف نے اسپرٹو زبان ایجاد کی ہے اور یہ وہ سب امکانی صفات رکھتی ہے جو ایک بین الاقوامی وسیلہ خط و کتابت میں ہونی چاہئیں۔ اس شریف کام کے لئے ہم سب کو اُن کا شکر گزار اور ممنون ہونا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے اس طرح اپنے ہمجنسوں کی ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اپنے پرستاروں کی اُن تھک کوشش اور قربانی کے بل پر اسپرٹو ایک عالمگیر زبان ہو جائیگی اس لئے ہمیں لازم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اس زبان کو سیکھے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے پھیلائے میں کوشش کرے تاکہ دن بدن اس کا رواج بڑھتا جائے۔ دنیا کی قومیں اور حکومتیں اسے قبول کر لیں۔ اور یہ زبان عام سکولوں کے دستور العمل کا ایک جزو بن جائے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ جس قدر بین الاقوامی مجالس مشاورت و محافل مصالحت ہونگی اُن کی کارروائی کا ذریعہ اسپرٹو ہوگی۔ تاکہ تمام لوگوں کو صرف دو زبانیں حاصل کرنے کی ضرورت ہو۔ ایک تو مادری زبان اور دوسری بین الاقوامی زبان اس وقت تمام اقوام عالم کے درمیان کامل اتحاد قائم ہو جائیگا ذرا خیال تو کیجئے کہ مختلف اقوام کے درمیان اس وقت مخابرت قائم کرنا کس قدر مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص پچاس زبانیں بھی جانتا ہو پھر بھی وہ ایسے ملک پائیگا جن کی زبان سے وہ ناواقف ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ تم انتہائی کوشش کرو گے کہ اسپرٹو دور دور تک پھیل جائے۔ اسپرٹو کی اشاعت کی اس طرح حمایت کرتے ہوئے حضرت عبداللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک عالمگیر زبان کی سب ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اس زبان میں تنزیم و تنسیج کی بہت ضرورت ہے۔ لندن میں گفتگو

حضرت عبدالہیاء نے ۱۸۷۵ء میں عالمگیر مجلس یا لیگ اقوام کے قیام کی پیشینگوئی فرمائی تھی جو اس وقت فاسکری و سبپ ہوگی۔ کیونکہ اس وقت ایسی مجلس قائم کرنے کے لئے سرٹوڈ کو ششیں ہو رہی ہیں۔ اپنے فرمایا اس میں شک نہیں کہ حقیقی تمدن مرکز دنیا میں اپنا علم اس وقت بلند کرے گا جب بعض اعلیٰ خیالات کے شریف حکمران ہمدردانہ ہوش کی دنیا کے پکتے ہوئے آفتاب مستقل ارادے اور آرزو سے بھرے ہوئے دل کی قوت کے ساتھ پیش قدمی کر کے عالمگیر امن کے مسئلہ پر ایک کنفرنس کریں گے۔ اور اپنے خیالات کے اجراء کے وسائل کو مضبوطی سے پکڑ کر تمام دنیا کی حکومتوں کا بلاپ قائم کر دینگے اور ایک قطعی عہد نامہ اور مضبوط اتحاد ایسی شرائط کے ساتھ آپس میں کریں گے کہ ان سے کسی طرح گریز کرنا ممکن ہی نہ ہو۔ جب ساری دنیا کے لوگ اپنے ناپیدوں کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کر کے اس عہد نامہ پر دستخط کر دیں گے۔ جو درحقیقت ایک عالمگیر امن قائم رکھنے کا عہد ہوگا۔ اور جس کو ساری دنیا کے لوگ مہرک سمجھیں گے تو دنیا کی متحدہ طاقتوں کا فرض ہوگا کہ وہ اس عہد نامہ عظیم کو قوی سے قوی تر بناتے جائیں اور اس کے دوام کے ذمہ دار ہوں۔

اس عالمگیر عہد نامہ میں ہر ایک سلطنت کی حدود اور اس کے قوانین و رواج کا تعین ہونا ضروری ہے۔ مختلف حکومتوں کے عہد نامے، انتظامات و معاملات مملکت اس میں درج ہونے چاہئیں۔ اسی طرح ہر سلطنت کی مقدار اس کو بھی پوری طرح سے تعین کر دینی اس کے لوازمات میں سے ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر ایک سلطنت آلات و سامان جنگ کی تیاری کرنے لگے گی تو اس سے دوسری سلطنتوں میں بے چینی پیدا ہوگی۔ اس طاقتور اتحاد کی بنیاد ایسے طریقہ پر ڈالنی چاہئے کہ اگر ایک سلطنت کسی ایک شرط کی

خلافت درزی کرے تو دنیا کی باقی تمام سلطنتیں اس پر چڑھائی کر کے زیر کریں۔ بلکہ تمام نوع انسان اکٹھی ہو کر ایسی حکومت کا تختہ الٹ دے۔ اگر دنیا کے بیمار جسم کو اس قسم کی مفید دوا دی جائے گی تو یہ فی الحقیقت عالمگیر اقتدال و انصاف کے ذریعے اس شے دکھوں کو مکمل طور سے دور کرنے کا باعث ہوگی۔ (السیاہ صفحہ ۱۲۰-۱۳۴)

ہین الاقوامی عدالت | حضرت بہار اللہ نے ایک بین الاقوامی عدالت کے قیام کی بھی تلقین فرمائی ہے تاکہ جو اختلافات

اقوام کے درمیان پیدا ہوں وہ جنگ کی بجائے معقولیت و انصاف کے ساتھ فیصل ہو جایا کریں۔

اگست ۱۹۱۱ء میں بین الاقوامی عدالت کے سلسلہ میں جو مہنگ کنفرس ہوئی اس کے سکریٹری کو حضرت عبدالبہار نے لکھا۔

پچاس سال قبل حضرت بہار اللہ نے کتاب اقدس میں لوگوں کو یہ حکم دیا کہ عالمگیر امن قائم کریں اور سب اقوام عالم کو بین الاقوامی عدالت کے خدائی دسترخوان پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ تاکہ قوموں کے درمیان ملکی حدود کے مسائل، قومی عزت اور مال اور دیگر ذاتی مفاد کا فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ پنچوں کے ذریعے ہو جایا کرے اور کسی قوم کو اس قسم کے فیصلہ سے انحراف کرنے کی جرأت نہ ہو۔ اگر دو قوموں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو یہ بین الاقوامی عدالت اس کا اسی طرح فیصلہ کرے جس طرح جج دو شخصوں کے درمیان کرتا ہے۔ اگر کوئی حکومت کسی وقت اس فیصلہ سے روگردانی کرنے کی جرأت کرے تو تمام دوسری حکومتیں اس کو اس بغاوت کی سزا دینے کے لئے اس پر چڑھائی کریں۔

۱۹۱۱ء میں پیرس میں گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-
 "دنیا کی تمام قوموں اور حکومتوں میں ایک عدالت عالیہ قائم کریں گی۔
 جس میں ہر قوم اور ہر حکومت کے منتخب نمائندے ہوا کریں گے۔
 اس بڑی کونسل کے ممبر کابل اتحاد کے ساتھ جمع ہوا کریں گے۔
 تمام بین الاقوامی جھگڑے اس عدالت کے سامنے پیش
 ہوا کریں گے اور اس عدالت کا کام ان سب الجھنوں کو سلجھانا ہوگا
 جو جنگ کا موجب ہوں۔ اس عدالت کا کام جنگ کی روک تھام
 کرنا ہوگا۔" (پیرس ٹاکس صفحہ ۱۳۵)

لیگ آف نیشنز کے قیام سے ۲۵ سال پہلے ہیگ میں (۱۹۰۰ء) میں ایک
 کورٹ او آرٹریکشن (عدالت پنچاقتی) قائم کی گئی تھی اور بہت سے پنچاقتی
 عہد ناموں پر اس کے ذریعہ دستخط ہوئے تھے۔ مگر ان میں سے اکثر حضرت
 بہاء اللہ کی وسیع تجویز سے بہت کم تھے۔ دو بڑی طاقتوں کے درمیان کوئی
 ایسا پنچاقتی عہد نامہ نہ ہوا جس میں تمام مواد ہائے فساد کا ذکر کیا گیا ہو۔ ذاتی
 مفاد، عزت و استقلال کے متعلقہ اختلافات کو خاص طور سے مستثنیٰ کر دیا
 تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ کوئی ایسی موثر گارنٹی نہ دیکھی تھی کہ اقوام ان شرائط پر
 جو انہوں نے مان لی ہیں قائم رہیں گی۔ اس کے برعکس بہائی تجاویز میں
 حدود، قومی وقار اور ذاتی مفاد کے سوالات کو خاص طور پر شامل کیا ہے۔
 اور ان کی پشت پر تمام دنیا کی لیگ آف نیشنز کی گارنٹی رکھی گئی ہے۔ جب ان تجاویز
 پر کابل طور پر عمل کیا جائے گا تب اور صرف تب ہی بین الاقوامی پنچاقتی
 اپنے سوومند اسکانات کی غرض و غایت حاصل کر سکیں گی۔ اور جنگ کی لعنت
 قطعی طور پر دنیا سے نابود ہوگی۔

حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں :-
تجدیدِ اصلاح ایک عام عہد نامہ کے ذریعہ تمام دنیا کی حکومتوں کو چاہئے

کہ وہ سب ایک ہی وقت پر اسلحہ کو کم کر دیں۔ اگر ایک تو اسلحہ کو کم کر دے اور دوسرے ایسا کرنے سے انکار کریں تو اس سے کام نہ چلیگا۔ اس نہایت ہی اہم معاملہ کے متعلق ساری دنیا کی قوموں کو متحد ہونا چاہئے تاکہ وہ ایک ہی وقت میں انسانی قتل و غارت کے مہلک آلات کو ترک کر دیں۔ جب تک ایک سلطنت اپنے فوجی و بحری اخراجات کو بڑھاتی جائے گی اس وقت تک دوسری سلطنتیں بھی اپنے قدرتی اور مفروضہ مفاد کی بنیاد پر اس مجبوزمانہ تک و دو میں شامل ہونے پر مجبور ہونگی۔ ” (روزنامہ میرزا احمد سہراب سنی ۱۱ تا ۱۴ ستمبر ۱۹۱۳ء)

بطور ایک دینی جماعت کے حضرت بہار اللہ نے ان ہمارے **علم ہزار گنت** کو صاف و صریح لفظوں میں زبردستی و چیرہ دستی کے ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ خواہ یہ ذاتی مفاد کی خاطر ہو یا دفاع کے لئے ہو۔ ایران میں ہزار ہا بابیوں اور پیائیوں نے اپنے ایمان کی خاطر نہایت دردناک موت برداشت کی۔ آغاز امر میں بابیوں نے اکثر موقعوں پر نہایت بہادری اور دلیری سے تلوار کے ساتھ اپنے بال بچوں کی حفاظت کی، مگر حضرت بہار اللہ نے اسے منع کر دیا۔ حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں :-

جب حضرت بہار اللہ نے ظہور فرمایا تو آپ نے اعلان کیا کہ حق و صداقت کی اشاعت ہرگز ہرگز ان طریقوں سے نہ ہونی چاہئے بلکہ دفاع کے لئے بھی یہ طریقے استعمال کرنے سے منع ہیں۔ آپ نے تلوار کے استعمال کو حرام قرار دیا اور مذہبی جنگ یا جہاد کو منسوخ کر دیا۔ آپ نے فرمایا قتل کرنے کی نسبت ہمارے لئے قتل ہونا بہتر ہے۔ مومنین کو چاہئے کہ استقلال و استقامت سے اللہ کی اشاعت کریں۔ جب مومن نڈر اور دہنگ ہو کر انقطاع کلی کے ساتھ کلمہ اللہ کے بلند کرنے کے لئے قیام کریں گے اور جب وہ دنیا کی چیزوں سے رنج پھیر کر خدا اور اس کی قوت کے بل پد

قدمتِ خلق میں مصروف ہوئے تو کلمہ حق کی فتح ہو گئی۔ یہ مبارک
 ارواح اپنے خون سے امر اللہ کی صداقت کی گواہی دینی اور
 اپنے خلوص، وفاداری اور استقامت سے اس کی شہادت
 دیتا کرینگی۔ امر کی اشاعت اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے خدا
 ہی بس ہے۔ ہم اس کے سوا کسی مدد کے طلبگار نہیں۔ اور
 سرکبف دشمن کا سامنا کرنے اور شہادت کو لبیک کہنے کیلئے
 حاضر ہیں۔“ (خاص اس کتاب کے لئے لکھایا)

حضرت بیاد اللہ ایک دشمن امر اللہ کو لکھتے ہیں :-
 ”بیجان اللہ! اس گروہ کو ہتھیاروں کی ضرورت نہیں۔ اس کی تو تمام
 کوششیں دنیا میں امن قائم کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ اس کی فوج ’نیک
 اعمال‘ اس کے ہتھیار اچھے کردار ہیں۔ اور اس کا سارا خوف خدا ہے
 مبارک ہے وہ جو انصاف کرتا ہے۔“

”جدا کی قسم! یہ لوگ! اپنے صبر و تحمل، تسلیم و رضا، توکل و قناعت سے
 مظاہر عدل بن گئے ہیں، ان لوگوں کی تسلیم و رضا اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ
 وہ قتل کرنے کی بجائے قتل ہونا پسند کرتے ہیں۔ اور اس وقت ان مظلومانِ امن
 پر وہ کچھ وارد ہوا ہے جو دنیا کی تاریخ میں کبھی پہلے وارد نہیں ہوا۔ اور جسے
 لوگوں کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایک
 ہاتھ بھی اکٹھاے بغیر ان لوگوں نے ان خوفناک بلاؤں کو کیوں برداشت کیا؟
 ان کی اس تسلیم و تسکین کا کیا سبب تھا؟ یہ قلمِ اعلیٰ کی لگا تار امتسنائی
 نصیحتیں تھیں۔ کیونکہ انہوں نے جہان کے مالک کی قوت و قدرت کے
 ساتھ احکام کی باگ ڈور کو پکڑا ہوا تھا۔“ (روح بن زینب)

نتائج نے حضرت بہار اللہ کے حکمِ عدم مزاحمت کی حکمت کو ثابت
 کر دیا ہے۔ ایران میں ہر ٹھہرید کے بدلے سونے اشخاص نے امر بہائی قبول کیا۔

اور جس نڈر اور رضا مندانہ طریقہ سے ان شہدار نے اپنی عزیز جانوں کو اپنے مولیٰ کے قدموں پر سے بچھا کر کیا اس نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے ایک ایسی نئی زندگی حاصل کر لی تھی، جسے موت کی ہیبت ڈرا نہ سکتی تھی اور وہ زندگی ایک ایسی خوشی اور ایسے بے نظیر اطمینان سے ملو تھی جس کے سامنے اس دنیا کی خوشیوں بیخ اور سخت سے سخت وحشیانہ اذیتیں ہوا سے ہلکی اور ناچھیند ہیں۔

حضرت مسیح کی مانند اگرچہ حضرت بہاء اللہ نے بھی اپنی پیروؤں کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ وہ انفرادی

نیکی کی راہ میں کوشش

اور دینی جماعتی حالت میں اپنے دشمنوں کے لئے عدم مزاحمت اور عفو کا رویہ اختیار کریں مگر آپ ہیبت اجتماعیہ پر یہ فرض عائد کرتے ہیں کہ وہ ظلم اور انصاف کا سدباب کرے۔ اگر کسی ایک فرد پر ظلم و ستم ہو تو اس کے لئے واجب اور درست ہے کہ وہ معاف کر دے اور انتقام نہ لے، مگر ایک ہیبت اجتماعیہ کے لئے یہ ایک گناہ ہے کہ وہ قتل و غارتگری کو اپنی حدود کے اندر بلا روکے کھامے جاری رہنے دے۔ ایک اچھی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ جرائم کو روکے اور مجرموں کو سزا دے۔ اور یہی فرض جمعیت اقوام کا بھی ہے۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر ظلم و تعدی کرتی ہے تو دوسری سب اقوام کا یہ فرض ہے کہ اس ظلم کی روک تھام کریں۔ حضرت عبدالبہا کہ فرماتے ہیں :-

”یہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت جنگجو اور وحشیانہ قبیلے ہیبت اجتماعیہ پر

اس غرض سے حملہ آور ہوں کہ اس کے تمام کے تمام افراد کا صفحہ

قطع قمع کر دیں تو ایسی حالت میں دفاع جائز ہے (پیرس ٹاکس چوٹا پبلیشنگ)

آج تک نوع انسان کا یہ رویہ رہا ہے کہ اگر ایک قوم دوسری قوم پر حملہ آور ہو تو دنیا کی دیگر اقوام غیر جانبدار رہتی ہیں اور اسوقت تک اس معاملہ میں کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتیں جب تک براہ راست ان کے مفاد پر زدن نہ پڑتی ہے

مشرق و مغرب کا باہم مربوط ہونا ہے۔ صلح اکبر سے صرف جنگ کا بند کرنا ہی مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے مراد زمین کے اختلاف زدہ لوگوں میں مفید اتحاد اور مخلصانہ باہمی مدد و امداد کا پیدا کرنا بھی ہے۔ جس کا نتیجہ نہایت ہی بیش بہا اور فائدہ مند ہو گا۔ پیرس میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالبہار نے فرمایا :-

”پچھلے زمانوں کی طرح اس زمانہ میں بھی آفتابِ صداقت ہمیشہ مشرق سے طلوع ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ لوگوں کو تعلیم دینے اور ان کی رہنمائی کرنے کے لئے مشرق میں ہی ظاہر ہوئے۔ حضرت یحییٰ ابنِ مشرق سے ہی طلوع ہوئے۔ حضرت محمدؐ بھی ایک مشرقی قوم میں ہی ظاہر ہوئے۔ حضرت بابا نے بھی ایک مشرقی ملک ایران سے ہی قیام کیا۔ حضرت بہار اللہ مشرق میں رہے اور وہیں لوگوں کی تربیت فرمائی۔ تمام بڑے بڑے روحانی معلم مشرقی دنیا سے ہی ظاہر ہوئے۔“

”اگرچہ آفتابِ سچی مشرق سے طلوع ہوا تھا مگر اس کا پر تو مغرب میں نمودار ہوا۔ جہاں اس کے نور کی افزودنی واضح طور پر دکھی گئی۔ آپ کی تعلیمات کی آسمانی روشنی مغربی دنیا میں زباوہ شدت کے ساتھ ہنوٹکن ہوئی جہاں اس نے اپنی جائے پیدائش سے بڑھ چڑھ کر ترقی کی۔“

”آج مشرق مادی ترقی کا اور مغرب روحانی اصولوں کا محتاج ہے۔ یہ اچھا ہو گا کہ مغرب روحانی ندرائیت کے لئے مشرق کی طرف راجع ہو اور اس کے بدلے میں مشرق کو اپنے علم سائنس سے بہرہ اندوز کرے۔ ان تحالف کا باہم ایک دوسرے سے تبادلو کریں۔ مشرق و مغرب متحد ہو کر ایک دوسرے کو وہ چیزیں دیں جن کی ان کو علیحدہ علیحدہ ضرورت ہے۔ ایسا اتحاد اس صحیح تمدن کا پیش خمیہ ہو گا جس میں روحانیت کا ظہور مادیت میں ہوگا۔“

اُس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اس طرح ایک دوسرے کی احتیاج کو جب پورا کر دے گا تو کابل اتحاد کا دور دورہ ہو جائے گا۔ تمام قومیں متحد ہو جائیں گی اور ایک عظیم حالت کمال حاصل ہو جائے گی۔ آپس کے رشتے مضبوط باندھے جائیں گے۔ اور یہ دنیا صفاتِ اہی کو منعکس کرنے کا چمکتا ہوا آئینہ بن جائیگی۔

ہم سب شرقی اور مغربی قوموں کو دن رات جان و دل سے اس بلند و بالا خیال کو کہ تمام دنیا کی قوموں میں اتحاد کا رشتہ مضبوط ہو جائے عرصہ درجہ میں لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تب ہر ایک دل مسرور ہو گا۔ اور ہر آنکھ کھل جائے گی۔ ایک نہایت ہی عجیب وقت عطا کی جائے گی۔ اور

تمام نوع انسان کی خوشی ایک یقینی امر ہو جائے گی۔۔۔۔۔ یہی وہ جنت ہے جس کے دنیا میں آنے کے بارے میں کہا گیا ہے اور یہ

اُس وقت ہو گا جب کل نوع انسان ملکوتِ اہلی میں خیمہ

اتحاد کے سایہ تلے جمع ہو جائے گی۔۔

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۷)

گیارہواں باب احکام و تعلیمات

آپ کو معلوم ہو کہ ہر ایک دور و زمانے میں
مقتضیاتِ زمانہ کے مطابق تمام آسمانی احکام
متغیر و متبدل ہو جاتے ہیں سوائے قانونِ محبت
کے جو ایک حشد کی طرح ہمیشہ جاری رہتا ہے
اور کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ (حضرت پیار اللہ)

راہبانہ زندگی | حضرت محمد کی طرح حضرت پیار اللہ نے بھی اپنے
پیروں کو راہبانہ زندگی اختیار کرنے سے منع
فرمایا ہے۔ لوحِ نبوی میں لکھا ہے:-
"کہدے اے جماعتِ راہبین! کو ٹھڑیوں اور حجروں
میں اپنے آپ کو مستکف مت کرو۔ بلکہ میں تمہیں حکم
دیتا ہوں کہ ان کو ترک کرو اور اس کام میں مشغول ہو جاؤ
جو تمہاری روح اور بندوں کی روح کے لئے مفید ہو..... شادی کرو
تاکہ تم اپنے بعد اپنی جگہ کسی کو چھوڑ جاؤ۔ ہم نے تمہیں خیانت سے
منع کیا ہے نہ کہ ان باتوں سے جن سے امانت کا ظہور ہو۔ تم اپنے

من مانے اصولوں کو پکڑے ہو اور تم نے خدا کے اصولوں کو پیچھے
 پھینک دیا ہے۔ خدا سے ڈرو اور جاہلوں میں سے مت ہو۔ انسان
 نہ ہوتا تو کون میری زمین میں میرا ذکر کرتا اور میرے اسرار و صفات
 کا ظہور کیسے ہوتا۔ ذرا غور کرو اور ان میں سے نہ ہون کی سمجھ پر
 پردے پڑے ہوتے ہیں اور غافل ہیں۔ وہ (حضرت عیسیٰ) جس نے
 شادی نہ کی تھی اسے نہ تو کوئی جگہ ملی جہاں وہ بسیرا کر سکتا اور نہ کوئی
 پناہ گاہ ملی جہاں وہ اپنا سر چھپا سکتا۔ اور یہ سب ان لوگوں کے
 کرتوتوں کا نتیجہ تھا جو خائف ہیں۔ اس کی روح کی تقدیس ان باتوں کے
 سبب نہیں ہوتی جو تم سمجھے بیٹھے ہو بلکہ ان باتوں کے سبب تھی جو ہم
 جانتے ہیں۔ پوچھو۔ تاکہ تم اس کے مقام سے جو تمام دنیا کے رہنے
 والوں کے تصورات سے بالاتر ہے واقف ہو جاؤ۔ مبارک ہیں وہ جو
 جانتے ہیں۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ عیسائی فرقوں نے پادریوں کے لئے
 راہبانہ اور سجدہ کی زندگی کی ریت قائم کر لی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح
 نے اپنے حواری صرف شادی شدہ آدمی ہی چنے تھے اور آپ اور
 آپ کے حواریوں نے لوگوں کے ساتھ مل جل کر اور ساتھ رہ کر کرم و
 سخا کی عملی زندگیاں بسر کیں؟ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

”عیسیٰ ابن مریم کو ہم نے انجیل دی اور ہم نے ان لوگوں
 کے دل میں جنہوں نے اس کی پیروی کی بہر بانی اور رحم ڈاما
 مگر انہوں نے راہبانہ زندگی خود اپنے لئے اختیار کی۔ ہم نے
 تو صرف ان کے لئے یہ مقرر کیا تھا کہ وہ خدا کو خوش کرنے
 کی طلب پیدا کریں۔ مگر انہوں نے جیسا اس کو نبھانا چاہتے تھا
 نہ سنا۔“

(سورہ ۴۴ - آیت ۲۵)

زمانہ قدیم اور گذشتہ حالات میں رہبانہ زندگی کے لئے خواہ کچھ بھی وجہیت ہو۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ اب اس واجہیت کا وجود نہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے۔ نیک اور خدا سے ڈرنے والے لوگوں کی اتنی بڑی تعداد کا اپنے بچسوں سے میل جول نہ رکھنا اور باپ ماں کے فریض اور ذمہ داریوں سے الگ رہنا یقیناً نوع انسان کی روحانیت کو کمزور کرنے پر منتج ہوگا۔

شادی یا ازدواج | بہائی تعلیمات ایک شادی کو مستحسن قرار دیتی ہیں اور حضرت بہاء اللہ جانین کے والدین کی رضامندی کو شادی کی ایک ضروری شرط قرار دیتے ہیں۔ کتاب اقدس میں فرمایا ہے :-

” بیشک کتاب بیان (وہ کتاب جو حضرت باب پر اتری) میں اس معاملہ کا اختصار جا نہیں (دولہا و دلہن) کی ہی رضامندی پر رکھا گیا تھا۔ مگر چونکہ ہم محبت اور دوستی اور اتحاد و عباد پیدا کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم نے اس میں والدین کی رضامندی کی شرط بھی لگا دی ہے تاکہ دشمنی اور برے جذبات کی روک تھام ہو۔ “

اس معاملہ پر ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے حضرت عبدالبہاء لکھتے ہیں :-

” شادی کے متعلق جو آپ نے سوال کیا ہے۔ خدا کی شریعت یہ ہے کہ تم پہلے ایک بیوی منتخب کرو مگر اس کے بعد باپ اور ماں کی رضامندی پر منحصر ہے۔ تمہارے انتخاب کرنے کے قبل انہیں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہیں۔ “

(الراج عبدالبہاء انگریزی جلد ۳ صفحہ ۵۶۳)

حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ کے اس حکم کا نتیجہ یہ ہے

کہ وہ کشیدہ تعلقات جو عیسائی اور مسلمان ممالک میں ایسے رشتوں اور تاہوں میں معمول ہیں اہل بہار میں قریب قریب بالکل مفقود ہیں۔ طلاق بھی شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہے۔ ازدواج کے بارے میں آپ لکھتے ہیں :-

”بہائی ازدواج کی بنیاد جا نہیں کی کارل رضا مندی اور پوری پوری قبولیت پر رکھی گئی ہے۔ دونوں میں کارل محبت ہونی لازم ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے چال چلن سے پوری پوری اقصیت ہونی چاہئے۔ دونوں کے درمیان جو عہد ہو وہ دائمی اور استوار ہو اور ان کی نیت یہ ہو کہ وہ ہمیشہ محبت دوستی۔ اتحاد اور اتفاق سے رہیں گے۔“

”وہن دوہا اور کچھ دوسرے لوگوں کے سامنے کہے، بیشک ہم خدا کی رضا پر قانع ہیں“ اور دوہا جواب دے۔ ”بیشک ہم خدا کی مرضی پر مطمئن ہیں۔“

بہائی ازدواج کا مقصد یہ ہے کہ مرد اور عورت روحانی اور مادی طور سے متحد ہو جائیں تاکہ کل خدائی جہانوں میں ان میں دائمی اتحاد قائم رہے اور ایک دوسرے کی روحانی زندگی کو سنوارنے میں مدد دیں۔ یہ ہے بہائی ازدواج (الواح عبدالبہار جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)

طلاق جس طرح نکاح کے بارے میں ایسی طرح طلاق کے بارے میں بھی انبیاء کرام کی ہدایات مقتضیاتِ وقت کے مطابق بدلتی رہی ہیں۔ حضرت عبدالبہار طلاق کے بارے میں بہائی احکام کو اس طرح بیان فرماتے ہیں :-

”اہل بہار پر واجب ہے کہ وہ حتی المقدور طلاق سے پرہیز کریں اور جب تک کوئی خاص وجہ پیدا نہ ہو جو انہیں ایک دوسرے سے ایسا بنا کر علیحدہ ہونے پر مجبور کرے کہ وہ ایک دوسرے سے

نفرت کرتے ہیں، جہاں ہوں۔ ایسی حالت میں محفلِ روحانی کو اطلاع دیکر وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اس علیحدگی کے بعد انہیں صبر سے اکیس سال تک انتظار کرنا فرض ہے۔ اگر اکیس سال کے اندر ان میں محبت پھر سے پیدا نہیں ہوتی تو ان کا طلاق واجب ہے۔ ملکوتِ الہی کی بنیاد اکادہ محبت

یگانگت، وحدت اور اتفاق پر ہے۔ اختلاف اور وہ بھی خصوصاً شوہر اور بیوی کا ملکوتِ الہی میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔ ان دونوں میں سے جو طلاق کا موجب ہو گا وہ بے شک و شبہ بڑی بڑی مصیبتوں کا شکار ہو گا۔ خوفناک باتیں اس پر ہجوم کریں گی۔

ندامت و پشیمانی اس کے ساتھ رہے گی۔ (امریکہ کے یہاں کے نام لوری)

دیگر معاملات کی طرح طلاق میں بھی اہل بہار بہائی تعلیمات پر عمل کرنے کے علاوہ اپنے ملک کے قوانین کے بھی ماتحت ہوں گے۔

مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں وقت کی تقسیم اور بہائی تقویم | تاریخوں کے تعین کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے

جا چکے ہیں اور چند ایک مختلف تقاویم اب بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً مغربی یورپ میں گرگوری کی تقویم، مشرقی یورپ میں جولین کی تقویم، یہودیوں میں عبرانی تقویم اور مسلمانوں میں قمری تقویم۔ حضرت باب نے اس دور کی جس کے آپ ہمیشہ ہو کر آئے تھے، ایک نئی تقویم کی بنیاد ڈالنے میں نمایاں کام کیا۔ گرگوری کی تقویم کی مانند اس میں بھی قمری مہینوں کی جگہ شمسی مہینے لگائے گئے ہیں۔

بہائی سال کے ۱۹ مہینے ہوتے ہیں اور ہر ایک مہینے کے ۱۹ دن (یعنی سال کے ۳۶۱ دن) اور اس کے ساتھ اٹھارہویں اور انیسویں مہینے کے درمیان سال کو پورا کرنے کے لئے لوئڈ کے دن میں جو عام طور پر ۳۰ مگر لوئڈ کے سال ۵ دن ہیں) حضرت باب نے مہینوں کے نام خدا کے ناموں کے

رکھے ہیں۔ بہائیوں کا نوز و قدیم ایرانیوں کے نوز کی طرح علم نجوم کے مطابق مقرر ہے۔ یعنی جب آفتاب برج حمل (مارچ ۲۱) میں جاتا ہے۔ تو اہل بہار کا سال شروع ہوتا ہے۔ بہائی دور حضرت باب کے اعلان فرمانے یعنی ۱۸۴۸ء مطابق ۱۲۶۷ھ سے گنا جاتا ہے۔

وہ زمانہ دور نہیں جب دنیا کی سب قوموں کو ایک ہی تقویم اختیار کرنی پڑے گی۔ اس لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نوع انسان کا یہ دور وحدت و اتحاد ایک ایسی تقویم کا مالک ہو جو اعتراضات و مشکلات وغیرہ سے پاک ہو جن کے سبب دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ انہیں نہیں مانتا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ حضرت باب کی مجوزہ تقویم سے کوئی اور طریقہ سادگی اور سہولت میں بڑھ سکے۔

بہائی تقویم کے چھٹے پہاڑ

نمبر شمار	عربی نام	یکم تاریخ کا دن	نمبر شمار	عربی نام	یکم تاریخ کا دن
۱	بہت	۲۱ - مارچ	۱۰	مزت	۸ - ستمبر
۲	سبال	۹ - اپریل	۱۱	شیت	۲۶ - ستمبر
۳	سبال	۲۸ - اپریل	۱۲	سلح	۱۶ - اکتوبر
۴	علقت	۱۷ - مئی	۱۳	قُدت	۴ - نومبر
۵	نوس	۵ - جون	۱۴	قول	۲۳ - نومبر
۶	رمت	۲۳ - جون	۱۵	مسائل	۱۳ - دسمبر
۷	کلمات	۱۳ - جولائی	۱۶	شرت	۳۱ - دسمبر
۸	اسمار	۱ - اگست	۱۷	سلطان	۱۹ - جنوری
۹	صصال	۲۰ - اگست	۱۸	ملک	۷ - فروری

نوز کے دن ۲۶ - فروری سے یکم مارچ تک جو ایام ہا کے نام بدوم ہیں

۱۹ - علی

۲ - مارچ

محافل روحانی جس جگہ اہل بہار کی تعداد ۹ سے زیادہ ہو تو یہ حکم ہے کہ وہاں ایک محفل روحانی بذریعہ انتخاب قائم کیجائے تاکہ یہ محفل اُس علاقے کے احباب کے معاملات میں اُن کی رہنمائی کرے۔ اور اُن کے ساتھ مل کر اُن کے کاموں میں اُن کی مدد کرے۔ ایران کے شہروں کی محافل بہائی کا مفصلہ ذیل بیان مصنف کو جناب اسد اللہ فاضل بلوچستانی نے دیا تھا۔ اس بیان سے طریقہ تنظیم کا حال واضح ہوتا ہے۔

محفل روحانی کے خاص خاص فریضے یہ ہیں :-

(۱) لوگوں کے درمیان جلسوں اور کتابوں وغیرہ کے ذریعے تعلیمات امری کے پھیلاسنے کا انتظام کرنا۔

عام جلسے جس میں اختیار بھی آسکتے ہیں ہفتہ میں کئی دفعہ کئے جاتے ہیں تاکہ عام لوگوں میں تبلیغ ہو اور ہمتیوں میں شوق و قوت پیدا ہو۔

(۲) غریبوں اور محتاجوں کی مدد کا انتظام کرنا۔ خواہ وہ بہائی ہوں یا غیر بہائی اگر احباب میں سے کوئی خانگی تجارتی یا روحانی تکلیف میں ہو تو وہ محفل روحانی سے مشورہ اور مدد کا طلبگار ہو سکتا ہے۔

(۳) تعلیم و تربیت اور صنعت و حرفت کو ترقی دینا۔ محفل روحانی کا یہ فرض ہے کہ اس بات کا خیال رکھے کہ ہر بہائی بچہ عمدہ تعلیم حاصل کرتا ہے۔

(۴) شریعت بہائی میں تربیت کے لئے محفل روحانی قابل تبلیغین مقرر کرتی ہے تاکہ وہ عمومی جلسوں میں لوگوں کو شریعت سے آگاہ کریں۔ اور

انہیں اس پر چلنے کی تلقین کریں۔ اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو بہائی کہتے ہیں اور احباب سے ملتے جلتے ہیں، مگر منافقت کرتے اور اپنے

قول و قرار کے مطابق نہیں چلتے تو بہائی محفل ایسے لوگوں کے لئے خاص مجالس کا انتظام کرتی ہے جن میں عقلمند۔ سچرہ کار اور صاحب استقلال تبلیغین

انہیں ان کے فریضے سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور ان کی تربیت کرتے ہیں۔

۵۔ روپیہ کی جمع آمدنی اور خرچ { عام مجالس میں کوئی چندہ نہیں لیا جاتا۔ اور نہ عام لوگوں سے چندہ دینے کی درخواست کی جاتی ہے۔ سچے اہل بہار خود بخود چندہ دیتے ہیں۔ محفل روحانی میں ایک جسٹر ہوتا ہے جس میں چندہ دینے والوں کے نام اور رقم لکھی جاتی ہیں۔ چندہ جمع کرنے اور رسیدیں دینے کے لئے وقت مقرر ہے۔ گنتام چندے اکثر دینے جاتے ہیں۔

محفل روحانی اس سرمایہ کے خرچ کا انتظام کرتی ہے کہ کس قدر تبلیغ میں صرف کیا جائے اور کتنا غریب وغیرہ کی مدد کے لئے رکھا جائے۔

۶۔ دعوتوں کا انتظام { محفل روحانی دعوتوں کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرتی ہے۔ احباب کی جماعتیں ہر ۱۵ دن میں ایک دفعہ دعوت دیتی ہیں کمیٹی کے پاس ایک جسٹر ہوتا ہے جس میں دعوتوں کا انتظام لکھا ہوتا ہے جو کوئی دعوت دینی چاہتا ہے وہ کمیٹی سے دن۔ وقت اور جگہ کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ کوئی شخص سال میں تین کوئی زیادہ اور کوئی کم دعوتیں دے سکتا ہے اس کمیٹی کے پاس ایک دوسرا جسٹر ہوتا ہے جس میں ہمانوں کی خاطر تواضع کا انتظام درج ہوتا ہے۔ اگر کسی دن دعوت ہوتی ہے تو کمیٹی، میزبان کو شہر میں باہر سے آنے والے ہمانوں کی تعداد سے آگاہ کرتی ہے۔ اگر میزبان میں ان سب کو مدعو کرنے کی طاقت نہیں تو دوسرے احباب باقی ہمانوں کو مدعو کرتے ہیں۔ شہر کے تمام بہائیوں کی دعوت خاص خاص ٹہواروں پر ہوتی ہے۔ مثلاً نوروز اور عیدِ رضوان پر۔

علاقہ کے سب اہل بہار کی کارروائیاں محفل روحانی کی منظوری سے وابستہ ہیں۔ محفل روحانی ہی وہ مرکز ہے جس سے انوارِ روح چمک کر پھیلتے ہیں جس شہر کی محفل روحانی خالص اور منترہ نہیں اس شہر میں امر ہرگز ترقی نہیں کر سکتا۔ احباب کا فرض ہے کہ وہ محفل روحانی کی ان

تکام ممانعت میں جو اترتے تعلق رکھتے ہیں، اطاعت کریں، محفل روحانی کی ہر مجلس میں وہ لوح پڑھی جاتی ہے جس میں حضرت عبدالہیہ نے محفل روحانی کے فرائض کی تشریح فرمائی ہے۔

محفل روحانی کا انتخاب اس طرح ہوتا ہے کہ انتخاب کے موقع پر سب احباب کے پاس اطلاع بھیجی جاتی ہے۔ تجربہ کار پرانے بہائی لوگوں کو بتاتے ہیں کہ محفل روحانی کے اعضاء کی کیا قابلیت ہونی چاہئے۔ حضرت عبدالہیہ فرماتے ہیں کہ محفل روحانی کے اعضاء کی اولین صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ بیشاق پر ثابت قدم ہے۔ وہ تعلیم یافتہ اور امر سے پوری طرح واقف ہو جس کا چال چلن نیک ہو۔ ایسے لوگ چنے جائیں جو مل کر کام کرنے کے اہل ہوں۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز نہ چنا جائے جو باعث ناچاقی و نااتفاق ہو۔

ٹیو ہار امر بہائی کی جبلی مسرت آفرینی کا اظہار دوران سال میں کئی دعوتوں اور تیو ہاروں کے ذریعے ہوتا ہے۔

۱۹۱۲ء میں اسکندریہ (مصر) میں نوزد پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت عبدالہیہ نے فرمایا :-

” ہر دور و ظہور کے وقت عیدیں، تیو ہار اور تعطیل کے دن عذا کی مقدس شریعت میں مقرر کئے جاتے ہیں۔ ایسے دنوں میں ہر قسم کے کام سجاڑت۔ دستکاری، زناعت وغیرہ ملتوی کر دینے چاہئیں۔ سب مل کر خوشیاں منایاں جلسے کریں، ایک جماعت بن جائیں، تاکہ قومی وحدت، اتفاق و اتحاد سب کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو۔“

چونکہ یہ ایک مبارک دن ہوتا ہے اس لئے اس سے نہ تو بے پروائی برتی جائے اور نہ اسے بھن بھن عیش و تعیش میں گزار کر اس کے ثمرات سے محروم ہونا چاہئے۔ ایسے دنوں میں ایسے ادارات کی بنیاد ڈالی جائے جو لوگوں کے لئے مستقل اور پائیدار فوائد کے باعث ہوں۔

آج کے دن ہدایتِ خلق کے علاوہ اور کوئی بڑا نتیجہ یا ثمر نہیں ہے۔
 حباۃ الہی اس میں شک نہیں کہ ایسے ایام کے موقعوں پر ایسے پائدار رفاہِ عام
 کے کام کیا کریں گے جو صورتِ بہائیوں کے لئے ہی نہیں بلکہ بنی نوعِ انسان
 کے مفاد کے لئے ہوا کریں گے۔ اس حیرت انگیز دور میں رفاہِ عام کے کام
 پلاکسی استثناء کے سب کے لئے ہیں۔ کیونکہ یہ ظہورِ خدا کی رحمانیت کا ظہور
 ہے۔ اس لئے مجھے اُمید ہے کہ امتبای الہی کا ہر فرد کل نوعِ انسان کے لئے
 خدا کی رحمت بن جائے۔“

عیدِ نوروز - عیدِ رضوان - میلادِ حضرت باب و حضرت بہاء اللہ اور روزِ
 اعلانِ حضرت باب و جو حضرت عبدالبہار کے میلاد کا دن بھی ہے) سال میں
 اہل بہار کی عیدیں ہیں۔ ایمان میں ان ایام میں اجلسے الہی باغوں میں محافل
 یا خوشی کی مجلسین کرتے ہیں۔ جن میں روحانی نغمے، نظمیں، الواح و آیات کی
 قرأت اور حسب موقع تقاریر کی جاتی ہیں۔ اٹھارہویں اور انیسویں مہینے کے
 درمیان جو لوند کے دن پڑتے ہیں (یعنی ۲۶ فروری سے یکم مارچ تک)
 ان میں خاص طور پر احباب کی مہمان نوازی اور ضیافت کیجاتی ہے۔ تحفے بھی
 دئے جاتے ہیں۔ غریبوں، بیاروں وغیرہ کی خدمت کی جاتی ہے۔

حضرت باب کی شہادت کا دن اور حضرت بہار اللہ اور حضرت
 عبدالبہار کے صعود کے ایام اہل بہار کے لئے حزون کے دن ہیں
 اور نہایت سنجیدگی سے منائے جاتے ہیں۔ موقع کے مناسب مجالس
 اور تقاریب ہوتی ہیں۔ اور الواح اور مٹا جاتیں پڑھی جاتی ہیں۔

روزے | لوند کے دنوں کی مہمان نوازیوں، دعوتوں اور خوشیوں
 کے بعد ہی انیسواں مہینہ روزوں کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ
 کے اُنس دن روزے رکھے جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے غروب
 آفتاب تک کھانے پینے سے قلعی پھیند کیا جاتا ہے۔ روزوں کا

ہمیشہ چونکہ تحویلِ آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے روزے ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتے ہیں۔ یعنی شمالی کرۂ زمین پر بہار میں اور جنوبی کرۂ زمین پر خزاں میں۔ سخت سردی یا سخت گرمی کے موسم میں جن مہینوں میں بجائے فائدہ کے نقصان ہونے کا احتمال ہے کبھی نہیں آتے۔ علاوہ ازیں تحویلِ آفتاب کے وقت ساری ریلج سکون پر رہتا اور رات قریب قریب برابر ہوتے ہیں۔ یعنی طلوعِ آفتاب ۶ بجے ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب بھی ۶ بجے ہی ہوتا ہے۔

روزہ بچوں۔ بیماروں۔ مسافروں۔ صغیفوں۔ کمزوروں۔ حاملہ اور دود پیتے بچے والی عورتوں پر فرض نہیں۔

اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ یہ میعادِ روزہ داری جو شریعتاً بہانہ نہ نئے فرض قرار دی ہے طیب کی رو سے نہایت مفید ہے۔ بہت سی شہادتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر جس طرح بہانی دعوتوں کی حقیقت صرف اچھی اچھی غذاؤں کا کھانا نہیں بلکہ اس کی حقیقت یاد دہی ہے جو ہماری روحانی غذا ہے۔ اسی طرح بہانی روزے کا مقصد صرف غذا سے پرہیز کرنا ہی نہیں۔ اگرچہ یہ پرہیز تزکیہ نفس میں بہت کچھ مدد دیتا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد نفسانی خواہشات سے پرہیز کرنا اور خدا کے سوا سب سے انقطاع کئی حاصل کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ یاد فرماتے ہیں :-

”روزہ ایک رمز ہے۔ روزہ سے مراد خواہشاتِ نفسانی سے پرہیز کرنا ہے۔ جسم کی روزہ داری اس پرہیز کی ظاہری نشانی اور ایک قسم کی یاد دہانی ہے۔ یعنی جس طرح ایک شخص ایک جسمانی خواہش سے پرہیز کرتا ہے ایسے ہی اس کو نفسانی خواہشات و شہوات سے بچنا چاہئے۔ صرف غذا سے پرہیز کرنا روح پر کوئی اثر نہیں رکھتا۔“

یہ تو صرف ایک نشانی، ایک یاد دہانی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ روزے سے یہ مراد نہیں کہ غذا بالکل ہی نہ کھائی جائے۔ غذا کا بہترین اصول یہ ہے کہ نہ تو مقدار سے زیادہ کھائی جائے اور نہ حد سے کم کھائی جائے، اعتدال لازمی ہے۔ ہندوستان میں ایک فرقہ ہے جو غذا انتہائی درجہ کم کھانے کی مشق کرتے ہیں۔ وہ غذا کو کم کرتے کرتے اتنا کم کر لیتے ہیں کہ وہ قریباً کچھ بھی نہیں کھاتے۔ مگر ان کی قوت اور اک کم ہو جاتی ہے۔ جو شخص غذا کی کمی کے سبب کمزور ہو گیا ہو وہ خدا کی نہ تو دماغی خدمت کر سکتا ہے نہ جسمانی۔ وہ کچھ بھی صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتا۔“ (فارٹنا سٹل ریویو جون ۱۹۱۱ء)

مجالس حضرت عبدالبہار نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ جہاں باقاعدہ مجالس کیا کریں۔ جہاں وہ ایک جگہ جمع ہو کر خدا کی بارگاہ میں سناجات کریں۔ کلماتِ الہی کا مطالعہ اور مذاکرہ اور امر اور نہی کی پیشرفت کے لئے صلاح و مشورت کریں۔ ایک لوح میں لکھتے ہیں:۔ "مشیتِ الہی کا فیصلہ یہ ہے کہ احباب الہی اور امر و نہی کے درمیان اتفاق و اتحاد روز بروز بڑھتا جائے۔ جب تک یہ حالت حاصل نہ ہوگی کسی کام میں بھی کسی اور طرح ترقی نہ ہوگی۔ اتفاق و اتحاد کو بڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ محافلِ روحانی ہیں۔ یہ بات بہت اہم ہے اور آسمانی تائیدات کو جذب کرنے کے لئے مقتناطیس کی مانند ہے۔"

دالواح عبدالبہار، انگریزی، جلد ۱ صفحہ ۱۲۵

اہل بہار کی روحانی مجالس میں سیاسی یا دنیوی معاملات پر بحث و تمحیص سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ احباب الہی کا مقصد عظیم حق و صداقت کا سیکھنا اور سکھانا۔ اپنے قلوب کو محبتِ الہی میں سرشار کرنا

مشیتِ الہی کی اطاعت میں کامل تر ہونا اور خدا کی بادشاہت کو برپا کرنے میں کوشاں ہونا چاہئے۔ ۱۹۱۲ء میں نیویارک کے ایک خطاب میں حضرت عبداللہ نے فرمایا ہے۔

”بہائیوں کی مجالس ملاً اعلیٰ کی محافل ہونی چاہئیں۔ یہ ملاً اعلیٰ کے انوار سے متلذذ ہوں۔ قلوب آئینوں کی مانند ہوں جو آفتابِ صداقت کے انوار کے عکس کو منعکس کریں۔ ہر ایک سینہ ایک تار گھر کی مانند ہو۔ تار کا ایک سر تو جان میں ہو اور دوسرا ملاً اعلیٰ میں۔ تاکہ دونوں کے درمیان تامہ و پیغام ہو سکے۔ اس طرح ملکوتِ الہی کے الہامات نازل ہوں گے۔ اور کامل اتحاد و اتفاق جلوہ گر ہوگا۔۔۔۔۔ جتنا زیادہ اتفاق، اتحاد اور محبت تم میں ہوگی اتنا ہی تائیدِ الہی تمہاری مؤید ہوں گی اور جہاں مبارک حضرت بہاء اللہ کی عون و عنایت تمہاری مدد ہوگی۔“

ایک لوح میں آپ فرماتے ہیں :-

”ان مجالس میں بیرونی ذکر و اذکار ہرگز نہ ہونے چاہئیں آیات و کلماتِ الہی کے پڑھنے اور امر اللہ کے بارے میں معاملات تک ہی گفتگو کی حد ہو۔ مثلاً دلائل کی تشریح ہو۔ ظاہر اور کھلے برائین بیان کئے جائیں اور محبوب العباد کی نشانیاں پیش کی جائیں۔ مجلس میں شامل ہونے والوں کا فرض ہے کہ وہ داخل ہونے سے پہلے نہایت صفا کی حالت میں ملکوتِ الہی کی طرف متوجہ ہو کر نہایت عجز و انکسار کے ساتھ مجلس میں داخل ہوں۔ الواح کی قرأت کے وقت خاموش بیٹھے رہیں۔ اگر کوئی تقریر کرنی

چاہتا ہے تو وہ نہایت ادب کے ساتھ حاضرین کی اجازت
لے کر فصاحت و بلاغت کے ساتھ نکتہ پر کرے۔

مشرق الاذکار حضرت بہاؤ اللہ کا یہ حکم ہے کہ آپ کے پرو
ہر ملک و شہر میں معبد تعمیر کریں۔ اس معبد کا نام
آپ نے مشرق الاذکار رکھا ہے جس کے معنی تعجید و حمد الہی کے
چکنے کی جگہ ہیں۔ مشرق الاذکار ایک نو طرز عمارت ہے جس پر ایک
گنبد ہے۔ تعمیر بناوٹ میں حد درجہ کی خوبصورتی ہے۔ یہ ایک بڑے
بانع میں جس میں فوارے لگے ہوتے ہوں اور پھول او پودے لہلہا
رہے ہوں بنائی جائے گی۔ اس کے ساتھ اور بھی عمارتیں ہونگی جن میں
تعلیمی، خیراتی، معاشرتی اور دیگر ایسے ہی کام ہوا کریں گے تاکہ معبد میں
عبادت کے بالکل ساتھ ساتھ قدرت کے حسن و جمال میں روحانی شغف
ہنرمندی کی قدر اور مجلسی حالات کے بہتر بنانے کا عملی کام بھی ہو۔
ایمان میں اہل بہار کو مشرق الاذکار بنانے کی اپنا اپنا اجازت
نہیں ملی۔ اس لئے پہلی مشرق الاذکار عشق آباد روس میں تعمیر ہوئی۔ دوسری
ولمسٹ میں جو شیکاگو امریکہ کے نزدیک ایک جمیل شہر کے کنارے
پر واقع ہے تعمیر ہو رہی ہے۔ ایک بہت ہی پُر فضا جگہ خریدی گئی ہے۔
نقشے منظور ہو گئے ہیں اور تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس کا نقشہ بنانے والا
سٹر لونی بور جیز ہے۔ اس مغربی اُمّ المعابد کا مختلف الواح میں ذکر فرمایا
ہوئے حضرت عبدالمہیاء لکھتے ہیں۔

ابھرتا کہ اس وقت دنیا کے ہر ملک سے اپنی اپنی حیثیت
کے مطابق امریکہ میں مشرق الاذکار کے فنڈس کے لئے
اعانت متواتر آرہی ہے..... حضرت آدم سے لے کر
آج تک نوع انسان نے ایسی بات کبھی نہیں دیکھی کہ

ایشیا کے دور دراز ممالک سے امریکہ کو اعانت بھی گئی ہو۔ یہ سب کچھ میثاقِ الہی کی قوت کے طفیل ہے۔ الحق یہ بات صاحبانِ بصیرت کی حیرت کا سبب ہو رہی ہے۔ امید ہے کہ احتیاط سے الہی جو امر وی اور حوصلہ سے کام لیں گے اور عمارت کے لئے ایک بڑی رستم فراہم کریں گے.....

..... میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک اپنی مرضی ٹھکے مطابق عمل کرنے کے لئے آزاد رکھا جائے۔ اگر کوئی اور کسی مد میں روپیہ صرف کرنا چاہتا ہے تو اسے کرنے دو۔ اس سے کسی قسم کا تکرار نہ کریں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ اس وقت مشرقِ الاذکار کی تعمیر نہایت اہم بات ہے۔

مشرقِ الاذکار میں نو طرفیں - دروازے - نوآرے راستے - ستون - بائیسے - فرش - برآمدے اور گنبد ہونے چاہئیں۔ شکل و صورت میں دلکش ہو۔ اس عمارت کا راز بہت بڑا ہے مگر یہ اس وقت افشاء نہیں کیا جاسکتا۔

اس وقت اس کی تعمیر نہایت اہم کام ہے۔ مشرقِ الاذکار کے ساتھ ساتھ اور عمارت کا ہونا بھی ضروری ہے جن کے بغیر مشرقِ الاذکار کامل نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور وہ یہ ہیں :-

یہیم بچوں کے لئے سکول - شفا خانہ - اور غراب کے لئے دواخانہ

سے مشرقِ الاذکار کے متعلق مینی سن کے اشعار کا ترجمہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا :-

میں نے خواب دیکھا۔ کہ پتھر پر پتھر رکھتے ہوئے میں نے ایک متبرک عمارت کھڑی کی جو ایک مسجد تھی۔ اور یہ نہ تو مسجد تھی نہ مسجد نہ مگر جاگردہ ان سے زیادہ شاندار اور سادہ تھی۔ اس کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ تاکہ آسمانی نعمت اس میں داخل ہوں۔ اور صداقت۔ امن۔ محبت اور انصاف آئے اور اس میں جلوہ گر اور نمود ہوں۔

(اکبر کا خواب سن ۱۹۹۲ء)

ضعیفوں اور محتاجوں کے لئے گھر۔ اعلیٰ سائنس کی تعلیم کے لئے کالج اور مہمان خانہ۔ اس حکم کے بعد ہر ایک شہر میں ایک عظیم الشان مشرق الاذکار بنائی جائے۔ مشرق الاذکار میں ہر صبح عبادت ہو کر سے گی۔ معبد گاہ میں کسی قسم کا باجہ نہ رکھا جائے گا۔ ساتھ کی عمارتوں میں عیدیں منائی جائیں گی۔ منا جائیں پڑھی جائیں گی۔ مجالس مشاورت ہونگی۔ عام جلسے کئے جائیں گے اور روحانی محافل قائم ہوں گی۔ مگر معبد میں سناجات کی قرأت اور گانے کے ساتھ کوئی ساز نہ بجایا جائے گا۔ تم معبد کے دروازے تمام نوع انسان کے لئے کھول دو۔

جب کالج۔ شفا خانہ۔ مہمان خانہ۔ ملا علاج مرلصیوں کے لئے رہنے کی جگہ۔ اعلیٰ علوم کے حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم اور دوسری رفاہ عام کے لئے عمارتیں بن جائیں گی تو سب اقوام و مذاہب کے لئے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ کوئی فرق و تفاوت کا خط ہرگز نہ کھینچا جائے گا۔ اس میں ہارنگ و جس کی تمیز کے خیرات ہر کسی کو دی جائے گی۔ اس کے دروازے تمام نوع انسان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ کسی کے ساتھ کچھ تہصیب نہ کیا جائے گا۔ سب کے ساتھ محبت کی جائے گی۔ مرکزی عمارت سناجات و عبادت کے لئے مخصوص ہوگی۔ اس طرح دین سائنس کے ساتھ مل جائے گا۔ اور سائنس دین کی کنیز ہو جائے گی اور دونوں مل کر اپنی ماوی اور روحانی برکات کو تمام نوع انسان پر پھانسیں گے۔

حیات بعد الممات | حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں کہ یہ گوشت و پوست کی زندگی، ہماری اصلی ہستی کا درجہ جنین ہے۔ موت ایک نئی پیدائش ہے جس کے ذریعہ انسانی روح ایک بہتر اور آزاد تر زندگی میں داخل ہوتی ہے۔ سنا یا ہے۔

جان لو کہ رُوحِ حسیم سے جدا ہونے کے بعد معبود کرتی ہے
 حتیٰ کہ یہ خدا کی حضوری میں داخل ہوتی ہے ایک ایسی شکل میں
 جو ملکوتِ الہی کی طرح اس کی سلطنت، قوت و قدرت
 کے سایے میں ہمیشہ زندہ و پائیدہ رہے گی۔ اور
 اس سے خدا کے آثار اور اس کی صفاتِ کفصل و
 عنایات نمایاں ہونگی۔ فضلِ الہی کا ہاتھ تب اسے ایک ایسے مقام میں
 باریاب کرے گا جو بیان سے باہر ہے اور جسے صفحہ تہستی کا کوئی متنفس
 سمجھا نہیں سکتا۔ مبارک ہے وہ رُوح جو لوگوں کے توہمات اور شکوک
 سے پاک ہو کر حسیم سے جدا ہوتی ہے۔ الحق یہ خدا کی پاک شہیت کی فضا
 میں خراماں ہوتی ہے اور فردوسِ اعلیٰ میں باریابی پاتی ہے، فردوسِ اعلیٰ کے
 سب فرشتے اس کی تواضع کرتے ہیں اور اُسے گھیر لیتے ہیں، یہ انبیاء
 اور اولیائے الہی کے ساتھ تہستی اور ان سے شرفِ گفتگو حاصل کر کے
 جو کچھ اس پر کائنات کے پروردگار خدا کے امر کی راہ میں وارد ہوا ہوتا ہے
 سناتی ہے۔

اگر کوئی یہ جان لے کہ فرش و عرش کے مالک خداوند خدا کی ملکوت میں
 کیا مقدر کیا گیا ہے تو وہ فوراً اس غیر متبدل، اعلیٰ، پاک و شاندار مقام کی متنا
 میں ہمیشہ سر دھنے، رُوح کی شکل کیا ہوگی یہ نہ تو بیان ہی کی جاسکتی ہے
 اور نہ ہی اس کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ ہر ت بعض باتوں
 کا جاننا ضروری ہے۔ پھمیبہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے اور ان کی
 تربیت کرنے آتے ہیں۔

خدا کی پائیدہ زندگی کی قسم۔ ان ارواح کے انوار ہی لوگوں کی ترقی
 اور قوموں کے ارتقاء کا سبب ہیں۔ وہ وجود کا خمیر ہیں۔ ارواح ہمیشہ
 عالمِ انسانی سے اعلیٰ تھیں اور ہیں۔ اس (دنوی) عالم اور اس عالم میں

وہی فرق ہے جو عالمِ رحم اور اس دنیا میں ہے۔“

(روح مبارک مترجمہ علی قلی خان سنہ ۱۹۲۷ء)

ایسی طرح حضرت عبدالبہار فرماتے ہیں :-

”انسان جن اسرار سے اس دنیا میں بے خبر ہے۔ وہ آسمانی دنیا میں اس پر مشکف ہو جائیگا۔ وہاں وہ اسرار حق سے واقف کیا جائے گا۔ پھر وہ ان لوگوں کو اچھی طرح سے پہچان یا جان سکے گا جن سے ملنا جلتا رہتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مقدس نفوس جو پاک نظر پالیتے ہیں اور بصیرت سے موقن ہوئے ہیں عالمِ انوار میں سب رازات سے سربستہ سے واقف ہو جاتے ہیں اور وہ ہر ایک بزرگ کی حقیقت کو دیکھنے کے فضل کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں خدا کے جمال ظاہر ظاہر مشاہدہ کریں گے۔ اسی طرح وہ موجودہ اور گزشتہ اولیاء اللہ سے ملا اعلیٰ میں ملاقات کریں گے۔“

انسانوں میں فرق و امتیاز اس فانی دنیا کو چھوڑنے پر قدرتاً نمایاں ہو جائے گا۔ مگر یہ امتیاز مکانی نہیں بلکہ روحانی اور ایمانی ہوگا۔ کیونکہ ملکوت الہی زمان و مکان سے مقدس ہے۔ یہ ایک دوسری دنیا اور دوسری کائنات ہے۔ آپ کامل یقین سے یاد رکھیں کہ عالمِ بالا میں روحانی احساں ایک دوسرے کو ملیں گے اور وہ ایک روحانی بلاپ اور استناد کے مستحق ہونگے اسی طرح وہ محبت جو ایک نے دوسرے کے ساتھ کی ہوگی عوالم ملکوت میں محو نہ ہوگی۔ اور جو زندگی اس مادی دنیا میں گزار رہی ہے وہ بھی فراموش نہ ہوگی۔“

(الواح عبدالبہار، انگریزی جلد اول صفحہ ۲۰۰)

حضرت بہار اللہ و حضرت عبدالبہار بہشت و بہشت دوزخ

دوزخ کے بارے میں ان بیانات کو جو بعض

قدیم ادیان کی آسمانی کتابوں میں دیتے ہوئے ہیں۔ مثلاً بائبل میں

پیدائش کا بیان) لفظی نہیں بلکہ کشمکش اور معنوی بیانات سمجھتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات کے مطابق بہشت حالت کمال اور دوزخ حالت نقص ہے۔ بہشت مشیت الہی اور بندگان الہی کے ساتھ موافقت اور دوزخ ناموافقت ہے۔ بہشت روحانی زندگی کا نام ہے اور دوزخ روحانی موت ہے۔ جسم میں رہتے ہوئے بھی انسان بہشت یا دوزخ میں رہ سکتا ہے۔ بہشت کی خوشیاں روحانی خوشیاں ہیں اور دوزخ کا عذاب ان خوشیوں سے محروم رہنا ہے۔ حضرت عبدالہبار فرماتے ہیں:-

”عیب انسان نور ایمان کے ذریعے گناہوں کی تاریکی سے نجات پاتے ہیں اور آفتابِ صداقت کے انوار سے منور ہو کر تمام نیکیوں سے مشرف ہو جاتے ہیں تو وہ اسے بہت بڑا اجر سمجھتے اور اسے حقیقی بہشت خیال کرتے ہیں۔“

”اسی طرح وہ جانتے ہیں کہ روحانی سزا، نفس و طبیعت کے ماتحت رہنا، خدا سے محبوب ہونا، ظلم و جہالت کی حالت میں رہنا، نفسانی خواہشات کا غلام بننا، حیوانی خواہشات میں غلطاں ہونا، بُری صفات سے متصف ہونا۔ یہ سب سے بڑی سزا اور بدترین عذاب ہیں۔“

”اس جہان کے اجر وہ کمالات اور اطمینانِ قلب ہے جو اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد عوالمِ روحانی میں حاصل ہوتا ہے..... ملکوت الہی میں روحانی عنایات اور روحانی برکات۔ جان و دل کی تناؤں کا حصول اور عالمِ بقا میں بقا سے الہی کا فوز۔“

”اسی طرح اس جہان کا عذاب، خدا کی خاص خاص برکات اور فضلِ مطلق سے محرومیت اور سستی کے سست ترین درجات میں تنزل کرنا ہے۔ جو نفس ان عذابی عطیات سے محروم رہتا ہے اگرچہ وہ موت کے بعد زندہ رہتا ہے مگر اہل حق اسے مردوں میں محسوب

کرتے ہیں۔“

”اِس دُنیا کی دو لمبندی خُدا کا قُرب ہے۔ پس یہ یقینی ہے کہ وہ جو بارگاہِ الہی کے قریب ہیں شفاعت کرنے کے مجاز ہیں۔ اور یہ شفاعت خُدا کے حضور میں مقبول ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کی حالت جو گناہ اور بے ایمانی کی حالت میں مرے ہوں بدل جائے یعنی خُدا کے فضل کے ذریعے وہ مغفرت حاصل کر لیں۔ اِس کے بدل کے ذریعے نہیں۔ کیونکہ فضل یہ ہے کہ بلا استحقاق دیا جائے۔ اور بدل یہ ہے کہ جس کا سحق ہو وہ پائے۔ جس طرح ہم یہاں اِن نفوس کے لئے دُعا مانگنے پر قادر ہیں اِسی طرح اِس دُنیا میں بھی جو ملکوتِ الہی ہے ہمکو یہ طاقت ملتی ہوگی اِس لئے اِس دُنیا میں بھی وہ ترقی کر سکتے ہیں جس طرح اِس دُنیا میں تضرع و زاری سے وہ نور حاصل کر سکتے ہیں اِسی طرح وہ اِس دُنیا میں بھی مغفرت مانگ سکتے ہیں اور دُعا و تضرع کے ذریعے نور حاصل کر سکتے ہیں۔“

”اِس دُنیا کو چھوڑنے سے پہلے اور بعد ہر دو حالتوں میں کمالات میں ترقی ممکن ہے مگر رتبہ میں نہیں۔ ایک کامل انسان سے بڑھکر کوئی ہستی اعلیٰ و افضل نہیں۔ مگر اِس حالت میں بھی پہنچکر انسان کمالات میں ترقی کر سکتا ہے۔ رتبہ میں نہیں۔ کیونکہ کامل انسان سے بڑھکر کوئی رتبہ نہیں جس میں وہ جاسکتا ہو۔ وہ صرف رتبہ انسان میں ہی ترقی کرتا ہے۔ کیونکہ انسانی کمالات لا محدود ہیں۔ ایک انسان کتنا ہی عالم کیوں نہ ہو مگر ہم اِس سے بھی بڑھکر عالم کا تصور کر سکتے ہیں۔ پس چونکہ ترقیات انسانی نامتناہی ہیں۔ اِس لئے انسان اِس دُنیا میں بھی کمالات میں ترقی کر سکتا ہے۔“

دمفادعات عبد البہار (انگریزی) صفحہ ۲۵۹ سے ۲۶۴ تک

ہر دو عوالم کی وحدت [حضرت بہار اللہ نے جس وحدتِ عالم انسانی

جسمانی نہ تھی بلکہ ایک کیفیت روحانی تھی۔ اس قسم کے
مخابرات حقیقی ہیں اور انسان کی عقول و افکار پر عجیب و غریب
اثر ڈالتے ہیں اور ان قلوب میں بہت بڑا جذب و
انجذاب پیدا کرتے ہیں۔ "رہنما" عبد البہار انگریزی (صفحہ ۲۹۰ سے ۲۹۲ تک)
ماورائے فطرت لفسانی قوی کی حقیقت کو دہانتے ہوئے آپ ان کی پیش
از وقت نشوونما میں چیری کوششوں کو مذہب قرار دیتے ہیں۔ یہ قوتیں
جب وقت آئے گا تو خود بخود ظاہر ہو جائیں گی۔ بشرطیکہ ہم روحانی ارتقا
کے اس راستے پر چلیں جو انبیاء نے ہمارے لئے تیار فرمایا ہے۔
آپ فرماتے ہیں :-

اس دنیا میں روحانی طاقتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنا،
اس دنیا میں روح کی حالت میں خلل انداز ہوتا ہے۔
یہ قوتیں حقیقت رکھتی ہیں مگر عموماً اس دنیا میں ان کا کوئی
عمل نہیں۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی آنکھیں بھی ہیں
کان بھی ہیں۔ ہاتھ بھی ہیں۔ پاؤں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ نگدہ
کچھ کام نہیں کرتے۔ اس مادی دنیا کی زندگی کا کل مقصد
یہ ہے کہ عالم حقیقت میں قدم زن ہوں۔ جہاں یہ قوتیں
عمل پیرا ہوں گی۔ یہ طاقتیں اس دنیا سے علاقہ رکھتی ہیں۔
(دس بکٹوں کے نوٹوں سے جو حضرت عبد البہار نے نظر ثانی فرمائے)

ارواحِ رفتگان سے ات چیت کرنے کی کوشش بہت اسی سے
نہ کرنی چاہئے اور نہ ہی یہ اپنے بے ہودہ شوق کو پورا کرنے کے لئے
کی جانی چاہئے۔ مگر ہودہ کے ایک طرف کے لوگوں کا دوسری طرف
کے لوگوں سے محبت رکھنا اور ان کے لئے دعا مانگنا فرض بھی ہے۔
اور استحقاق بھی۔ متوفیوں کے لئے دعا مانگنے کا فرض بہانیوں پر عائد ہے۔

حضرت عبدالہیاء فرماتے ہیں :-
 " موثر شفاعت کرنے کا افضل 'مظاہر الہی اور اولیاء اللہ کے
 کمالات میں سے ایک کمال ہے۔ حضرت مسیح کو اس دنیا
 میں ہوتے ہوئے اپنے دشمنوں کی مغفرت کی شفاعت
 کی قوت حاصل تھی۔ اور وہ اب بھی اس قوت کے یقیناً
 مالک ہیں۔ عبدالہیاء کبھی کسی وفات پائے ہوئے شخص کا نام نہیں لیتے
 جس کے نام کے ساتھ وہ یہ نہ کہتے ہوں کہ "خدا اُسے بخشے" انبیاء
 کے پیروں کو دوسروں کی بخشش کے لئے دعا مانگنے کا حق حاصل ہے
 اس لئے ہمیں ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ کوئی روح محض خدا کو نہ
 جاننے کے سبب ہمیشہ کے عذاب یا نقصان اٹھانے کی مجرم گردانی
 گئی ہے۔ ان کے لئے موثر شفاعت کی قوت ہمیشہ رہی ہے.....
 اس دنیا کے امیر بھی مفلسوں کی ایسی ہی مدد کر سکتے ہیں جیسے اس دنیا
 کے امیر اس دنیا کے مفلسوں کی کر سکتے ہیں۔ ہر عالم میں سب کے سب
 خدا کی مخلوق ہیں۔ سب کا سہارا وہی ہے۔ وہ کبھی اس کے بغیر نہ تو رہے
 ہیں اور نہ رہ سکتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا کے آگے فقیر ہیں اس لئے وہ جس قدر
 مانگتے ہیں اور دعا و تضرع کرتے ہیں اسی قدر وہ امیر بنتے جاتے ہیں۔
 ان کی تجارت، ان کی دولت کیا ہے؟ اس دنیا میں مدد اور امداد کیا ہے؟
 شفاعت، وہ ارواح جنہوں نے نشوونما نہیں پائی پہلے تو ان کی دعا و
 تضرع سے ترقی حاصل کرتی ہیں جو روحانی دولت کے مالک ہیں۔ پھر وہ
 اپنی تضرع و زاری سے ترقی کرتی ہیں۔ گامدیس ای۔ جے۔ روزننگ سے گفتگو (۱۹۰۴ء)

پھر آپ نے فرمایا :-

"ان لوگوں کی صفات جو صعود کر چکے ہیں ان لوگوں سے مختلف ہیں جو ابھی
 تک اس دنیا میں ہیں۔ مگر دونوں میں کوئی حقیقی جدائی نہیں۔ دعائیں دونوں

کی حالت کیساں ہے۔ اس لئے جس طرح وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہیں
تم بھی ان کے لئے دعا کرو۔ ” (عبداللہ لادن میں صفحہ ۹۷)
جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ کیا محبت اور ایمان کے ذریعے ان لوگوں
کو اس ظہورِ اعظم کی خبر دینا ممکن ہے جو اسے سننے بغیر فوت ہو چکے ہیں؟
آپ نے فرمایا:-

بے شک خلوص سے مانگی ہوئی دعا ہمیشہ اثر رکھتی ہے اور
اس دنیا پر تو اس کا بہت ہی بڑا اثر پڑتا ہے۔ ہم ان سے جو
اس دنیا میں ہیں کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اصلی اور سچا اثر اس
دنیا میں نہیں بلکہ اس دنیا میں ہوتا ہے۔ ”
(دیری مین ورڈ ورڈ کے ونٹ پیرس سلسلہ ۷)

حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں:-
” اس شخص کے لئے جو اس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے جیسا
اسے حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً اعلیٰ۔ اہل حقیقت مکتبہ۔ اور سربراہ عظمیت
کے رہنے والے خدا سے عزیز و جمیل کے حضور میں دعا مانگتے
رہتے ہیں۔ ” (دوح سترجہ علی تلی خان)

جب حضرت عبدالبہا سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض اوقات
دل کا طبعی میلان کسی ایسے دوست کی طرف ہو جاتا ہے جو اس دنیا سے
گذر چکا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:-

” خدا کی خلق کا یہ ایک قانون ہے کہ کمزور ہمیشہ طاقتور کا سامرا
ڈھونڈتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ جس کی طرف تمہارا دل
لگتا ہے خدا کی قوت اور تمہارے درمیان واسطہ ہوں جس
طرح اس دنیا میں تھا۔ مگر روح اللہ تمہاری تنہا تمام انسانوں کو
طاقت دیتی ہے۔ ” (عبداللہ لادن میں صفحہ ۹۷)

عدم وجود شر

بہائی فلسفے کے مطابق توحید الہی کے اصول کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حقیقی شر کا وجود ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ محیط صرف ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اور بھی قوت ہوتی جو اس واحد کے خلاف یا اس سے باہر ہوتی تو واحد محیط نہیں ہو سکتا جس طرح اندھیرا روشنی کے نہ ہونے یا کم ہونے کو کہتے ہیں اسی طرح شر یا بدیہی نیکی کے نہ ہونے یا کم درجہ میں ہونے کو کہتے ہیں۔ شر برآدی وہ ہے جس کی فطرت کا اوجھا پہلو ابھی ناقص ہے۔ اگر وہ خود غرض ہے تو شر اس کے اپنے آپ سے محبت کرنے میں نہیں۔ کیونکہ محبت خواہ کسی رستم کی ہو حتیٰ کہ اپنے آپ سے محبت بھی نیک اور آسانی ہے۔ شر اس میں ہے کہ وہ اپنے آپ سے ایسی ناقص۔ نا کافی اور حنظل آفریں محبت رکھتا ہے اور خاصک اس میں کہ وہ خدا اور اس کے بندوں کو اس قدر کم پیار کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس سے زیادہ نہیں سمجھتا کہ وہ اعلیٰ رستم کا حیوان ہے۔ اور اپنی حماقت سے اپنی ادنیٰ فطرت کو ایسے ہی پلوستا ہے جیسے ایک پالتو گتے کو پلوستے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گتے کے پلوسنے میں تو اتنے برے نتائج پیدا نہیں ہوتے جتنے اپنی نفسانی خراہشات کے پلوسنے میں پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہیاء ایک لوح میں فرماتے ہیں:-

آپ کا یہ قول کہ عبداللہیاء نے بعض احباب سے کہا ہے کہ شر کا کوئی وجود نہیں بلکہ یہ ایک عدم محض ہے بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ سب سے بڑا شر انسان کا گمراہ ہونا اور حق سے محبت رہنا ہے۔ ضلالت ہدایت کے نہ ہونے کا نام ہے۔ تاہم عدم روشنی کو کہتے ہیں۔ جہالت عدم علم کا نام ہے۔ اندھا پن بینائی کے نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اور

بہر اپن عدم سماعت کا نام ہے۔ پس صلاحت۔ اندھاپن۔
بہر اپن۔ اور جہالت غیر وجودی چیزیں ہیں۔
پھر آپ فرماتے ہیں :-

فطرت میں شر بالکل نہیں۔ نیکی ہی نیکی ہے۔ جتنی کہ بعض
صفات و عادات جو بُری ہیں اور بعض لوگوں کی خصلت میں
قدرتی طور پر پائی جاتی ہیں یہ بھی حقیقت میں بُری نہیں ہوتیں
مثلاً ایک دودھ پیتا بچہ ماں کے پستان سے دودھ
پیتے وقت حرص ظاہر کرتا ہے۔ غصہ اور غضب اس سے
ظاہر ہوتا ہے۔ پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ نیکی و بدی انسان کی
خلق میں موجود ہے اور یہ خیر مہن اور فطرت کے منافی ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ حرص جس کا مطلب زیادہ کی خواہش کرنا
ہے اگر اپنے موقع پر استعمال کی جائے تو ایک اچھی صفت
ہے۔ مثلاً انسان اگر علم و معارف کے حاصل کرنے میں حرص
کرسے یا رحم و مروت و عدالت کرنے میں حرص کرے تو یہ
بہت مدوح صفت ہے۔ اور اگر ظالموں پر جو پھاڑ کھانیوالے
بھیڑیوں کی مانند ہیں تہر و غضب کرے تو یہ بہت قابل تعریف
صفتیں ہیں۔ پر اگر وہ ان صفات کو بے موقع و محل استعمال
کرتا ہے تو یہ بہت مذموم ہیں۔ و علیٰ هذا القیاس
انسان کی سب ذاتی صفات کا جو زندگی کا سرمایہ ہیں یہی
حال ہے۔ اگر ان کا بے موقع و محل استعمال کیا جاتا ہے تو وہ
مذموم ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ وجود و ایجاد میں قطعاً شر

موجود نہیں ہے۔ (مفاوضات عبد البتار انگریزی، صفحہ ۲۵۰) نما
زندگی کے نقص کا نام شر ہے۔ اگر انسانی طبیعت کی اونی جانب کی نشوونما

ناموزوں طریقہ پر ہونی سے تو علاج یہ نہیں کہ اس جانب کو مردہ کرنے کی
 کوشش کی جائے بلکہ علاج یہ ہے کہ اعلیٰ جانب میں زندگی اور حرکت کو
 بڑھایا جائے تاکہ دونوں کا توازن اعتدال پر آجائے۔ حضرت مسیح فرماتے
 ہیں۔ "میں آیا ہوں کہ تم زندگی پاؤ اور خوب جی بھر کر پاؤ، اسی کی ہم سب کو
 ضرورت ہے۔ زندگی۔ بھرپور زندگی جو درحقیقت زندگی ہو۔ حضرت پیاد اللہ
 کا پیغام بھی وہی ہے جو حضرت مسیح نے دیا تھا۔ فرمایا ہے :-
 "ہر جگہ کے دن یہ بندہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ دنیا کو
 زندہ کرے۔" (لوقا ۱۰: ۱۰)

اپنے پیروں سے آپ فرماتے ہیں :-

"آؤ تاکہ ہم تمہیں دنیا کو زندگی دینے والا بنائیں"

(لوقا ۱۰: ۱۰ کے نام)

بارہواں باب

مذہب و سائنس

حضرت علیؑ جو حضرت محمدؐ کے داماد تھے فرماتے ہیں :-
 جو بات علم کے مطابق ہے وہ دین کے مطابق بھی ہے
 جو بات انسان کی عقل سلیم میں نہ آئے۔ دین اُسے
 قبول نہ کرے۔ دین اور سائنس ساتھ ساتھ ہیں۔ اور جو
 دین علم کے خلاف ہے وہ سچا نہیں۔
 (مداہبہا کی گفتگو ہاتے پیرس)

آویزش کی وجہ کی غلطی ہے
 حضرت پیار اللہ کی بنیادی تعلیمات میں سے
 ایک تعلیم یہ ہے کہ حقیقی علم اور حقیقی دین ہمیشہ
 توام ہیں۔ حقیقت واحد ہے۔ اور جب آویزش پیدا ہوتی ہے تو یہ
 صداقت کے سبب سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی تہ میں غلطی ہوتی ہے
 مدت العمر سے نام نہاد دین اور نام نہاد سائنس یا علم میں سخت آویزش
 رہی ہے۔ ہاں اگر ہم حقیقت کی روشنی میں ان پر غاشوں پر ایک غائر نظر
 ڈالتے ہیں تو ہر موقع پر ہم پاستے ہیں کہ ان کا سبب ہمیشہ جمالت
 لغضب۔ غرور۔ حرص۔ تنگ نظری۔ ضد۔ تحمل کی کمی۔ یا اسی قسم کی کوئی

اور چیز ہوتی ہے جو علم اور دین دونوں کی حقیقی روح سے سُن تک بھی نہیں رکھتی۔ کیونکہ ہر دو کی روح واحد ہے۔ ہکسے کا قول ہے:-

” فلا سفروں کے بڑے بڑے کام اُن کی عقل و فہم کا نتیجہ اتنا نہیں ہوتے جتنا کہ اُن کے اُلوہ کی وہی قوت کی راہنمائی کے ہوتے ہیں۔ صداقت اُن کی منطقی قوت سے جیتی نہیں گئی۔ بلکہ اُن کے صبر۔ اُن کی محبت۔ اُن کی کچھتی اور اُن کی نفس کشی نے اسے حاصل کیا ہے۔“

بولے جو ایک بہت بڑا ریاضی کا عالم و فاضل تھا، میں یقین دلاتا ہوں کہ علم ہندسہ کا قیاس حقیقت میں ایک دعائیہ عمل ہے یعنی ایک محدود عقل، لا محدود ہستی سے الٹا کرتی ہے کہ اسے محدود تفکرات میں روشنی بخشتی جائے۔“

دین اور علم کے بڑے بڑے پیروروں نے کبھی ایک دوسرے کے خلافت زبان نہیں ہلائی۔ یہ اِن مرثیان عالم کے نالائق پیرو ہوتے ہیں جو اُن کی تعلیم کے معانی کی نہیں بلکہ لفظوں کی پرستش کرتے ہوئے بعد کے آنے والے پیروروں کو ستاتے اور ترقی کی سخت ترین مخالفت کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی ایک وحی الہی کا جسے وہ بہت مہرک سمجھتے ہیں مطالعہ کیا ہوتا ہے اور اس کی خصوصیتوں اور خوبیوں کو اپنے محدود خیال کے مطابق نہایت غور و توجہ سے سمجھا ہوتا ہے اور وہ صرف اسی کو حقیقی نور سمجھتے ہیں۔ اگر خدا اپنے لا محدود فضل سے کسی دوسری جگہ اس سے بڑھ کر روشنی بھیجتا ہے اور مشعل وحی ایک نئے مشعل بردار کے ہاتھ میں پہلے سے زیادہ چمک اور روشنی کے ساتھ روشن ہوتی ہے تو بجانے اس کے کہ وہ اس نئی روشنی کا خیر مقدم کریں۔ اور کل انوار اور روشنیوں کے مالک خدا کے از سر نو

شکر گزار ہوں وہ غضب سے بھر جاتے ہیں اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ نئی روشنی جیسا وہ سمجھے ہوتے ہیں اس کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس میں نہ تو وہ کٹر پنے کا رنگ ہوتا ہے اور نہ وہ اس جگہ سے چلتی ہے جو انہوں نے اپنے کٹر خیال میں سمجھی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کے بچھانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگوں کو گمراہ کر دے اور انہیں کفر کی راہوں میں لیجائے انبیاء کے اکثر دشمن اس قسم کے ہوتے ہیں یعنی انہوں کے اندھے رہنا جو اپنی سکر صداقت کی تائید میں تھی اور کامل تر صداقت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک دوسرا گروہ ان کی زیادہ ذلیل تر ہوتا ہے جو خود غرضانہ مفاد کی خاطر حق کے خلاف جنگ کرتا ہے۔ یا روحانی موت و افسردگی کے سبب ترقی کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے۔

انبیاء کو ایذا دینا | جتنے بڑے بڑے انبیاء ہوئے ہیں ان کی آمد پر لوگوں نے ان سے استہزاء کیا اور انہیں جھٹلایا۔ ان انبیاء اور ان کے اولین پیروں نے ظالموں کے ظلم سے اور اپنی جانیں اور اپنے مال خدا کی راہ میں نثار کر دیئے۔ حتیٰ کہ ہمارے اس زمانے میں بھی ایسا ہی ہوا۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر آج تک ایران میں کئی ہزار باہیوں اور بہانیوں نے اپنے ایمان کی خاطر سخت سے سخت موت برداشت کی۔ اور اس سے بھی زیادہ تعداد نے قید۔ جلاوطنی۔ افلاہیں اور ذلت کو پسند کیا۔ اپنے ماقبل کے ادیان سے اس نئے دین اعظم نے کہیں بڑھکر خون کا پتھرا پیا ہے۔ اور آج تک اس کے مانتے والے شہید کئے جا رہے ہیں۔

علمائے سائنس کے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہے۔ جو رڈانو پروٹون کو

سترہ میں کفر کا فتویٰ لگا کر زندہ جلا دیا گیا۔ کیونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ زمین
 سورج کے گرد گھومتی ہے۔ اس واقعے کے ٹھوڑے ہی عرصے بعد
 کہن مشق فلاسفر گیلیلو کو گھنٹوں کے بل گر کر اس اعتقاد سے توبہ
 کرنی پڑی تاکہ اس کا بھی وہی شرنہ ہو جو ہرونو کا ہوا تھا۔ بعد کے
 زمانہ میں ڈارون اور موجودہ زمانہ کی جیا لوجی کے اول معلمین پر بڑے
 شد و مد سے کفر کے فتوے لگائے گئے۔ کیونکہ انہوں نے مقدس کتاب
 کی اس تعلیم پر اعتراض کئے تھے کہ دنیا چھ ہزار سال ہوئے چھ دن میں
 بنائی گئی تھی۔ مگر سائنس کی نئی صداقتوں کا دشمن آپ صرف کلیسیا ہی
 نہیں ہے۔ جس طرح دین کے کٹر لوگوں نے دشمنی اور مخالفت کی اسی
 طرح سائنس کے کٹر علماء نے بھی کی۔ کولبس کے معصر نام نہاد علماء
 سائنس نے اس کی ہنسی اڑائی اور اس کی سجاوید کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔
 انہوں نے اپنی اطمینان کے لئے اس بات کی دلیلیں پیش کیں کہ اگر
 جہاز ہاتھ میں زمین کے اس طرف پہنچ بھی گئے تو ان کے لئے دس
 آنا ناممکن ہوگا۔ گالوانی کی جو علوم برقی ڈائیگرام سائنس کا اولین
 معلم تھا اس کے معصر علماء نے ہنسی اڑائی اور اس کا نام مینڈک تلنے
 والا قلندر رکھا تھا۔ ہاروے جس نے دوران خون کا اکتشاف کیا اپنے
 اس کفر کے سبب اپنے ہم پیشہ ساتھیوں کا نشانہ استہزاء اور بد
 ایذا بنا اور مسند تعلیم سے الگ کر دیا گیا۔ جب سٹیونسن نے ریل کا انجن
 ایجاد کیا تو اس زمانہ کے یورپین ریاضی دانوں نے بجائے اس کے
 کہ اپنی آنکھیں کھولتے اور حقایق کا مطالعہ کرتے عرصہ دراز تک بڑے
 اطمینان کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ چکنی اور ہموار پٹری
 پہ چلنے والا انجن بوجھ ہرگز نہ کھینچ سکیگا۔ کیونکہ پتے چکر کھاتے رہینگے
 اور گاڑی آگے نہ چل سکے گی۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں قدیم و جدید

حتیٰ کہ ہمارے زمانے کی تاریخ سے دی جاسکتی ہیں۔ ڈاکٹر ضامنات
موجد اسپرٹو کو بھی اپنی حیرت انگیز بین الاقوامی زبان کی خاطر اسی مشہور
حقارت اور حماقت آمیز روشنی کا سامنا کرنا پڑا۔ جو کہ لمبے گالوانی
اور سٹیولسن کے حصہ میں آئی تھی۔ اسپرٹو کو بھی جو زمانہ حال یعنی ۱۹۴۲ء میں
دنیا کو دی گئی تھی، شہیدوں کا خون دینا پڑا۔

مگر پچھلی نصف صدی سے دنیا کی فضا و خیال
طلوعِ موافقت | میں ایک تبدیلی واقع ہو گئی۔ ایک نیا آفتاب

حقیقت طلوع ہوا ہے۔ جس کی روشنی میں گذشتہ صدی کی آویز پھین
اور بحث و تھیس بوسیدہ دکھائی دے رہی ہیں۔ کہاں ہیں اب وہ ڈبلیس
مارنے والے مادہ پرست اور خود رائے دہریے اور ناسٹک جو چند
سال پہلے دین کو دنیا سے نکال دینے کی دہکیاں دیا کرتے تھے؟
وہ علمائے دین اور واعظین کیا ہوئے جو بڑی شد و مد اور یقین کے ساتھ
ان لوگوں کو جو ان کے اعتقادات کو نہ مانتے تھے دوزخ کی آگ کے پیر
کیا کرتے تھے اور جہنم کے عذاب میں دھکیلا کرتے تھے؟ ان کے شور و غل
کی توجیح اب بھی کبھی بھی ہمارے کان میں آتی ہے۔ مگر ان کی چاندنی ماند
پڑتی جا رہی ہے اور ان کے اعتقادات کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ اب ہمیں
صاف دکھائی دے رہا ہے کہ وہ اعتقادات جن پر وہ بہت تلخی اور تری
کے ساتھ بحث کیا کرتے تھے نہ تو حقیقی دین سے ہی نکل رہے تھے اور نہ
حقیقی علم سے۔ کون سا اہل سائنس اس وقت ایسا ہے جو موجودہ علم النفس
کی تحقیقات کی روشنی میں پہنچنے کی جرأت رکھتا ہو کہ "دماغ، خیال کو وہی
طرح پیدا کرتا ہے جس طرح جگر صفرا پیدا کرتا ہے"؟ یا یہ کہ جسم کے انحطاط
کا لازمی نتیجہ روح کا انحطاط بھی ہے۔ اب ہم خوب سمجھتے ہیں کہ اگر خیال
کی آزادی حقیقی منظر ہے تو اسے نفسانی اور روحانی عوامل میں بھی ملتے جلتے

ہونا چاہئے۔ اور صرف مادی فضا تک ہی محدود نہ رہنا چاہئے۔ اب ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ نیچر کے پارے میں ہمارا علم ایسا ہی ہے جیسے کندر میں سے ایک قطرہ اور اچھی ہمیں بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ اس لئے ہم تجربات کے ارکان کا علی الاعلان اعتراف کرتے ہیں۔ نیچر کے قوانین کی شکست کے معنوں میں نہیں بلکہ ان معنوں میں کہ یہ ان نازک اور پوشیدہ قوتوں کے عمل کے مظاہرے ہیں جو ابھی تک ہمارے علم سے بالا ہیں۔ جس طرح توجہ برق اور شعاع راہنجی ہمارے آباؤ اجداد کے علم سے بالا تھیں۔

دوسری طرف ہمارے سربراہ علما نے دین میں سے کون ایسا ہی جواب تک یہ کہنے کی دلیری کرتا ہو کہ نجات پانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات پر کامل یقین رکھیں کہ دنیا چھ دن میں بنائی گئی تھی یا یہ کہ مصر کی وبادوں کا جو بیان کتاب خروج میں دیا گیا ہے لفظ بلفظ صحیح ہے یا کہ سورج آسمانوں میں کھڑا ہو گیا تھا۔ (دوسرے لفظوں میں زمین نے اپنی حرکت محوری بند کر دی تھی) تاکہ یسوع نبی اپنی دشمنوں کا تعاقب کر سکے۔ یا یہ کہ اگر کوئی شخص سینٹ اتھانسیوس کے عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ بلاشبہ ہمیشہ کے لئے معدوم ہو جائے گا، اس قسم کے اعتقادات رسمی طور سے تو دہرائے جاسکتے ہیں مگر ان کے لفظی معنوں کو کون مانتا ہے اور وہ بھی بغیر شک و شبہ۔ ان اعتقادات کی قدر لوگوں کے دلوں سے بالکل اٹھ گئی ہے اور جو کچھ تھوڑی بہت ہے وہ بھی اٹھ رہی ہے۔ اہل سائنس کا دنیا سے دین پر بہت بڑا احسان ہے جنہوں نے ان دقیانوسی اعتقادات کی دھجیاں اڑانے میں مدد دی اور حقیقت کو بے نقاب سامنے آسنے دیا۔

مگر دنیا سے سائنس سچے اولیا و اصفیاء کی اس سے بھی زیادہ

زیر بار احسان ہے جنہوں نے اچھی بڑی ہر حالت میں اپنے روحانی تجربات کے جان بخش حقائق کا دامن نہ چھوڑا اور ایک ڈھلے بھلے یقین دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ زندگی صرف کھانے پینے کا نام نہیں اور یہ کہ غیب، شہود سے کہیں اعلیٰ و بالا ہے۔ یہ اہل سائنس اور اولیاء بہاروں کی اونچی چوٹیوں کی مانند تھے۔ جنہوں نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی پہلی کرنوں کو حاصل کر کے سچلی دنیا پر منعکس کیا۔ اب آفتاب طلوع ہو گیا ہے اور اس کی کرنیں سب دنیا کو نور سے بھر رہی ہیں۔ حضرت بہار اللہ کی تعلیمات میں حقیقت کی شاندار نقاب کشائی کی گئی ہے۔ جو ان قلوب و عقول کو اطمینان بخشتی ہیں جن میں دین اور علم کی وحدت جلوہ آ رہی ہے۔

تحریری حقیقت یا صداقت کی تلاش کا جو طریقہ تعالیم ہیامیہ میں بتایا گیا ہے اس سے علم و دین کے کمال اتحاد کی شہادت پوری طرح ملتی ہے۔ اگر انسان صداقت کی تلاش بلا رکاوٹ کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ تمام تعصبات سے منقطع ہو جائے۔ حضرت عبدالبہاد فرماتے ہیں:-

”صداقت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ہر قسم کے تعصبات اور اپنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے خیالات کو چھوڑ دیں۔ ایک قبول کرنے والا اور کشادہ دل لازمی ہے اگر ہمارا پیالہ نفس سے پر ہے تو زندگی کے پانی کی اس میں گنجائش نہیں۔ ہمارا اپنے آپ کو سمجھ اور سب دوسروں کو غلط خیال کرنا اتحاد کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اور صداقت حاصل کرنے کے لئے اتحاد کی محنت ضرورت ہے۔ کیونکہ صداقت واحد ہے۔

..... ایک صداقت کبھی دوسری صداقت کو رو نہیں کرتی۔ روشنی خواہ

کسی لمپ سے ظاہر ہو چھی ہے۔ گلاب کا پھول خواہ کسی باغ میں کھلے
خوبصورت ہے۔ ستارہ خواہ مشرق سے چمکے یا مغرب سے ایک
ہی چمک رکھتا ہے۔ تعصب کو چھوڑ دو پھر تم آفتاب حقیقت کے گرویدہ
ہو جاؤ گے۔ خواہ یہ کسی بھی آفتاب سے طلوع ہوا ہو۔ ہمیں اس بات کا احساس
ہو جائے گا کہ اگر صداقت کا خدائی نور لیسوع مسیح میں چمکا تھا تو یہ موسیٰ اور
بدھ میں بھی روشن ہوا تھا یہی تحریر حقیقت کا مطلب ہے۔

اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ہم ان تمام باتوں سے نظر ہٹالیں جو
ہم نے آج تک سیکھی ہیں۔ کیونکہ وہ صداقت کی راہ میں ہماری سدراہ ہوں گی
اگر ہمیں یہ ضرورت پڑے کہ ہم نئے سرے سے پھر تعلیم حاصل کریں تو ہمیں
اس سے پیچھے نہ ہٹنا چاہیے۔ کسی خاص مذہب سے ہماری محبت یا کسی
ایک شخصیت سے ہماری الفت ہمیں اس قدر اندھانہ کر دے کہ ہم
توہمات میں جکڑے جائیں۔ جب ہم ان تمام بندھنوں سے آزاد شدہ
دل کے ساتھ تلاش کریں گے تب ہم ضرور منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے۔

(پیرس ٹاکس صفحہ ۱۲۰)

تہائی تعلیمات سائنس اور فلسفہ کے اس حقیقت کے
اعلان کرنے میں ہمزبان ہیں کہ ذات الہی بالکل

حقیقی علم الوہیت

انسانی فہم و ادراک سے بالاد مترہ ہے۔ جس تاکید اور شد و مد کے ساتھ
کھلتے اور کھپتے یہ تعلیم دیتے ہیں کہ مسبب الاسباب اعظم یا سبب
اولیٰ کی ذات، سمجھ سے بالا ہے اسی طرح حضرت بہار اللہ تعلیم فرماتے ہیں
کہ "خدا سب کو سمجھتا ہے مگر اُسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ ذات الہی کے عرفان
کی راہ سدود اور اک کاراستہ ناقابل گذر ہے۔ محدود بھلا لا محدود کو
کیسے سمجھ سکتا ہے۔ قطرہ بھلا سمندر کو کیسے طرح اپنے میں لے سکتا ہے
یا سورج کی کرنوں میں ایک ناچتا ہوا ذرہ کائنات کو کیسے گھیر سکتا ہے"

مگر کل کائنات خدا کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں۔ پانی کے ہر قطرے میں معانی کے سمندر مچتی ہیں اور ہر ایک ذرے میں کل کائنات کے مفہوم پوشیدہ ہیں جو بڑے سے بڑے سائنس دان کی سمجھ اور ادراک سے بالا ہیں۔ ماہر انجینئر، کیمسٹری اور دانشمندان علم مادیات، مادہ کی ماہیت میں تحقیق و تجسس کرتے ہوئے کثرت سے گزر کر مولکیول (پہ مانو) اور مولکیول سے گزر کر ذرے اور ذرے سے گزر کر کہرمان اور ایٹم کی طرف بڑھتے گئے مگر ہر قدم پر جستجو کی مشکلات بڑھتی گئیں حتیٰ کہ اکل سے اکل فہم بھی آگے نہ بڑھ سکی۔ اور مجبوراً انہیں اس نامعلوم لا انتہا ہستی کے سامنے جو اپنے ناممکن لفظوں میں پوشیدہ ہے ساکت و بہوت ہو کر حیرت اور عاجزی کے ساتھ جھکنا پڑا۔

پھول ننھا سا جھلا ہے رخنے دیوار میں جلوہ گر تنہا ہے اپنے مختصر گلزار میں
 بڑھ کے دستِ شوق میرا توڑ لیتا ہے آہ اے ننھے سے نازک پھول بتلا دی مجھ کو!
 اک ذرا سی کائنات رنگ بوسہ تو کہ کیا؟ شاہِ قدرت کے دل کی آرزو ہی تو کہ کیا؟
 کامں اگر میں یہ سمجھ سکتا کہ تو کیا چیز ہے
 تو یہ کھل جاتا کہ انسان کیا عذا کیا چیز ہے
 (دینی سن کے اشعار کا ترجمہ)

اگر دراز دار دیوار میں اُگتا ہوا پھول یا مادہ کا ایک چھوٹا سا ذرہ ایسے ہرگز پیش کرتا ہے کہ انہیں اکل ترین فہم بھی سمجھنے سے قاصر ہے تو پھر انسان کے لئے کل کائنات کو سمجھنا کس قدر مشکل ہے۔ پس ذاتِ الہی کے بارے میں جس قدر علماء و فضلاء کے قیاسات ہیں وہ سب احتمالات اور بیچارہ ہو کر گم ہو جاتے ہیں۔

عرفان الہی | اگرچہ ذاتِ الہی مخفی و نہان ہے مگر اس کے فضل کے مظاہر ہر جگہ ظاہر و باہر ہیں۔ اگرچہ علتِ اولیٰ سمجھ سے باہر ہے

مگر اُس کے معلول ہماری ہر ایک قوت کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ جس طرح ایک مصور کی نقاشی کا علم، ایک نقاد نقاشی کو نقاش کا پورا پورا علم دیتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے کسی پہلو کا علم خواہ یہ طبیعت انسانی کا علم ہو یا چھپی اور گھلی چیزوں کا۔ خدا کی صنعت کا علم ہے اور حق کے سچے ستلاشی کو اُس کے جلال کا حقیقی علم بخشتا ہے۔

”آسمان خدا کے جلال کا اعلان کرتے ہیں اور کائنات اُس کی صنعت کی آیات ہیں۔ دن، دن سے باتیں کرتا ہے۔

اور رات، رات کو علم و عرفان دیتی ہے۔ (رذیرہ ۱۹)

مظاہر الہی | تمام اشیاء زیادہ یا کم وضاحت کے ساتھ خدا کے فضل کو ظاہر کرتی ہیں جس طرح تمام مادی چیزیں جو سورج کے سامنے ہیں اسی کی روشنی کو زیادہ یا کم درجہ میں ظاہر کرتی ہیں۔ دھوئیں کے ایک ڈھیر میں اسی کی شعاعیں بہت کم ظاہر ہوتی ہیں۔ پتھر میں اسی کی زیادہ اور گھریا مٹی میں اُس سے بھی زیادہ واضح طور سے ظاہر ہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک عکس میں بھی ہم اُس روشن قرص کے رنگ یا شکل کا پتہ نہیں لگا سکتے مگر ایک صاف آئینہ میں ہم آفتاب کی شکل اور اُس کے رنگ کا پورا عکس دیکھتے ہیں اور اُس کو دیکھنا گویا خود آفتاب کو دیکھنا ہے۔ اسی طریقہ سے کائنات خدا کے بارے میں ہمیں بتاتی ہے۔ پتھر، ہمیں صفات الہی کا کچھ پتہ دیتا ہے۔ پھول اُس سے زیادہ ہمیں اُس کی کہانی سناتا ہے حیوانات اپنے عجیب و غریب احساس، عقل حیوانی اور قوت تحریک سے اور بھی زیادہ اُس کا اظہار کرتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کے انسانوں میں ہم عجیب و غریب قوتوں کا پتہ پاتے ہیں جو ایک تجرّیز خالق کا پتہ دیتی ہیں۔ شاعر، صلح اور ذہین انسان میں ہم ان سے بھی بڑے بڑے انکشافات پاتے ہیں مگر انبیاء سے اولوالعزم اور بانیان دین کامل آئینے ہیں جن کے ذریعہ

قادر مطلق کی محبت اور حکمت باقی نوع انسان پر منکس ہوتی ہے۔ دوسرے
 انسانوں کے آئینے خود غرضی اور تعصبات کے غبار سے آلودہ ہوتے ہیں
 مگر یہ آئینے پاک و صاف اور بے دماغ ہوتے ہیں۔ جو مشیت الہی میں
 کلیتہً فنا ہو گئے ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ نوع انسان کے بزرگترین مرتبہ
 بنتے ہیں۔ کلام الہی اور روح القدس کی قوت جو ان کے ذریعہ آتی ہے
 نوع انسان کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا انسانوں کی انسانوں کے
 ذریعہ ہی مدد کرتا ہے۔ ہر انسان جو مراتب حیات میں دوسرے سے بالا ہے
 اپنے سے نیچے والے انسانوں کی مدد کرنے کا واسطہ ہے اور جو سب سے
 بالا ہیں وہ تمام نوع انسان کے مددگار ہیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے
 کہ جو یا تمام انسان لچکدار سیوں سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں
 ان میں سے اگر ایک بلند ہوتا ہے تو رستیاں کس جاتی ہیں۔ اس کے چلنے
 ساجھی اُسے نیچے کی طرف کھینچتے ہیں مگر وہ بھی اتنی ہی طاقت سے نہیں
 اوپر کی طرف کھینچتا ہے۔ جتنا وہ اوجھا ہوا جاتا ہے اتنا ہی بوجھ وہ نیچے کی
 دنیا کا محسوس کرتا ہے جو اُسے نیچے کی طرف کھینچتی ہے اور اسی قدر وہ خدا
 کی مدد پر بھروسہ کرنے لگتا ہے جو اُسے ان کے ذریعہ مستعد بناتی ہے جو
 ان سے بالا تر ہیں۔ سب سے اوپر انبیاء سے اور العزیم۔ نجات دہندگان
 مظاہر الہی ہیں۔ یعنی وہ کامل انسان جو اپنے اپنے زمانہ میں بے نظیر و
 لا شریک تھے اور جنہوں نے صرف خدائے تعالیٰ کی مدد سے ساری دنیا
 کا بوجھ برداشت کیا۔ ہمارے گناہوں کا بوجھ اس پر تھا ان میں سے
 ہر ایک کے بارے میں درست ہے۔ ان میں سے ہر ایک
 اپنے پیروں کے لئے سراطِ مستقیم حق اور حیات تھا۔ ہر ایک ہر اس
 دل کے لئے خدا کے فضل کا وسیع تھا جو اسے اپنے کا خواہشمند
 ہو۔ ہر ایک انسان کو اوپر لے جانے کی جذباتی تجویز میں اپنا اپنا کام پورا

کرنے آیا کھٹا۔

آفرینش | حضرت پیار اللہ تعظیم فرماتے ہیں کہ وقت کے لحاظ سے کائنات کا کوئی آغاز نہیں۔ یہ علتِ اولیٰ کا دوامی اثر و بروز ہے۔ خالق کی مخلوق ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی۔ مختلف کرتے اور نظام بنیں اور جگہیں مگر کائنات موجود رہے گی۔ تمام اشیاء جو ایک وقت مرکب ہوتی ہیں کسی وقت تجزہ یہ بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کے اجزاء ترکیب قائم رہتے ہیں۔ ایک دنیا یا ایک پھول یا ایک انسانی جسم کی آفرینش نیستی سے، سستی میں لانا نہیں بلکہ اس سے مراد کچھ عناصر کو جو پہلے کچھ سے ہوئے تھے اکٹھا کرنا ہے۔ ایک پوشیدہ چہرہ کو عرصہ شہود میں لانا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ عناصر پھر کچھ جاسنے ہیں۔ صورت گم ہو جاتی ہے مگر حقیقت میں کچھ بھی ضائع یا ناپید نہیں ہوتا۔ نئی شکلیں اور ترکیب پرانی شکلوں اور ترکیبوں کے کھنڈرات سے پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت پیار اللہ، ان سائنسدانوں کی تصدیق فرماتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس دنیا کی آفرینش کی تاریخ صرف چھ دن کی نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں برس کی ہے۔ نظریہ ارتقاء و ترقی تخلیق کا انکار نہیں کرتا۔ یہ صرف اس کے ظہور کے طریقوں کو بیان کرتا ہے۔ اس مادی کائنات کی عجیب و غریب کہانی، جسے اب علم نجوم و علم طبقات الارض و علم طبیعیات و علم الحیات رفتہ رفتہ ہماری نظروں کے سامنے لا رہے ہیں۔ اگر صحیح طور سے اندازہ کیا جائے تو یہ اس پھیکی اور ادھوری کہانی سے جو یہودیوں کی پاک کتاب میں دی گئی ہم میں کہیں بڑھ چڑھ کر عزت اور عبادت کے جذبات ابھارنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ مگر کتاب پیدائش کی پرانی کہانی میں یہ خوبی ہے کہ یہ صرف چند ایک استعارات کے برجستہ استعمال سے اس کہانی کے باطنی روحانی معانی کو ظاہر کر دکھاتی ہے جس طرح ایک ماہر مصور برش کے معمولی سے

استعمال سے ایسے جذبات کا اظہار کر دکھاتا ہے جنہیں ایک انارڈی محنت کش
نقاش باوجود جزئیات میں عرفیہ کر سنے کے بھی پوری طرح دکھا نہیں سکتا۔
اگر مادی جزئیات ہمیں روحانی معانی سے باز رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ ہم ان
سے الگ ہی رہیں۔ پر اگر ہم نے کل نظام کے لازمی معانی کو اچھی طرح سمجھ
لیا ہے تو جزئیات کا علم ہمارے خیال کو حیرت انگیز شادابی اور شگفتگی دے گا۔
اور بجائے ایک معمولی خاکہ کے اسے ایک شاندار تصویر بنا دے گا۔ حضرت
عبدالہبیب فرماتے ہیں:-

” واضح ہو کہ ایک مسئلہ جو مسائل الہیہ میں سے بہت پیچیدہ
مسئلہ ہے یہ ہے کہ اس عالم وجود اس کون نامتناہی کی کوئی ابتدا
نہیں..... واضح ہو کہ رب کا بے مراد تصور میں آنا
ناممکن ہے..... رازق کا بے مرزوق کے ہونا خیال میں نہیں
آسکتا۔ کل اسماء و صفات الہیہ کائنات کی ہستی کا مطالبہ
کرتے ہیں۔ اگر ہم خیال کریں کہ ایک ایسا وقت تھا جب کائنات
بالکل وجود نہ رکھتی تھی۔ توجہ خیال خدا کی اہمیت کا انکار ہے۔
غلاوہ ازیں نیستی مطلق ہستی میں نہیں آسکتی۔ اگر کائنات عدم محض
ہوتی تو وجود تحقق نہ پاتا۔ پس چونکہ ذات احدیت یعنی وجود الہی
انہی اور سرمدی ہے یعنی اس کا اول و آخر نہیں تو اس میں
بھی شک نہیں کہ عالم وجود یعنی اس نامتناہی کائنات کی بھی نہ تو
ابتدا تھی اور نہ انتہا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ممکنات کے اجراء
میں سے ایک جز یعنی کائنات میں سے ایک کڑہ تازہ پیدا
ہو جائے یا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر جائے۔ مگر دوسرے کڑے ہوتے
نامتناہی موجود ہیں۔ عالم وجود نہ تو تیزتر بہتر ہوگا اور نہ کہیں کم ہوگا۔
بلکہ وجود باقی اور برقرار ہے اور رہے گا۔ چونکہ ہر ایک کڑہ ملتی

ایک ابتدا ہے اس لئے اس کی انتہا بھی ہے۔ ہر ایک بنی ہوئی چیز کے لئے خواہ یہ گلی ہو یا جزئی ایک نہ ایک دن بگڑنا ضرور ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بعض ترکیبیں جلدی تحلیل ہونے والی ہیں اور بعض دیر سے۔ مگر یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک بنی ہوئی چیز تحلیل نہ ہو۔

مفاد صافات عبد البہاء صفحہ ۱۳۶

حضرت بہاء اللہ اس عالمِ علمِ احویات کے بیانات کی بھی تصدیق فرماتے ہیں جو جسم انسان کی

ارتقاء کے انسان

تاریخ کی تحقیق کر کے لکھ دکھائے گا کہ اس کے ارتقاء کا پتہ دیتا ہے ایک نہایت سادہ اور ظاہرہ حقیر شکل سے شروع ہو کر انسان کے بدن کا انگنت لسنوں سے گذرنا اور درجہ بدرجہ ترقی کرنا دکھایا گیا ہے۔ ہر درجہ میں اس کے پیچیدہ سے پیچیدہ ہونے اور بہتر سے بہتر تنظیم اختیار کرنے حتیٰ کہ موجودہ انسان کی شکل و صورت پانے کی تصویر اکتینج کر دکھائی گئی ہے۔ ہر انسانی بدن درجات کے ایک ایسے سلسلہ سے گذرتا ہے کہ لعاب دار مادہ کے ایک ٹھکے سے گول قطرہ سے ایک پورا انسان بن جاتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور اس کی صحت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تو پھر انسان کی شان کی کیا ہتک ہوگی اگر ہم اسی قسم کی ترقی تمام نوع کے لئے مان لیں؟ یہ بات اس دعویٰ سے بالکل جدا اور مختلف ہے جو یہ کہتا ہے کہ انسان بندر سے ترقی کرتا ہوا انسان بنا ہے یہ ہو سکتا ہے کہ انسانی لفظہ ایک وقت ایک پھلی کے مشابہ ہو اور اس میں گلپھڑے اور دم ہو مگر اسے پھلی نہیں کہہ سکتے۔ یہ انسانی لفظہ ہے اور انسانی لفظہ ہی رہے گا۔ پس نوع انسان اپنی ارتقاء کے مختلف درجات میں ظاہر بین آنکھوں کو مختلف حیوانات کے مطابق دکھائی دیتی ہو تو دیتی ہو مگر تب بھی یہ انسانی نوع تھی۔

اور موجودہ انسان تک دیکھ رہے ہیں یقین ہے کہ آئندہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ اعلیٰ بنے گی (ترقی کرنے کی قوت اس میں محفنی تھی۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں :-

” یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ گڑہ ارض اپنی موجودہ ہیئت میں یکدفعہ ہی نہیں آگیا تھا بلکہ اس نے بتدریج کئی مدارج طے کئے حتیٰ کہ اس موجودہ تکمیل میں جلوہ گر ہوا..... انسان سنے گڑہ زمین کے رحم میں جس طرح نطفہ مان کے رحم میں بتدریج نشوونما پاتا، نشوونما پاتی ہے اور ایک صورت سے دوسری صورت میں بدلتا ہوا اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت میں آتا ہوا اس موجودہ جمال و کمال اور قوت و استقلال میں جلوہ گر ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی اس میں یہ لطافت و ملاحظت و خوبصورتی تھی۔ اور کہ اس نے بتدریج یہ شکل، یہ صورت، یہ حسن و جمال پایا..... اس زمین پر انسان کے وجود کے آغاز سے اس کے اس ہیئت و شہانہ و لطافت تک پہنچنے میں لاپرواہی نہیں لگی ہے..... لیکن انسان اپنے وجود کی ابتدا ہی سے ایک علیحدہ اور ممتاز نوع تھا..... اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ بعض اعضاء کے نشانا مستحکم ہو اب گم ہو گئے اس میں پائے جاتے ہیں تو یہ اس کی نوع کے استقلال اور اصالت کے منافی نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہیئت و شہانہ و اعضاء ترقی کر گئے ہیں۔ انسان آج سے ایک نوع ممتاز یعنی انسان رہا ہے اور حیوان نہ تھا۔“

آدم اور حوا کی کہانی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں :-

” اس کہانی کے اگر ہم ظاہری معنی لیتے ہیں جیسے کہ لوگوں کے درمیان

مشہور ہیں تو یہ بات بہت ہی سخی معلوم ہوتی ہے۔ عقل اس کے قبول کرنے اور اس کی تصدیق و تصور کرنے سے معذور ہے۔ کیونکہ ایسی ترتیب و تفصیل اور اس قسم کے خطاب و عتاب ایک عقلمند آدمی سے بھی بعید ہیں پھر خدا کا تو ذکر ہی کیا۔ خدا بھی وہ خدا جس نے اس کو بنا کر بنا ہی کو اکل صورت میں مرتب کیا ہے اور اس مقام سے پہلے انتہا کائنات کو بہترین انتظام طاقت اور کمال سے آراستہ کیا ہے۔۔۔۔۔ اس لئے یہ حکایت آدم و حوا اور رحمت کا پھل کھانا اور بہشت سے نکلنے جانا سب رموز ہیں۔ اس میں خدائی اسرار اور زبردست معانی مضمر ہیں اور اس کی تاویل عجیب و غریب ہے۔

(مفاہات عبدالبہار صفحہ ۹۲)

حسب اور روح | جسم و روح اور حیات بعد الممات کے بارے میں بہائی تعلیمات علم النفسیات کی تحقیقات کے نتائج کے بالکل موافق ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی تعلیم یہ ہے کہ موت ایک نئی پیدائش ہے یعنی جسم کے قید خانے سے چھوٹ کر ایک وسیع تر زندگی میں داخل ہونا ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی میں ترقی کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اہل سائنس کی شہادتیں یکے بعد دیگرے جمع ہو رہی ہیں جو منصف مزاج مگر اعلیٰ درجہ کے ناقدین و محققین کی رائے میں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ موت کے بعد زندگی میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یعنی اس مادہ جسم کے مر جانے کے بعد روح کی زندگی اور اس کی کار فرمائیاں جاری رہتی ہیں۔ مثلاً ایف ڈبلیو ایچ میرس رسالہ ہیومن پسنٹیٹی ڈانسائی شخصیت) میں جو سائیکیکل ریسرچ سوسائٹی کی اکثر تحقیقات کا مرقع پیش کیا کرتا ہے لکھتا ہے:۔۔۔ "مشاہدے تجربے اور استنباط نے میرے جیسے بہت سی تحقیقین

اس اعتقاد میں راسخ کر دیا ہے کہ بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی سلسلہ خبر رسائی کے نہ صرف ان قلوب کے درمیان جو زمین پر ہیں بلکہ ان قلوب یا ارواح کے درمیان جو زمین پر ہیں اور ان ارواح کے درمیان جو جدا ہو چکی ہیں باہمی معاشرہ ہو سکتا ہے۔ اس اکتشاف سے الہام کی راہ بھی صاف ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ خود فریبی و صو کے اور مکاری کی فراوانی میں حقیقی ظہور ات بھی اس جہان سے ہم تک ضرور پہنچتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اکتشاف و الہام کے ذریعہ بعض ایسی گزری ہوئی ارواح کے متعلق جن سے ہم دوچار ہو سکے ہیں کچھ دعاوی عارضی طور پر قائم کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں اس بات کے یقین کرنے کی وجہ رکھتا ہوں کہ وہ ایک ایسی حالت میں ہیں جس میں وہ محبت و حکمت میں لاپتہ ترقی کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ برمی کو وہ اتنا خطرناک نہیں جانتیں جتنا وہ ایک غلامانہ حالت جانتی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ کسی مطلق العنان صاحب طاقت میں محترم نہیں ہے بلکہ یہ اسے ایک مردود بنانے والی دیوانگی سمجھتی ہیں جس سے بلند پایہ ارواح بگڑی ہوئی روح کو چھڑانے کی کوشش کرتی ہیں جنہم کی آگ کی سزا کی چنداں ضرورت نہیں۔ اپنے آپ کا علم ہی انسان کیلئے اس کی سزا یا سزا ہے۔ اپنے آپ کا علم اور اپنی مونس ارواح کا قرب یا دوری اس جہان میں بہت بڑا دکھ یا بہت بڑا سکھ ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں محبت و حقیقت ذاتی حفاظت ہے۔ ملا اعلیٰ ہمیشہ کی زندگی کی زینت ہے بلکہ یہی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ یہی نہیں بلکہ روحانی سلسلہ خبر رسائی کے قوانین سے یہ بھی پابند ثبوت تک پہنچتا ہے کہ یہ جماعت یا سنگت اس وقت اور اس جگہ ہم پر اثر انداز ہے۔ اب تک بھی فوت شدہ ارواح کی محبت ہماری التجاؤں کا جواب ہم تک پہنچاتی ہیں۔ اس وقت تک بھی ہماری محبت آئینہ یاد و محبت خود ایک دعا ہے، ان آزاد شدہ ارواح کی ترقی میں ان کی

مدد کرتی ہے۔ اور انہیں تقویت پہنچاتی ہے۔

اس خیال کے درمیان جو بڑی محتاط علمی تحقیقات پر مبنی ہے اور بہائی تعلیمات کے درمیان موافقت کی راہ بہت عجیب و غریب ہے۔

حضرت بہار اللہ کی یہ ایک مخصوص تعلیم ہے کہ ”تم سب ایک ہی درخت کے پھل۔ ایک ہی شاخ کے

وحدت انسان

پتے اور ایک ہی باغ کے پھول ہو۔“ اسی کی مانند یہ ہے کہ ”فخر اس شخص کو نہ کرنا چاہئے جو اپنے ملک سے محبت کرتا ہے بلکہ فخر اس کے لئے زیبا ہے جو اپنی تمام جنس سے پیار کرتا ہے۔“

وحدت یعنی وحدت انسان اور خدا کی تمام مخلوق کی وحدت ہی آپ کی تعلیمات کا خاص مضمون ہے۔ اس میں بھی حقیقی دین اور حقیقی علم یاسائنس کی موافقت موجود ہے۔ سائنس جتنی ترقی کرتی جاتی ہے اتنا ہی کائنات کی وحدت اور اس کے اعضاء کا باہمی ارتباط صاف صاف عیاں ہوتا جا رہا ہے۔ ماہرانہ علم نجوم کا میدان کل علمائے طبیعیات کے میدان عمل سے بالکل بٹا چکا ہے۔ اسی طرح علمائے طبیعیات کا علمائے کیمسٹری سے اور علمائے کیمسٹری کا علمائے علم الاہدیان سے اور علمائے علم الاہدیان کا ماہرانہ علم النفس سے۔ علمی اہل القیاس۔ ایک میدان تحقیقات میں کوئی نیا اکتشاف دوسرے میدان تحقیقات پر بھی روشنی ڈالتا ہے جس طرح علم طبقات الارض نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مادہ کا ہر ایک ذرہ دوسرے پر اثر انداز ہے خواہ ایک دوسرے سے کتنے ہی دور یا ایک دوسرے سے کتنے ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ اسی طرح علم نفسیات بھی یہ ثابت کرتا ہے کہ اس عالم کائنات میں ایک روح دوسری روح پر اثر انداز ہوتی ہے۔ شہزادہ گرد پوٹکن نے اپنی کتاب میوچیول ایڈوٹاؤن (تعاون) میں نہایت صاف صاف طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ادنیٰ حیوانوں میں بھی باہمی مدد و امداد زندگی کو جاری رکھنے کے لئے قطعاً لازمی ہے۔ انسان

کے متعلق تو یہ ہے کہ ہندو پست مذہب کی ترقی باہمی دشمنی کی جگہ باہمی امداد بڑھانے پر ہی مبنی ہے۔ ایک سب کے لئے اور سب ایک کے لئے ہی واحد اصول ہے جس پر کسی قوم کی بہبودی کا دار و مدار ہے۔

قرآن زمانہ سب کے سب اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں ایک نیا دور

دور وحدت

آغاز ہوا ہے۔ آج تک عقاب نوع انسان خود غرضی اور مادہ پرستی کی ستمگ چٹان میں گھولنا بنا رہتا تھا۔ اڑنے کے لئے اس کی کوششیں اوصوری اور آزمائشی ہوتی تھیں۔ وقتاً تو سی اعتقادات و رسومات کی قید میں اس کی تڑپ روز بروز بڑھتی گئی۔ مگر اب اس کی قید کا زمانہ اختتام کو پہنچ گیا ہے اور یہ ایمان اور عقل کے بازوؤں سے روحانی محبت اور صداقت کے عوالم میں پرواز کر سکتا ہے۔ یہ اب پہلے کی طرح جب اس کے پر بندھے ہوئے تھے زمین سے بندھا نہ رہے گا۔ بلکہ آزادی سے وسیع النظری اور شادمانہ آزادی کے عوالم میں اوجھار اڑتا پھرے گا۔ اس کی پرواز کے یقینی اور مستقل ہونے کے لئے صرف ایک چیز کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے بازو نہ صرف مضبوط ہی ہوں بلکہ وہ کامل اتحاد و موافقت سے کار پرداز ہوں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ہمارے فرماتے ہیں:-

”یہ اکیلے ایک پر سے اڑ نہیں سکتا۔ اگر یہ صرف دین کے بازو سے اڑنا چاہے گا تو اس کا ٹھکانا تو ہمارے کایچر ہوگا۔ اور اگر یہ صرف سائنس کے بازو سے اڑنے کی کوشش کرے گا تو اس کا انجام مادہ پرستی کی خوفناک دلدل ہوگی۔“

دین اور سائنس میں کامل موافقت و اتحاد نوع انسان کی اعلیٰ زندگی کا ایک اہم لازمہ ہے۔ جب یہ بات جلوہ گر ہو جائے گی اور ہر ایک بچہ نہ صرف علوم و فنون میں ہی تربیت پائے گا بلکہ تمام نوع انسان سے محبت کرنا

اور شہیتِ الہی کے سامنے جیسی کہ وہ ارتقائی مدارج کی ترقی اور انبیا کرام کی تعلیمات میں وحی کی گئی ہے۔ برضا و رغبت سر جھکانا اُسے سکھایا جائیگا۔ تب اور صرف تب ہی ملکوتِ الہی جلوہ آرا ہوگی اور اُس کی مہنی جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی پوری کی جائے گی۔ تب اور صرف تب ہی صلح کسب کی برکات و نیا کو ٹھہریں گی۔

حضرت عبداللہ باری فرماتے ہیں :-

” دین جب توہمات، روایات اور فضول اعتقادات سے منزہ ہو کر سائنس کے ساتھ متحد ہو جائے گا اس وقت دنیا میں ایک متحد اور پاک کرنے والی قوت پیدا ہوگی جو لڑائیوں، نااتفاقیوں، جھگڑوں اور فسادوں پر جھاڑو پھیر دے گی۔ اور تب نوع انسانی محبت اللہ کی قوت میں متحد ہو جائے گی۔ “ (پریس ٹاکس صفحہ ۱۳۵)

تیرھواں باب

پیشین گوئیاں

ظہور بہائی نے پوری کہیں

”ظہور اسمِ اعظم (بہاء اللہ) وہ ظہور ہے جس کا وعدہ
خدا نے سب آسمانی کتابوں اور صحیفوں جیسے تورات
انجیل و قرآن میں دیا تھا۔“ (عبدالبہاء)

سب جانتے ہیں کہ پیشینگوئی کی تاویل بہت مشکل ہے اور دنیا میں
اس سے زیادہ اور کسی مضمون پر دانا یاں عالم کی آراء کا اختلاف نہیں
ہوا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، کیونکہ کتب مقدسہ کے مطابق
بہت سی پیشینگوئیاں ایسی شکل میں دی گئی ہیں کہ جیتک ان کے
پورا ہونے کا وقت نہیں آتا وہ سمجھ میں نہیں آتیں اس وقت
ہی فقط وہی لوگ سمجھتے ہیں جو دل کے پاک اور تعصب سے آزاد

ہوتے ہیں۔ مثلاً دانیل کے رویا کے اختتام پر کہا گیا :-
 مگر تو اسے دانیل کلام کو بند کر اور کتاب پر تھرا دگا
 نیز آخر زمان تک بہت سے ادھر ادھر ڈوڑھیں گے
 اور علم برٹھ جائے گا.....

اور میں نے سنا مگر نہ سمجھا۔ تب میں نے کہا اے میرے
 خداوند ان باتوں کا انجام کیا ہوگا۔ اور اُس نے کہا
 اے دانیل جا کیونکہ کلام بند اور سر مہر ہو گیا وقت
 کے آخر تک۔ ” (دانیل ۱۲-۲-۱۰)

اگر خدا نے پیشینگوئیوں پر ایک مقررہ وقت تک کے لئے تھرا
 لگا دی اور ان انبیاء پر بھی ان کے معافی کو پوری طرح افشا نہیں
 کیا جن کے منہ سے اس نے یہ پیشینگوئیاں کہلوائیں تو اس سے
 مراد یہی ہے کہ سوائے ایک خاص منظر الہی کے جو ان کی تھروں کے
 توڑنے پر قادر اور ان کے معافی کو جو ان پیشینگوئیوں میں پوشیدہ
 ہیں کھولنے کے لائق ہوگا اور کوئی یہ کام نہ کر سکے گا۔

ازمنہ سابقہ اور ادوار ماضیہ میں پیشینگوئیوں اور ان کی غلط
 تاویلوں کی تاریخ اور خود انبیائے کرام کی تنبیہات کا خیال کرتے ہوئے
 ہمیں علمائے ادیان کے ان قیاسات کے قبول کرنے میں بڑی قوت
 پیش آتی ہے جو انہوں نے پیشینگوئیوں کے معنوں اور ان کے پورا
 ہونے کے طریقوں کے بارے میں کہے ہیں۔

اس کے برعکس جب کوئی شخص ظاہر ہوتا ہے اور ان پیشینگوئیوں
 کو پورا کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو ہمیں لازم ہے کہ اس کے دعاوی
 کو کھلے اور بے تعصب دل کے ساتھ ملاحظہ کریں۔ اگر وہ تھوٹا
 وعویدار ہوگا تو اس کا فریب فوراً فاش ہو جائے گا اور کسی کو کچھ

نقصان نہ ہوگا۔ مگر وہ لوگ بڑے گھاسٹے میں رہیں گے جو اپنی
ہے پر وائی سے خدا کے فرستادہ کو ہرٹ اس لئے ماننے سے
انکار کرتے ہیں کہ وہ اس شکل میں یا اس صوت ظاہر نہیں ہوتا جو وہ اپنی
خیال میں سمجھ بیٹھے تھے۔

بیاد اللہ کا کلام اور آپ کی زندگی اس بات کی شہادت دیتے
ہیں کہ آپ کل مقدر کتابوں کے موعود ہیں۔ جنہیں طاقت دی گئی ہے
کہ پیشینگوئیوں کی نہروں کو توڑیں۔ اور اسرار الہی کی سرمبہر بہترین
شراب پیش کریں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم سب دوسرے کاموں
کو بالائے طاق رکھ کر آپ کے بیانات کو سنیں اور ان کی روشنی میں
ایک دفعہ پھر انبیاء سے قدیم کے مشہور مگر پر اسرار کلمات کا جائزہ لیں۔
خدا کی آمد | آخری ایام میں خدا کی آمد ایک ایسا روحانی واقعہ
سے جس کی بابت تمام انبیاء نے پیشینگوئیاں کی

ہیں اور اپنے بہترین ترانے گائے ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ خدا کی آمد
سے مراد کیا ہے؟ خدا یقیناً ہر وقت اپنی مخلوق کے ساتھ ہے۔ سب
میں سب کے ذریعے اور سب پر نمایاں ہے۔ وہ شاہ رگ سے بھی
زیادہ قریب ہے اور ہمارے ہاتھ اور پاؤں سے بھی زیادہ نزدیک
ہے۔ یہ صحیح ہے مگر انسان خدا سے آئینہ و اقدس کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ
سن سکتے ہیں اور نہ ہی تاوتلیک کہ وہ ایک ظاہرہ شکل کے ذریعے ان
سے انسانی زبان میں کلام نہیں کرتا وہ اس کے ہونے کا احساس
کر سکتے ہیں۔ اپنی اعلیٰ صفات کے اظہار کے لئے خدا نے ہمیشہ ایک
ایک انسان کو اپنا آلہ کار بنایا ہے۔ انبیاء میں سے ہر نبی ایک
وسیلہ تھا جس کے ذریعے خدا اپنے بندوں کے پاس آیا اور ان سے
ہم کلام ہوا۔ حضرت عیسیٰ ایک وسیلہ تھے اور عیسیائیوں نے آپ کے

ظہور کو خدا کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح رویہ اختیار کیا۔ آپ کے چہرہ میں انہوں نے خدا کے چہرہ کو دیکھا۔ اور آپ کے لبوں پر انہوں نے خدا کی آواز کو سنا۔ حضرت بہار اللہ فرماتے ہیں..... کہ رب الافواج، ابدی باپ، دنیا کے بنانے اور بچانے والے کی آمد جو تمام انبیاء کے بیانات کے مطابق آخری ایام میں واقع ہوئی ہو گی اس سے سوائے اس کے اور کچھ مراد نہیں کہ خدا انسانی شکل میں منصفہ شہود پر ظاہر ہو گا۔ جس طرح اس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل جسم، کے ذریعے ظاہر کیا تھا اب وہ اس مکمل تر اور روشن تر ظہور کے ساتھ آیا ہے جس کے لئے یسوع اور تمام پہلے انبیاء لوگوں کے قلوب کو تیار کرنے آئے تھے۔

حضرت مسیح کے بارے میں پیشینگوئیاں | مسیح کی حکومت اور علیہ کے بارے میں پیشینگوئیوں

کے سنوں کو نہ سمجھ کر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کا انکار کیا، عبد البہار فرماتے ہیں:-

”یہودی آج تک مسیح کی آمد کے منتظر ہیں اور رات دن خدا سے دعائیں مانگتے ہیں کہ سنا یا اس کی آمد کو جلد لا۔ لیکن جب مسیح آئے تھے تو انہوں نے اسے روکنا اور قتل کیا یہ کہہ کر کہ یہ وہ نہیں ہیں جس کے ہم منتظر ہیں۔ جب مسیح آئے گا تو نشانیاں اور فوق الفطرت معجزات شہادت دیں گے کہ سچا مسیح یہ ہے۔ مسیح نامعلوم شہر سے آئے گا۔ وہ داؤد کے تخت پر ٹھہرنے ہو گا۔ وہ فولاد کی تلوار کے ساتھ آئے گا اور لوہے کے عصا کے ساتھ حکومت کریگا۔ وہ انبیاء کی شریعت کو پورا کرے گا۔ وہ مشرق و مغرب کو فتح کرے گا۔ اور اپنے برگزیدہ لوگوں (یعنی یہودیوں) کو عزت بخشنے گا۔ وہ اپنے ساتھ

ایک ایسا امن کا راج لائے گا کہ حیوان بھی انسانوں کے ساتھ دشمنی کرنا
 چھوڑ دیں گے۔ بھڑیا اور ہترا ایک ہی چشمہ سے پانی پئیں گے۔ اور
 خدا کی سب مخلوق امن سے رہے گی۔ الخ

یہودی ایسا خیال کرتے اور یہی کہتے تھے۔ کیونکہ وہ پاک کتابوں
 اور ان کی نورانی صداقتوں کو جو ان میں تھیں نہ سمجھتے تھے۔ ان کے
 الفاظ تو انہیں حفظ تھے مگر ان کی حیات بخش روح کا وہ ایک لفظ
 بھی نہ سمجھتے تھے۔

اب سنئے۔ میں آپ کو ان کے معنی بتاتا ہوں۔ اگرچہ نامرت سے
 جو ایک معلوم جگہ تھی مسیح آئے تھے مگر وہ آسمان سے بھی آئے تھے
 آپ کا جسم مریم سے تولد ہوا تھا۔ مگر آپ کی روح آسمان سے
 آئی تھی۔ آپ کی زبان آپ کی تلوار تھی۔ جس سے آپ نے نیک بد
 سچے اور جھوٹے ایماندار اور بے ایمان۔ نور اور تاریکی کو علیحدہ کیا۔
 آپ کا کلام فی الحقیقت ایک کاٹنے والی تلوار تھی۔

وہ تخت جس پر آپ تمکین ہوئے وہ ابدی تخت ہے۔ جس پر
 تمکین ہو کر آپ ہمیشہ راج کرتے ہیں۔ آپ کا تخت آسمانی ہے۔
 زمینی نہیں۔ کیونکہ زمین کی تمام چیزیں گذرنے والی ہیں مگر آسمان کی
 چیزیں بھی نہیں گذرتیں۔ آپ نے موسیٰ کی شریعت کو نئے معانی کی
 آراستہ کیا۔ اور تمام نبیوں کے قوانین کو پورا کیا۔ آپ کے کلام نے
 مشرق و مغرب کو فتح کیا۔ آپ کی حکومت ابدی ہے۔ جو یہودی
 آپ پر ایمان لائے آپ نے انہیں سرفراز کیا۔ ان مرد اور عورتوں
 کی پیدائش چھوٹے گھرانوں میں ہوئی تھی مگر آپ کے ساتھ تعلق نے
 انہیں صاحب عزت اور ابدی جلال کا مالک بنا دیا۔ حیوانوں کا اچھڑنے
 کے ساتھ بل کر رہنے سے مراد مختلف اجناس اور فرقوں کا جو ایک دوسرے

کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے تھے، نجات و موت کے ساتھ مل کر
 رہنا اور ابدی حشر یعنی مسیح سے زندگی کے
 پانی کو باہم مل کر پینا مقصد تھا
 (پہرے مانس معنی ہیں)

عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد ان پیشینگوئیوں کے ان معانی کو مسیح
 پر اطلاق ہونے کو قبول کرتی ہے۔ مگر ایسی ہی دوسری پیشینگوئیوں
 کے بارہ میں جو حضرت محمد اور مسیح آخر الزمان کے بارے میں ہیں
 ان میں سے اکثر وہی روایت اختیار کرتے ہیں جو یہودیوں نے کیا
 تھا۔ وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اس کترہ خاکی پر فوق القدرت
 نمود ہو جو پیشینگوئیوں کے الفاظ کو پورا کرے۔

حضرت بابا اور حضرت بہاء اللہ کے بارے میں پیشینگوئیاں

بہائی بیانات کے مطابق وہ پیشینگوئیاں جو آخری ایام، آخر وقت
 ابدی باپ، ربِّ الافواج، کی آمد کے متعلق ہیں وہ حضرت عیسیٰ
 کی آمد کے بارے میں ہیں بلکہ بہاء اللہ کے بارے میں ہیں مثلاً
 ایشیا کی اس مشہور پیشینگوئی کو دیکھئے:-

”وہ لوگ جو تاریکی میں چل رہے تھے انہوں نے ایک
 بڑا نور دیکھا۔ وہ جو موت کے سایہ کی زمین میں رہتے
 تھے ان پر ایک بڑی روشنی چلی..... کیونکہ تو نے

اُن کے بوجھ کے جوئے کو اور اُن کے کا ندھے کے ٹھکڑے کو اور اُن پر ظلم کرنے والے کے عصا کو ایسا توڑا ہے جیسا کہ مدین کے دن میں ہوا تھا۔ کہ جنگ میں کھڑے پہنے ہوؤں کے سبب کھڑے اور کپڑے جو لہو سے شرابور ہوں جلانے کے لئے آگ کا ایندھن ہوں گے کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا اور ہسکو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اس کے کا ندھے پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب مشیر خدائے قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شاہزادہ، اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔ وہ ایزد کے تخت پر اور اس کی سلطنت پر آج سے لے کر ابد تک بندوبست کرے گا۔ اور عدالت و ہدایت سے اسے قیام بخشنے گا۔ رب الفواج کی غیوری یہ کرے گی۔

(اشعیاء باب ۴۰-۲-۷)

یہ اُن پیشینگوئیوں میں سے ایک ہے جو اکثر مسیح کی طریت منسوب کی جاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا ایک حصہ ایک حد تک مسیح کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ مگر ایک نفا ما غود و خوئس یہ دکھا دے گا کہ یہ کس قدر وضاحت اور کالیبت کے ساتھ حضرت عیسیٰ اللہ پر صادق آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسیح بھی نجات دہندہ تھا۔ اور ایک بڑا نور اپنے ساتھ لے کر آیا تھا مگر آپ کی آمد پر دو ہزار سال ہوئے کہ آئے اور اہل زمین کی ایک کثیر تعداد ابھی تک تاریکی میں چل رہی ہے۔ اور بنی اسرائیل اور خدا کے بہت سے فرزند ابھی تک ظالموں کے جوئے کے پیچھے گراہ رہے ہیں۔

اس کے برعکس، وہ پہچانی کے پہلے چند ہی سالوں میں صداقت کے نور نے
 مشرق و مغرب دونوں کو روشن کر دیا ہے۔ خدا کی اہوت اور انسانی اخوت
 کی خوشخبری دنیا کے سب ملکوں میں پہنچا دی گئی ہے۔ زبردست خود محنت اور
 حکومتیں جو فوج کے بل پر حکومت کرتی تھیں لمبا سیٹ ہو گئیں۔ ایک لیگ
 آف نیشنز (بین الاقوامی مجلس اتحاد) پیدا ہوئی ہے جو تمام دنیا کی گرمی ہوئی اور مظلوم
 اقوام کو فوری امن و امان کی امید بندھا رہی ہے۔ جنگ عظیم جو ابھی ابھی دنیا
 کو آتش ہی ہتھیاروں سے سیال آگ اور تپ سے۔ انجمنوں کے ایندھن کے
 بے نظیر مظاہرے سے کپکپا چلی ہے فی الحقیقت جلن اور آگ کے ایندھن
 کے ساتھ واقع ہوئی تھی۔ بہاء اللہ نے اپنی آواز میں حکومت و سیاست کے
 مسائل پر مفصل لکھ کر اور یہ دکھا کر کہ ان کا بہترین حل کیا ہے حکومت کو اپنے
 کندھوں پر لے لیا ہے ایسے طریقے سے کہ مسیح نے اس طرح کبھی نہ کیا تھا۔

زین عہدات سے بارے میں ابدی بابا، امن کے شہزادے "بہاء اللہ
 نے مکرر اپنے آپکو "بابا" کا ظہور کہا ہے جس کی مسیح و شیخا نے پیشگوئی کی تھی
 مگر حضرت مسیح نے اپنے آپکو ہمیشہ "بیٹا" کہا ہے۔ حضرت بہاء اللہ اعلان فرماتے
 ہیں کہ ہمارا کام زمین پر امن قائم کرنا ہے۔ مگر حضرت مسیح نے کہا ہے میں امن نہیں
 بلکہ تلوار لایا ہوں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسی کے دور میں فرقہ وارانہ فساد بکثرت رہی۔
 بہاء اللہ | عربی زبان میں بہاء اللہ کا ترجمہ خدا کا جلال ہے۔ عبرانی انبیاء نے
 اکثر پیشگوئیوں میں بتایا ہے کہ موعود ادیان اس مبارک نام سے
 آخری ایام میں ظاہر ہوگا۔ مثلاً اشعیاہی کے چالیسویں باب میں فرماتا ہے۔

تم تسلی دو میرے لوگوں کو تم تسلی دو۔ تمہارا خدا فرماتا ہے
 بروشلیم کو ولاسا دو اور اسے پکار کر کہو کہ اس صییت
 کے دن جو جنگ و جدال کے ستمے گزر گئے۔ اس کے

گناہ کا کفارہ ہوا۔ اور اُسے خداوند کے ہاتھ سے اپنے سب گناہوں کا بدلہ دو چنر پایا۔ بیابان میں ایک سُناوی کر نیوالے کی آواز تم خداوند کی راہیں درست کرو۔ صحرا میں ہمارے خداوند کے لئے ایک سیدھی شاہراہ تیار کرو۔ ہر ایک لٹیبہ اوسچا کیا جائے اور ہر ایک کوہ اور ٹیلہ پست کیا جائے اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں۔ اور خداوند کا جلال آشکار ہوگا۔ اور سب بشر ایک ساتھ اُسے رکھیں گے کہ خداوند نے منہ سے یہ فرمایا ہے۔

پہلی پیشینگوئی کی طرح اس پیشینگوئی کا بھی کچھ حصہ حضرت مسیح اور آپ کے نبی بشر پوچھا۔ پتھر دینے والے سے پورا ہو گیا تھا۔ مگر صرف ایک حصہ ہی پورا ہوا تھا۔ کیونکہ مسیح کے زمانہ میں یروشلم کی جنگ بھی جیتے نہ ہوئی تھی۔ سخت امتحان اور ذلت کی بہت سی صدیاں ابھی اُس لئے باقی تھیں۔ مگر حضرت باب اور بہاء اللہ کے ظہور سے اس پیشینگوئی کی کاملیت شروع ہو گئی ہے۔ یروشلم کے لئے عزت کے دن شروع ہو گئے ہیں اور پرامن و پر جلال استقبال کی امیدیں اُس کے لئے معقول طور سے باندھی جاسکتی ہیں۔

دوسری پیشینگوئیاں اسرائیل کے بچنے۔ کل عالم کے ہادی حضرت بہاء اللہ کے مشرق سے سورج نکلنے کی علامت، سے ارض مقدس کو آنے کے بارے میں ہیں۔ حضرت بہاء اللہ ایران میں نکلا ہوا ہے جو فلسطین یا ارض مقدس کے مشرق جانب سورج نکلنے کی طرف ہے۔ اور آپ ارض مقدس کو آئے جہاں آپ نے اپنی زندگی کے آخری چوبیس سال بسر کئے۔ اگر آپ آج اسی کی حالت میں وہاں تشریف لائے تو لوگوں کو یہ کہنے کا امکان ہوتا کہ یہ ایک جوئے مدعی کا فریب ہے جو اُس نے

پیشینگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے کیا ہے۔ آپ ایک قیدی اور جلاوطن کی حالت میں وہاں تشریف لائے۔ شاہ ایران اور سلطان ترکی نے آپ کو یہاں بھیجا تھا۔ جن پر یہ گمان ہی نہیں ہو سکتا کہ دعوائے بہار اللہ کی دلیل پیش کر کے لئے انہوں نے ایسا کیا ہے۔

یوم اللیلہ ایسے جملوں میں مثلاً یوم اللیلہ، یوم آخرہ، یوم سے مراد دور ہے۔ ہر دینِ اعظم کے بانی کا ایک یوم یا دور تھا۔ ہر ایک، ایک آفتاب کی مانند تھا۔ ان کی تعلیمات کے لئے ایک اشراق ہوتا تھا۔ ان کی صداقتیں آہستہ آہستہ قلوب و عقول انسان کو روشن کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ وہ اپنے اثر کے عین عروج پر پہنچ جاتی تھیں۔ تب اسی طرح آہستہ آہستہ ان کی روشنی گھٹنے لگتی تھی۔ ان کے معانی غلط کیے جانے لگتے تھے۔ اور ان کی صداقتیں بگاڑی جاتی تھیں۔ تاریکی دنیا پر حاوی ہو جاتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک نئے دور اور نئے یوم کا آفتاب ظاہر ہوتا تھا۔

حذا کے ظہورِ اعظم کے دن کا نام یوم آخر ہے۔ کیونکہ یہ ایسا یوم ہے کہ اس کا کوئی آخر نہیں۔ اور اس کے لئے کوئی رات نہیں۔ اس ظہورِ اعظم کا آفتاب بھی غروب نہ ہوگا۔ بلکہ وہ نفوس و آدواح انسان کو اس دنیا میں بھی اور اسے دانی دنیا میں بھی روشن کرتا رہے گا۔

نی اُحیقت آفتابہائے رومانی میں سے کبھی کوئی غروب نہیں ہوا۔ نوری۔ عیسیٰ۔ محمد اور دوسرے مظاہر الہی کے آفتاب اب تک آسمان میں لازوال نور کے ساتھ روشن اور درخشان ہیں۔ مگر دنیا کے پیدا کئے ہوئے بادل ان کے نور کو دنیا سے چھپا رہے ہیں۔ بہار اللہ کا آفتابِ اعظم ان بادلوں کو ہمیشہ کے لئے بکھیر دے گا۔ تاکہ تمام اوبان کے لوگ، گل، انبیاء کے انوار سے حصہ لیں اور متفق و متحد ہو کر ایک خدائی پرستش کریں۔ جس کے نور کو گل انبیاء نے دنیا پر منعکس کیا تھا۔

حضرت عبد السلام کے بارے میں پیشینگوئیوں

اشعیا۔ یرمیاہ۔ حزقیل اور زکریا کی پیشینگوئیوں میں اس شخص کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو عنصن یا شلح کہلائے گا۔ عیسائیوں نے ان کی تطبیق حضرت مسیح سے کی ہے۔ مگر یہابی انہیں عبد البہاء کے لئے مخصوص خیال کرتے ہیں۔ ایران میں یہ ایک عام رسم ہے کہ گھرانے کے سب سے بڑے فرزند کو عنصن اعظم کہتے ہیں۔ چونکہ عبد البہاء حضرت بہاء اللہ کے سب سے بڑے فرزند تھے اس لئے یہابیوں میں عام طور سے اس لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت بہاء اللہ اپنی الواح میں اپنے آپ کو اکثر سدرہ یا اصل کہتے ہیں اور عبد البہاء کو عنصن کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ عبد البہاء خود فرماتے ہیں :-

” عبد البہاء میثاق الہی کا مرکز ہے۔ عنصن ہے جو شجر کے ماتحت،
شجر چوہر ہے۔ شجر جڑ ہے۔ شجر عالمگیر حقیقت ہے۔ “

(سنار ایٹ وی دلیٹ جلد ۱۰ نمبر ۱ صفحہ ۳۲۵)

بائبل میں عنصن کے بارے میں سب سے بڑی پیشینگوئی اشعیا کے گیارہویں باب میں ہے :-

” ہوائی کے تینے سے ایک کونیل نکلے گا۔ اور اس کی جڑوں سے
ایک پھلدار شاخ پیدا ہوگی اور خداوند کی روح اس پر ٹہرے گی۔
حکمت اور خرد کی روح بھلائی اور قدرت کی روح معرفت
اور خداوند کے خوف کی روح..... اس کی کمر کا پتکار استبازی
ہوگی اور اس کے پہلو و فاداری کے پتکے سے کسے ہوتے
ہونگے۔ اس وقت بھیڑ یا بڑھ کے ساتھ رہے گا اور چہا، حلوان
کے ساتھ بیٹھے گا اور بچپا اور شیر بچہ اور پالا ہوا میل لئے جلے

رہیں گے۔ اور نچھانچہ ان کی پیش روی کرے گا۔ ”
 وہ میرے معذرت کوہ کی سب اطراف میں کسی کو دکھ نہ دیں
 اور توشہ نہ ڈالیں گے۔ کیونکہ جس طرح پانی سے سمندر بھرا ہوا ہے
 اسی طرح زمین خداوند کے عذاب سے مہر ہوگی۔ اور اس
 دن ایسا ہوگا کہ خداوند دوسری مرتبہ اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنے
 لوگوں کا بقیہ جو بچ رہا ہو امور اور معسر اور فزوس اور کوش اور
 ایلام اور سنعار اور حات اور سمندری اطراف سے پھیر لائے گا
 اور وہ قوموں کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کرے گا اور ان اسرائیلیوں
 کو جو خارج کئے گئے ہیں جمع کرے گا اور سارے بنی ہوداہ کو
 جو پراگندہ ہوئینگے زمین کے چاروں کونوں سے فراہم کرے گا۔
 حضرت عبدالمہیاء ابن یساف نے کہا کہ یہ سب فرما رہے ہیں۔

”سب سے عظیم واقعہ جو اس بے نظیر عرصہ کے ایام ظہور میں
 واقع ہونا ہے وہ خدا کے علم کا تمام قوموں کے درمیان
 بلند ہونا ہے۔ یعنی تمام اقوام و اجناس اس خدائی جھنڈے یعنی
 اس عرصہ عظیم کے سایہ تکے جمع ہوں گے۔ مذاہب و ادیان کی
 باہمی جنگ، اجناس و اقوام کی آپس کی دشمنیاں اور وطن پرستی
 کے اختلافات جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دئے جائیں گے۔ سب
 ایک دین، ایک ایمان، ایک جنس، ایک قوم بن جائیں گے اور
 ایک وطن میں رہیں گے جو یہ کڑواہی خالی ہے، عالمگیر امن و
 اتحاد تمام قوموں کے درمیان جلوہ گر ہوگا۔ یہ بے نظیر عرصہ
 تمام اسرائیل کو اکٹھا کرے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس دور
 میں قوم یہود جو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں

پرانگندہ ہے ارض مقدس میں جمع ہوگی۔
 اب ملاحظہ کریں کہ یہ واقعات دور عیسوی میں واقع نہیں
 نہیں ہوئے۔ کیونکہ کئی اقوام ایک جھنڈے کے نیچے جس کی
 مراد عین الہی ہے جمع نہیں ہوئی تھیں۔ مگر اس دور میں جو
 رب الافواج کا دور ہے تمام اقوام اس جھنڈے کے سایہ
 میں داخل ہوئی۔ اسی طرح دنیا میں پرانگندہ شدہ اسرائیل
 دور عیسوی میں ارض مقدس میں جمع نہ کئے گئے تھے۔ مگر
 پیار اللہ کے دور کے آغاز سے انبیاء کی صریح نص کے
 مطابق اس خدائی وعدہ کا ایسا ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے
 سب جانتے ہیں کہ دنیا کے ہر طرف سے یہودی اقوام آ
 کر ارض مقدس میں جمع ہو رہی ہیں۔ وہ دیہات اور شہروں
 میں اپنی زمینیں لے کر آباد ہو رہے ہیں۔ دن بدن وہ
 بڑھتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ تمام فلسطین ان کا وطن ہو جائیگا۔

(انگریزی مذاہنات نسب البتار صفحہ ۷۵)

اس تحریر کے شائع ہونے کے بعد فلسطین ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ اور
 دولتہا سے متیہ نے فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک وطن کے قیام
 کی پالیسی کو منظور کر لیا ہے جس کی عملی کارروائی جاری ہے۔
 جنگ عظیم کے بعد لیگ اقوام بھی قائم ہوئی اور ایک بین الاقوامی
 کانگریس بھی وجود میں آئی ہے جس کا مقصد آہستہ آہستہ آلات حرب کو کم کرنا
 ہے۔ بین الاقوامی امن کے بارہ میں پیشینگوئی کے پورے ہونے کے لئے
 بلا شک یہ بہت اہم اقدام ہیں۔

حضرت مسیح نے بہت سی تمثیوں میں ایک
 قیامت یا یوم العدل | یوم العدل کے بارے میں تعلیم دی ہے

جس وقت ابن انسان، اپنے باپ کے جلال میں آئے گا اور ہر ایک انسان کو اس کے اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ " (سورۃ بقرہ - آیت ۲۶)

آپ اس دن کو فصل اکٹھا کرنے کے دن سے تشبیہ دیتے ہیں جب سرکنڈے تو جلا دئے جاتے ہیں اور گچھوں کو اس میں جمع کر لیا جاتا ہے۔

"ایسا ہی دنیا کے اختتام تکمیل وقت پر ہوگا۔ ابن انسان اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کی ملکوت میں سے ان تمام سپیروں کو جو خطا کار ہیں اور جو بدی کرتی ہیں جمع کریں گے اور انہیں جہنم میں پھینک دیں گے جہاں رونا اور وائٹ پینا ہوگا۔ اس وقت راستباز اپنے باپ کی ملکوت میں سورج کی طرح روشن ہو جائیں گے۔

(سورۃ بقرہ - آیت ۴۰ - ۴۳)

ان آیات اور ایسی قسم کی دوسری آیات میں ان الفاظ دنیا کے اختتام، نے جو کتاب مقدس کے مستند تراجم میں درج ہیں بہت سے لوگوں کو اس خیال میں ڈال دیا ہے کہ یوم العدل کے دن زمین یک یک تباہ کر دی جائے گی۔ مگر ایسا خیال بیک وقت غلطی ہے۔ ان الفاظ کا صحیح ترجمہ تکمیل یا اتمام زمانہ کے موزوں اور درست ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں باپ کی بادشاہت زمین پر بھی اور آسمان پر بھی قائم کی جائے گی۔ آپ دعا مانگنا سیکھلاتے ہیں کہ تیری بادشاہت آئے اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر پوری ہو، انگورستان کی تمثیل میں جب باپ یعنی انگورستان کا مالک آئے گا تو وہ بشریہ کام کرنے والوں کو تباہ کرے گا۔ انگورستان (دنیا) کو تباہ نہیں کرے گا بلکہ وہ تو اسے دوسرے

کام کرنے والوں کے سپرد کر دے گا۔ جو موسم پہلے سے پھل پہنچایا کریں گے۔ زمین تباہ نہیں کی جائے گی بلکہ یہ از سر نو تازہ اور تیار کی جائے گی۔ ایک دوسرے موقع پر حضرت مسیح نے اس دن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: نئی پیدائش ہوگی۔ جب ابن آدم اپنے جلال کے تحت پر جلوہ افروز ہوگا!

پطرس رسول نے اسے موسم بہار سے تشبیہ دی ہے اور کہا کہ اس دن وہ تمام باتیں ظاہر ہوں گی جن کا ذکر خدا نے جب سے دنیا شروع ہوئی ہے اپنے تمام انبیاء کی زبانی کیا ہے جس یوم العولیا کا حضرت مسیح ذکر فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اور رب الافواج تعینتی باپ کی آمد جس کی استغیا اور پرانے عہد نامہ کے دوسرے انبیاء نے پیشینگوئیاں کی ہیں، ایک ہی ہیں۔ اس وقت شریوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اور عدل اور استیلائی زمین پر اسی طرح جاری ہو جائے گی جیسی آسمان پر ہے۔

بیانی تعلیمات کے مطابق ہر ظہور الہی کی آمد یوم العدل ہے۔ مگر حضرت بہار اللہ کا ظہور اقدس و اعلیٰ وہ یوم العدل عظیم ہے جس سے اس بڑے دور عالمگیر کا آغاز ہوتا ہے جس میں ہم رہ کر رہے ہیں۔ صور جس کا ذکر مسیح۔ محمد اور دوسرے انبیاء کرتے ہیں ظہور الہی کی نداء دعوت ہوتی ہے جو تمام آسمان اور زمین کے رہنے والوں کو خواہ وہ مجسم ہوں یا غیر مجسم کی جاتی ہے۔ اس کے ظہور کے ذریعہ لفظاً ہی ان لوگوں کا حصہ ہوتی ہے جو اس کی ملاقات کے طالب صادق ہوتے ہیں۔ اور یہ لیتا اس کی رضوان عرفان اور محبت کا دروازہ اور اس کے بندوں کے ساتھ محبت اور اخوت سے ہے۔ کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو خدا کی شرع پر جو وہ

اپنے ظہور کے ذریعہ نازل کرتا ہے اپنے طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں وہ خود غرضی گناہ اور عداوت کے جہنم میں اپنے آپ کو دھکیلے ہیں۔

حشر یا لعنت | یوم العدل - یوم القیامت - یعنی مردوں کے جی اٹھنے کا دن بھی ہے۔ پولوس رسول کرتھون کے پہلے خط میں فرماتے ہیں :-

”دیکھو میں تمہیں ایک راز کی بات بتانا ہوں۔ ہم سب سوینگے نہیں۔ بلکہ آخری نرسنگھے کی آواز پر ایک لمحے آنکھ کی آپ چھپک کے وقفہ کے اندر بدل دیے جائیں گے۔ کیونکہ نرسنگھا پھونکا جائے گا اور مردے پاک و صاف اٹھائے جائیں گے اور ہم تبدیل کر دیے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ناپاکی پاکی سے اور یہ لٹا بٹا سے بدل دی جائے گی۔“

ان عبارات یعنی مردوں کے جی اٹھنے وغیرہ کے بارے میں حضرت بیتا اللہ نے کتاب ایقان میں فرمایا ہے :-

”اس موت و حیات کے معنی جس کا کتابوں میں ذکر آیا ہے ایمان کی موت و حیات ہے۔ انہی معنوں کے نہ سمجھنے سے ہر ایک ظہور میں عام لوگوں نے اعتراض کئے اور آفتاب ہدایت سے محروم رہے اور جمال ازلی کی پیروی نہ کی۔

پہنچے..... حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں تم کو دوبارہ پیدا ہونا لازمی ہے، پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں جب تک انسان پانی اور روح سے پیدا نہ ہو خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ جو جسم سے پیدا ہوا وہ جسم ہے اور جو روح سے وہ روح ہے۔“ (یوحنا باب ۳ آیت ۶)

بعثت سے مراد انسان کا رُوح القدس کے فیض کے ذریعہ جو ظہور الہی کے وسیلے اس کو عنایت ہوتا ہے روحانی زندگی میں پیدا ہونا ہے۔ قبر جس سے وہ اٹھتا ہے وہ جہالت اور خدا سے غفلت کی قبر ہے۔ بند جس سے وہ بیدار ہوتا ہے وہ روحانی حالتِ خفتگی ہے جو بہت سے لوگوں پر طاری ہے اور وہ اس حالت میں پڑے ہوئے یوم اللہ کے طلوع ہونے کے منتظر ہیں۔ یہ روحانی صبح ان سب کو روشن کر دیتی ہے جو صفحہ کبیتی پر ہیں۔ خواہ مجتہد ہوں یا غیر مجتہد۔ لیکن وہ جن کی روحانی آنکھیں اندھی ہیں وہ اس صبح کو نہیں دیکھ سکتے۔ بعثت کا دن ۲۴ گھنٹے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ ایک دور ہے جو اب شروع ہوا ہے اور اس وقت تک رہے گا جب تک موجودہ دورِ عالم جاری رہے گا۔ اس دن کا صبح کا ستارہ حضرت باب تھے۔ اس کا آفتاب حضرت بہاء اللہ کا ظہورِ اعظم ہے۔ اور اس کا قمر عید البہار ہیں۔ یہ ایسے ستارہ۔ سورج اور قمر ہیں جو کبھی غروب نہ ہوسکے۔ اور عالمِ روحانی میں اس وقت بھی چمکتے رہیں گے جب موجودہ تمدن کے تمام آثارِ کرۂ ارض پر سے محو ہو جائیں گے۔

حضرت مسیح نے آنے والے منظرِ الہی کا ذکر اکثر
مسیح کی دوبارہ آمد جگہ صیفۂ نائب میں کیا ہے مگر کسی کسی جگہ صیفۂ

مشکل بھی استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً میں جانا ہوں کہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اور اگر میں گیا اور تمہارے لئے جگہ تیار کی تو میں پھر آؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ (روحنا باب ۱۴- آیت ۲)

اعمال کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ مسیح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت شاگردوں سے کہا گیا۔ ”یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا۔“

ان اور ایسے ہی دوسرے اقوال کے سبب بہت سے عیسائی اس
 امیر میں ہیں کہ ابن آدم آسمان کے ابوالوں پر جب بڑے جلال سے
 آنے گا تو وہ جیسا اسی مسیح کو دیکھینگے جو دو ہزار برس پہلے یروشلم کی
 گلیوں میں چلتا پھرتا تھا۔ جس نے دکھ اٹھائے اور صلیب سے لٹکے۔ وہ جانتے
 کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں جو میخوں نے سوراخ کئے تھے ان
 میں انگلیاں ڈال کر اور اس کے پہلو میں جو بھالے نے زخم لگایا تھا
 اس میں اپنے ہاتھ ڈال کر دیکھیں۔ مگر خود حضرت مسیح کے الفاظ
 اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔

حضرت مسیح کے زمانے کے یہودی بھی ایسا ہی کے دوبارہ آنے
 کے بارے میں بعینہ یہی خیالات رکھتے تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ نے انکی
 غلطی ان پر فاش کر دی اور انہیں سمجھایا کہ پیشینگوئی کہ ایسا کا پہلے آنا
 ضروری ہے پوری ہو گئی۔ پہلے ایسا کے جسم اور شخصیت میں واپس
 آنے سے نہیں بلکہ یوحنا پیٹسمہ دینے والے کی ذات سے جو ایسا کی
 طاقت اور روح کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں :-
 "اور اگر تم قبول کرو تو یہ یوحنا ایسا ہے جس کا آنا ضروری
 تھا۔ وہ جو سننے کے کان رکھتا ہے سُنے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ ایسا کے دوبارہ آنے سے مراد ایک دوسرے
 شخص کا دوسرے والدین کے ہاں پیدا ہو کر آنا ہے جو خدا کی طرف سے
 اس طاقت و روح کا مالک ہو گا جن کا ایسا مالک تھا۔ پس مسیح کے ان
 اقوال سے یقینی طور سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کے دوبارہ آنے سے مراد
 ایک دوسری ذات کا دوسری ماں سے پیدا ہو کر آنا ہے۔ جو وہی ہی حقدانی
 طاقت و روح ظاہر کرے گا جیسی مسیح نے کی تھی۔ حضرت پیار اللہ فرماتے
 ہیں کہ ایلیا المسیح کا دوبارہ آنا حضرت باب کے اور آپ کے آنے سے

پورا ہو گیا۔

”اگر آج کا سورج کہے کہ میں گل کا سورج ہوں تو درست ہے اور اگر دنوں کے لحاظ سے کہے کہ میں دوسرا ہوں تو بھی بجا ہے۔ اسی طرح دنوں کا خیال فرمائیں کہ اگر کہا جائے تمام دن ایک ہیں تو صحیح و درست ہے۔ پر اگر اسم و رسم کے لحاظ سے کہا جائے کہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے بھی ہو کہ اگرچہ وہ سب ایک ہی ہیں تو بھی ہر ایک میں نغم اور کام اور خاصیت جدا جدا نظر آتی ہے جو اس کے ہوا دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ پس اسی بیان وقاعدہ سے مظاہر مفرد کے مقامات فصل و فرق اور اتحاد کا اندازہ لگائیں۔ تاکہ خالق اسما و صفات کے کلمات

کے معنی جمع و فرق کے بارے میں آپ جان جائیں۔“ کتاب ایقان انگریزی

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں :-

”حزب جان لیں کہ سیج کے دو بارہ آنے سے مراد وہ نہیں جو لوگ سمجھے بیٹھے ہیں۔ بلکہ یہ اسباب کا اشارہ ہے کہ آپ کے بعد ایک اور نوحہ آئے والا ہے۔ وہ خدا کی ملکوت اور اس کی طاقت کے ساتھ آئے گا جو تمام دنیا کو گھیر لے گی۔ اس حکومت سے مراد قلوب و ارواح کے عوالم پر قبضہ کر جہاں مادی پر نہیں۔ کیونکہ یہ مادی دنیا خدا کے حضور ایک کھلی کے برابر بھی نہیں۔ اگر تم جاننے والوں میں سے ہو۔ یقیناً سیج اپنی حکومت کے ساتھ اولیٰ لا اول سے آیا اور آخر لا آخر تک اپنی ملکوت کے ساتھ آئے گا۔ کیونکہ ان معنوں میں سیج و مراد حقیقت الہی۔ جو ہر فرد اور آسمانی ذات کا ظہور ہے جس کا

نہ کوئی اول ہے نہ آخر۔ اس کے لئے ہر دور میں طلوع۔

اشراق۔ ظہور و غروب ہے۔“ (انگریزی الٹرا عید البہار جلد ۱ صفحہ ۱۳۰)

حضرت مسیح اور آپ کے رسولوں نے بہت سی
آخر کا وقت نشانیاں بیان کی ہیں جن سے ابن آدم کا اپنے

باپ کے جلال میں دوبارہ آنا پہچانا جاسکے گا۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں:-

”پھر جب تم یروشلم کو فوجوں سے گھیرا ہوا دیکھو تو جان لینا کہ

اس کا آخر جانا نزدیک ہے..... کیونکہ یہ انتقام کے دن

ہوں گے جن میں سب بائیں جو لگسی ہیں پوری ہو جائیں گی.....

..... کیونکہ ملک میں بڑی مصیبت اور اس قوم پر غضب ہوگا

اور وہ تلوار کا لقمہ بن جائیں گے اور اسیر ہو کر سب قوموں میں پھیلنے

جائیں گے اور یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتی رہے گی۔

جب تک غیر قوموں کی میناد پوری نہ ہو۔ (لوقا باب ۲۱ - آیت ۳۰ تا ۳۲)

پھر آپ فرماتے ہیں:-

”خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتر سے میرے نام سے

آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو

گمراہ کریں گے اور لڑائیوں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار

گھبرانہ جانا۔ کیونکہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن وہ

آخر کا وقت نہ ہوگا۔ کیونکہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت

چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور پہچان آئیں گے

لیکن یہ سب بائیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوگی۔ اس وقت

لوگ تمہیں تکلیف دینے کے لئے پکڑوائیں گے اور تمہیں

قتل کریں گے۔ اور میرے نام کے سب ساری قومیں تم

سے عداوت رکھیں گی اور اس وقت بہتر سے بے ٹھوکر کھائیں گے

اور ایک دوسرے کو پکڑواینگے۔ اور ایک دوسرے سے
 عداوت رکھیں گے۔ اور بہت سے جھوٹے نبی اٹھ کھڑے
 ہوں گے اور بہیروں کو گمراہ کریں گے اور بے دینی کے
 بڑھ جانے کے سبب بہیروں کی محبت ٹھنڈی پڑ جائیگی
 مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہ نجات پائے گا
 اور بادشاہت کی اس خوشخبری کی سناوی تمام دنیا میں
 ہوگی۔ تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ اور اس وقت
 اسز کا وقت ہوگا۔“ (یعنی باب ۲۴-۲۵-۱۴)

ان دو عبارتوں میں حضرت مسیح نے صریح الفاظ میں بغیر حجاب و نقاب
 کے ان باتوں کو بتلادیا ہے جن کا اہل اوم کے آنے سے پیشتر واقع
 ہونا ضروری ہے۔ ان بیانات مسیح کے بعد کے سنین میں ہر ایک
 نشانی جو ان اقوال میں دی گئی ہے پوری ہو چکی ہے۔ ہر عبارت کے
 آخری حصہ میں آپ ایک ایسے واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں جو آمدِ ظہور
 کا پتہ دیتا ہے۔ پہلی عبارت میں یہودیوں کی جلا وطنی کا خاتمہ اور یروشلم
 کے از سر نو آباد ہونے کا ذکر ہے اور دوسری میں انجیل کا تمام
 دنیا میں مسایا جانا ہے۔ یہ دونوں نشانیاں اس ہمارے زمانہ میں لفظ
 بلفظ پوری ہو رہی ہیں۔ اب اگر پیشینگوئی کی سچائی پر ہمیں یقین ہے
 تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہم اس آخر کے وقت میں رہ رہے ہیں
 جس کا حضرت مسیح نے ذکر کیا تھا۔

حضرت محمد نے بھی بعض نشانوں کا ذکر کیا ہے جو قیامت کے
 دن تک ظاہر ہونگی۔ قرآن شریف میں ہم پڑھتے ہیں:-

“وانذقانی اللہ یغیبی اونی متوفیک وراقولک الی ومطہرک
 من اللہ من کفر وادعی الی الذین اتبعولک فوف اللہ ان کفروا

الیوم القیمہ شتم ایتی مرجعکم فاحکم بینکم فیہا حُصْنَم
 فیہ مختلفون ہ جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے وفات
 دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور ان الیاموں سے تجھے
 بری کروں گا جو کافر تجھ پر لگاتے ہیں۔ اور تیرے پیروکاروں یعنی
 عیسائیوں کو قیامت کے دن تک کافروں کے اور غالب بھونگا
 پھر تم میری طرف لوٹ آؤ گے پس تمہارے اخلاقاٹ کا تمہارے سے
 درمیان فیصلہ کروں گا۔ (سورۃ ال عمران)

وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ عذبت الیہ عیسیٰ ولعنوا یاماً
 قالوا۔ بل ید اہ مبسوطتین ینفق کیف یشاء و لیزیدن کثیراً
 منهم ما اتزل الیک من ربک طغیاناً و کفراً و الفئیساً
 بینہم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیمہ کلما اوتوا
 ناراً للحرب اطفأها اللہ۔

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ خود ان کے
 ہی ہاتھ بندھ گئے اور وہ اپنے قول سے ملعون ہو گئے۔ بلکہ
 اس کے تو دونوں ہاتھ کٹا دہے ہیں۔ جیسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے
 جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے کسر
 ان لوگوں میں اس سے سرکشی اور انکار بڑھے گا۔ ہم نے ان میں
 عداوت اور بغض رکھ دی جو قیامت کے دن تک رہے گی جب ہی
 وہ لڑائی کے لئے آگ بھڑکاتے ہیں خدا اُسے بچھا دیتا ہے۔

(سورۃ مائدہ)

ومن الذین قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقہم فنسوا حظاً
 مما ذکروا بہم فاغریبنا بینہم العداوۃ و البغضاء الی یوم
 القیمہ و سوت ینبئہم اللہ بما کانوا یصنعون ہ

اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے میثاق کو قبول کر لیا ہے انہوں نے بھی بہت کچھ اُس کو بھلا دیا ہے جو انہیں تعلیم دی گئی تھی۔ پس ہم نے اُن میں عداوت اور کینہ رکھ دیا ہے جو قیامت کے دن تک رہے گا سو عنقریب خدا انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔ (سورہ مائدہ)

یہ پیشگوئیاں بھی لفظ بلفظ پوری ہو گئی ہیں۔ یہودی، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ماتحت ہونے۔ پھوٹ اور تفرقہ دونوں عیسائیوں اور یہودیوں میں پڑ گیا اور حضرت محمد کی ان پیشگوئیوں کے وقت سے صدیوں تک جاری رہا۔ اب پہلی عصر قیامت کے دن سے ان حالات کے ختم ہونے کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں۔

ظہور موعود کی نشانیوں کا بیان
یہودی، عیسائی، اسلامی اور دیگر

آسمان اور زمین پر نشانیاں

مذہب کی کتب مقدسہ میں بالکل ایک سا پایا جاتا ہے۔ یوآنیل کی کتاب میں لکھا ہے:-

” اور میں آسمانوں اور زمین پر عجیب قدرتیں ظاہر کروں گا یعنی لہو اور آگ اور دھوئیں کے ستون... سورج اندھیرا اور چاند لہو ہو جائے گا۔ پیشتر ایسے کہ خداوند کا بڑا اور خوفناک دن آ پہنچے..... اور دیکھ انہیں دنوں میں اور اسی وقت میں جیسے یہود اور یروسلم کی اسیری کو پھیر لاؤں گا تب ساری قوموں کو اکٹھا کروں گا اور انہیں یہو سفط کی وادی میں جمع کروں گا اور وہاں اُن پر حجت ثابت کروں گا..... گروہ پر گروہ فیصلہ کی وادی میں ہے کیونکہ یوم اللہ (خدا کا دن) فیصلہ کی وادی میں آ پہنچا

سورج اور چاند اندھیرے ہو جائیں گے اور ستارے
اپنی روشنی سے باز آئیں گے۔ کیونکہ خداوند صہیون سے نعرہ
مارے گا اور یروشلم میں سے اپنی آواز بلند کرے گا اور
آسمان و زمین کا نہیں ٹکے۔ لیکن خدا اپنے لوگوں کی پناہ گاہ
ہوگا۔

اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک
ہو جائے گا اور چاند روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے
آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔
اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔
اس وقت زمین کی ساری قوتیں چھاتی پیشیں گی اور ابن آدم
کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے
بادلوں پر آنا دکھیں گی۔ (مسیحی باپ ۲۲ کی ۲۹-۳۰ آیات)
قرآن میں فرماتا ہے :-

”اذا الشمس كورت الخ رجب سورج لپیٹ لیا جائے
اور جب تارے میلے ہو جائیں۔ جب پہاڑ چلائے جائیں
..... جب دوزخ و بہکائی جائے۔“ (سورہ ۵۱)

کتاب الیقان میں ان پیشینگوئیوں کے معنی بتاتے ہوئے حضرت
پہار اللہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ سورج، چاند، ستاروں اور آسمانوں
اور زمین کے بارے میں یہ عبارتیں، کنایات ہیں۔ اور ان کے
فقط لفظی معنی نہ لینے چاہئیں۔ انبیاء کا خاص تعلق مادی چیزوں سے
نہیں بلکہ روحانی چیزوں سے ہوتا تھا۔ جسمانی روشنی سے نہیں بلکہ
روحانی نور ان کے مد نظر ہوتا تھا۔ یوم قیامت کے بارے میں جب
وہ سورج کا ذکر فرماتے تھے تو ان کی مراد صداقت یا راستبازی کے

سورج سے ہوتی تھی۔ سورج روشنی کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔ پس حضرت موسیٰ یہودیوں کے آفتاب تھے۔ حضرت عیسیٰ عیساؤں کے اور حضرت محمد مسلمانوں کے۔ جب انبیاء سورج کے تاریک ہونے کا ذکر کرتے تھے تو ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ ان آفتابہائے روحانی کی خالص تعلیمات، غلط معانی اور سوء تفہیم اور تعصبات سے ایسی تاریک ہو گئی ہیں کہ وگہ روحانی ظلمت میں سرگردان ہیں۔ چاند اور ستارے روشنی دینے کے ادنیٰ ذرائع ہیں یعنی وہ مذہبی علماء و رؤساء جن کا فرض لوگوں کو نصیحت و ہدایت کرنا ہے۔ جب یہ کہا گیا ہے کہ چاند روشنی نہ دے گا یا لہو بن جائے گا اور ستارے آسمان سے گر پڑیں گے تو اس سے یہ مراد ہے کہ علماء و رؤساء دین اپنے مقام سے گھر کر جنگ و فساد میں مشغول ہونگے۔ دنیا دار بن کر آسمانی چیزوں کی بجائے دنیوی چیزوں سے زیادہ دل لگائیں گے۔ یہ یاد رہے کہ ان پیشینگوئیوں کے معنی صرف ایک ہی بیان پر جمع نہیں ہوتے اور بھی معانی ہیں جو ان اشارات کے کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کے ایک اور معنی یہ ہیں کہ سورج، چاند اور ستاروں سے مراد ہر ایک دین کی شریعت و کتاب ہے۔ چونکہ ہر ایک ظہور بعد میں اکتھنائے وقت کے مطابق پہلے ظہور کی شریعت کے رسم و رواج اور معاشرتی قوانین بدل جاتے ہیں۔ ان لئے ان معنوں میں چاند اور سورج بدل جاتے ہیں اور ستارے منتشر ہو جاتے ہیں۔

ان پیشینگوئیوں کا ظاہری معانی میں لفظی طور پر پورا ہونا بہت سی حالتوں میں لا یعنی یا محال ہوگا۔ مثلاً چاند کا خون بن جانا۔ یا ستاروں کا زمین پر گرنا۔ جو ستارے دکھائی دیتے ہیں ان میں سے سب سے

چھوٹا زمین سے کئی ہزار گنا بڑا ہے۔ اگر ایک اس زمین پر آگرے
 تو دوسرے کے گرنے کے لئے زمین کہاں باقی رہے گی۔
 مگر بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن کے روحانی اور مادی دونوں معنی
 لئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ارض مقدس نبیوں کی پیشینگوئیوں کے مطابق
 صد ہا سال تک ظاہری طور پر ویران و بیابان رہی مگر اب یوم قیامت
 دور بہائی کے دن سے ایشیا کی پیشینگوئی کے مطابق یہ گلاب
 کی طرح سرسبز و شگفتہ ہونے لگ گئی ہے۔ مرقعہ الحال بستیاں
 بس رہی ہیں۔ زمین میں کاشتکاری کے لئے نہریں کھدوائی جا رہی ہیں
 اور جہاں نصف صدی پہلے فقط ایک ریگستان تھا وہاں اب
 انگورستان اور زیتون کے باغات لہرا رہے ہیں۔ بے شک یہاں
 انسان اپنی تلواروں کو توڑ کر تل کی ان اور اپنی ہرچھپوں کے کڈال
 بتائیں گے تو تمام روئے زمین کے جنگل اور بیابان سرسبز ہو جائیں گے
 اور چھلنے والی ہوائیں اور آندھیاں جو اب صحراؤں سے اٹھ کر ان کے
 قرب و جوار کے رہنے والوں کی زندگیوں کو دو بھر بناتی ہیں وہاں مانی
 ہو جائیں گی۔ تمام زمین کی آب و ہوا معتدل ہو جائے گی۔ شہر اپنے
 دھوؤں سے ہوا کو غلیظ نہ کریں گے تو ظاہری جسمانی معنیوں میں بھی
 ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین پیدا ہو جائے گی۔

ظہورِ موعود کس طرح ہوگا؟ | وقت کے آخر میں ظہورِ موعود کے بارے
 میں حضرت مسیح فرماتے ہیں:-

اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے
 بادلوں پر آنا دیکھیں گے اور وہ نرسٹے کی بڑی آواز کے ساتھ
 اپنے فرشتوں کو بھیجے گا..... اس وقت وہ اپنے جلال
 کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع

کی جائیں گی۔ اور وہ ایک کو دوسری سے جدا کرے گا جیسے
چرواہا بھیڑوں سے بکریوں کو جدا کرتا ہے۔ (مستی باب ۲۵ و ۲۶)
اس اور اس قسم کی دوسری عبارتوں کے بارے میں حضرت بہاء اللہ
کتاب ایقان میں فرماتے ہیں :-

اسمان سے مراد وہ بزرگی و بلندی ہے جو ان مشارق
قدسی اور مطالع قدسی کے ظہور کا مقام ہے۔ اگرچہ یہ
کینونات قدیمی، بطن ماور سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن
درحقیقت امر کے اسمائوں سے اترتے ہیں اور اگرچہ
زمین پر رہتے ہیں مگر رفعت معالیٰ پر جلوہ افروز ہوتے ہیں
اور گونگوں میں چلتے پھرتے ہیں لیکن قرب کی ہواؤں میں
بلند پرواز ہوتے ہیں۔ بلا پاؤں ہلائے ارض روح میں چکر
لگاتے ہیں اور بغیر پوں کے احدیت کی سر بلند چوٹیوں پر
اڑتے ہیں۔“ (صفحہ ۷۸)

”اِس سے مراد وہ امور ہیں جو لوگوں کے نفس اور ان کی
خواہشات کے خلاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت قرآنی میں
فرمایا ہے :- اِنكَلِمَا جَاءكُم مِّن رَّسُولٍ بِمَا لَآ تَحْوٰى اَلنَّفْسُكُمْ
اَسْتَكْبَرْتُمْ فَمَنْ يَبْقَاكُمْ مِّنْكُمْ فَاَصْحَابُكُمْ ۗ وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ ۗ (سورہ بقرہ)
یعنی جب کبھی بھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری ہو و نفسانی
کے خلاف آیا تو تم نے تکبر کیا اور اس کی نہ سنی۔ اور ان
بنیوں میں سے بعض کو جھوٹا کہا اور بعض کو قتل کیا۔
ایسے بادل مثلاً احکام کا بدلنا، شریعت کا تبدیل ہونا
مروجہ رسوم و قواعد کا منسوخ ہونا، عام مومنوں کا مخالفت
عالموں سے بڑھ جانا۔ اور ان کے علاوہ اس خیال ازلی

کے ظہور کا حدودِ بشری کے مطابق ہونا۔ مثلاً کھانا، پینا، مفلسی و امیری، عزت و ذلت سونا اور جاگنا وغیرہ وغیرہ اسی قسم کی اور باتیں جو لوگوں کو شبہ میں ڈالتی ہیں۔ اور انہیں ظہور پر ایمان لانے سے روکتی ہیں۔ جس طرح بادل لوگوں کے ظاہری سورج کے دیکھنے میں حائل ہوتے ہیں اسی طرح مذکورہ بالا حالتیں انہیں اس اسی سورج کے دیکھنے سے محروم رکھتی ہیں۔

چنانچہ کتاب میں کافروں کی زبان سے یوں مذکور ہے: کافروں نے کہا یہ کس قسم کا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ فرشتے کیوں نہ بھیجا گیا۔ جو اس کے ساتھ منادی کرتا۔ (سورہ فرقان) چونکہ نبیوں میں ظاہری تنگدستی اور مصیبتیں نظر آتی تھیں اور ایسے ہی بدنی اور فطری ضروریات مثلاً بھوک، پیاس اور امراض اور اتفاقیہ واقعات ظاہر ہوتے تھے، اس لئے ان پاک ہیاکل سے اس قسم کی باتیں ظاہر ہوتی دکھیکر لوگ شک و گمان کے صحراؤں اور دہم و حیرانی کے بیابانوں میں حیران رہ جاتے تھے کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے آئے اور زمین کی کل چیزوں پر اپنا غلبہ ظاہر کرے اور خود کو کل موجودات کی پیدائش کا باعث کے جیسا کہ فرمایا ہے: لَوْ كُنَّا لَمَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک نہ پیدا کرتا) اور اس پر بھی وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں مہستلا ہو جائے۔

چنانچہ ہر نبی اور اس کے اصحاب کی فقیری و ذلت اور

بیادوں کی بابت تو سنا ہی ہے۔ ان کے دوستوں کے
 ستر شہروں کو تحفہ کی طرح بھیجے جاتے تھے اور
 انہیں اس بات سے روکا جاتا تھا جس پر وہ مامور کئے
 گئے تھے۔ ہر کوئی دشمنانِ دین کے ہاتھ میں مبتلا
 رہا۔ یہاں تک کہ لوگ جو چاہتے تھے ان سے سلوک کرتے تھے۔
 ان باتوں کو جو لوگوں کی خواہشات کے ناموافق اور خبیث
 نفس کے خلاف ہوتی ہیں وہ قائد پروردگار معیار و میزان مقرر
 کر کے اپنے بندوں کا امتحان کرتا ہے۔ اور سعید و شقی اور مومن
 کو مخالفت سے جدا کرتا ہے۔

یہ قول کہ وہ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا رالی آخر القول، ان
 فرشتوں سے مراد وہ اشخاص ہیں جو قوتِ روحانی کے وسیلہ
 صفاتِ بشری کو عشقِ الہی کی آگ سے بھسم کر کے کروہین
 و عالیین کی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں۔
 امتِ عیسیٰ سے جو کہ ان معنوں کو نہ سمجھا اور یہ نشانیاں عیسیٰ
 انہوں نے اور ان کے علمائے سمجھ رکھا تھا ظاہر میں نمودار
 نہ ہوئی تھیں اس لئے اس دن سے آج تک پاکِ مظاهر کو
 نہ مانا اور کل مقدس فیوضات سے محروم اور حذاتی کلمات
 کے عجائبات سے محجوب رہے۔ یہ تو اس روزِ قیامت میں
 لوگوں کی حالت ہے۔ اتنا نہیں جانتے کہ اگر ہر زمانہ میں
 ظہور کی علامتیں جیسی کہ لکھی ہیں عالمِ ظاہر میں ظاہر ہوتیں تو پھر
 کس کی مجال تھی کہ اعتراض و اعراض کرتا۔ اس کے علاوہ
 سعید و شقی اور مجرم و متقی میں فرق کیسے ہوتا۔ مثلاً ذرا غور
 کریں کہ اگر یہ عبارتیں جیسے کہ انجیل میں لکھی ہیں بحسب ظاہر

ظاہر ہوئیں اور فرشتے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ظاہری آسمان سے ابر پر سوار اترتے تو کس کی مجال تھی کہ اُسے جھٹلاتا یا انکار اور غرور کے قابل ہوتا۔ بلکہ مانند انسانا تو درکنار فی الفور کل دنیا میں ایسی کھلبلی پڑتی کہ کسی کے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکل سکتا۔

(کتاب ایقان، انگریزی، صفحہ ۴۴ سے ۴۵ تک)

ان بیانات سے یہ بات پائیے ثبوت کو پہنچ گئی کہ ابن آدم انسانی شکل میں آئیگا عورت کے لطن کی پیدا ہوگا۔ فقیر و غنی مظالم کا ہونا زمین اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہونگے۔ یہ آمد کا طریقہ ہی وہ کسوں سے جس سے وہ اہل زمین کو پرھتا ہے اور ایک کو دوسرے سے خدا کرتا ہے۔ جیسے گڈ یا بھیرٹوں کو اکبروں سے علیحدہ کرتا ہے۔ وہ جن کی آنکھیں کھلی ہیں ان بادلوں کے پار دیکھ سکتے ہیں۔ اور قدرت اور بڑے جلال کا لطف اٹھاتے ہیں، جس کا انکشاف کرنے کے لئے آتا ہے۔ مگر جن کی آنکھیں تعصب و حنظل سے بند ہیں وہ صرف تاریک بادلوں کو دیکھتے ہیں اور مبارک روشنی سے محروم ہو کر تاریکی میں ٹھوکر بن کھاتے رہتے ہیں۔

”دیکھو۔ میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا۔ اور خداوند جس کی تلاش میں تم ہو اپنی سیل میں ناگہاں آئے گا۔ ہاں وہ پیغامبر ميثاق بھی جس سے تم خوش ہو..... پر اس کے آنے کے دن میں کون شہر سکینا اور جب وہ ظاہر ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوئی کے سائبان کی مانند ہے..... کیونکہ دیکھو وہ دن آتا ہے جو تنور کی مانند سوزان ہوگا۔ تب ساری مغرور اور ایک جو بہ کاری کرتا ہے کھوٹی کی مانند ہونگے..... لیکن تم پر جو میرے نام سے ڈرتے ہو آفتاب حقیقت

طالع ہوگا۔ اور اس کے بازوؤں میں شفا ہوگی۔

(طاکی باب ۳۵۳)

نوٹ

پیشینگوئی کے پورا ہونے کا مضمون اثنا و سبع ہے کہ اس کی کما حقہ شرح لکھنے کے لئے بہت سی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اس پر ایک چھوٹا سا باب لکھنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم ان معانی کا ایک مختصر سا خاکہ پیش دیں جو اہل بہار کر سکتے ہیں۔ مفصل مکاشفات جو دانیال اور یوحنا پر وحی ہوئے ان کو ہم نے چھوا تک نہیں۔ اگر ناظرین ان کے معانی کو دیکھنا چاہیں تو کتاب مستطاب مفاوضات عبدالبہار کا مطالعہ فرمائیں جس میں ان مکاشفات کے چند ابواب کی تفسیر کی گئی ہے۔ کتاب الیقان بیج البہیتہ اور حضرت بہار اللہ و حضرت عبدالبہار کی متعدد الواح مبارکہ میں پیشینگوئیوں کے پورے ہونے کا حال درج ہے

چودھواں باب

حضرت بہاء اللہ و عبدالمہدیا

پیشین گوئیاں

”اگر تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ ہم کس طرح جانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اگر کوئی نبی خدا کے نام سے کچھ کہتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے پورا نہ ہو اور ویسا ہی واقع نہ ہو تو سبھی لو کہ اس نے خدا کی طرف سے نہیں کہا بلکہ یہ اس نبی نے اپنے قیاس سے کہا ہے پس تو اس سے مت ڈر۔“ (استثنا باب ۱۸-آیت ۲۲)

خدا اور صرف خدا ہی اس وقت کا مالک ہے
کلام الہی کی قوت نفوذ کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے اور منظر خدا کا
 سب سے بڑا ثبوت اس کے کلام کی قوت نفوذ ہے یعنی کل انسانی

کاموں کے تغیر و تبدل پر اُس کا نفوذ اور تمام انسانی مخالفت پر اُس کی مستح۔

اپنے منظر کے ذریعہ ہی خدا اپنی مرضی کا اعلان کرتا ہے اور اس منظر کے کلام کا قوراً یا مستقبل میں پورا ہونا ہی اس منظر الہی کے صدق الہام کا اور اُس منظر کے دعوائے منظریت کا صاف صاف ثبوت ہے۔

”کیونکہ جس طرح آسمان سے بارش ہوتی اور برف پڑتی ہے اور پھر یہ دونوں وہاں د آسمان پر لوٹ کر نہیں جاتے بلکہ زمین کو بھگوتے ہیں اور اس کی شادابی اور روئیدگی کے باعث ہوتے ہیں تاکہ بوسنے والے کو بیج اور کھانے والے کو روٹی دیں اسی طرح میرا کلام جو میرے منہ سے نکلتا ہوگا وہ میرے پاس بے انجام نہ پھرے گا بلکہ جو کچھ میری خواہش ہوگی اُسے پورا کرے گا اور اس کام میں جس کے لئے میں نے اُسے بھیجا ہے موثر ہوگا۔“ (اشیا باب ۵۔ آیت ۱۰-۱۱)

جب یوحنا پتھر دینے والے کے شاگردوں نے حضرت مسیح سے سوال کیا ”کیا تو وہی ہے جسے اناہے باہم کسی دوسرے کا انتظار کریں“ حضرت مسیح کا جواب فقط یہی تھا کہ آپ نے اپنے کلام کے نفوذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

”یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کرو کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلنے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک و صاف کئے جاتے اور بہرے سنتے ہیں اور مردے زندہ کئے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔“ (متی باب ۱۱۔ آیت ۴ سے ۶ تک)

اُو اب ہم یہ دیکھیں کہ کوئی شہادت ایسی بھی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت بہاء اللہ کے کلام میں بھی وہ قوت نفوذ ہے جو کلام الہی کا طرہ امتیاز ہے۔ حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ الکول کا پینا بالکل بند کر دیا جائے یہی وقت سے ترکِ شراب خوری کی تحریک ساری دنیا میں فوق العادہ ترقی کر رہی ہے۔ شراب کے باروباری بے شک بہت طاقتور اور مضبوط ہیں مگر ٹیمپرنس کی بڑھتی ہوئی قوت کے سامنے وہ لڑکھڑانے اور گریوٹالے ہیں۔ حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ دنیا میں اب حکومت نامیدگانِ عوام کے ذریعہ ہونی چاہئے۔ اسی وقت سے یکے بعد دیگرے ممالک میں حق آئین سازی عوام کے انتخابی ماتحتوں میں زیادہ ہوتا گیا۔ دنیا کی بڑی بڑی فوجی خود مختار سلطنتوں کا عجیب، فوری طریقہ سے خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور ان کے پھر سے برسرِ اقتدار ہونے کی ذرا سی بھی امید باقی نہیں۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ دولت مندی اور افلاس کی حدود معین ہونی چاہئیں۔ اسی وقت سے یہ قانون کہ مزدور کی کسی ایک حد اور دولت پر بالمشورہ ریج ٹیکس ہونا چاہئے دن بدن زیادہ وسعت کے ساتھ احستیار کیا جا رہا ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ اقتصادی اور دیگر ہر قسم کی غلامی نو اب اُٹا دینا چاہئے۔ اسی وقت سے مزدوروں کی آزادی اور دستکاری میں حصہ داری کے مقام تک پہنچنے کے لئے ان کی ترقی مستقل اور اہل ہو رہی ہے۔

حضرت بہاء اللہ نے حکم فرمایا کہ مرد اور عورت کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں۔ اسی وقت سے وہ بیڑیاں جن میں عورتیں دہتھاسے دراز سے جکڑی ہوئی تھیں پارہ پارہ ہو رہی ہیں اور عورتیں جلد جلد مردوں کے مساوی حصہ داری کے حق کو حاصل کر رہی ہیں۔

حضرت بہار اللہ نے حکم فرمایا کہ دنیا میں ایک مشترک زبان ہونی چاہئے
 اسی وقت سے اس حکم کو پورا کرنے کے لئے انتہائی کوششیں جاری ہیں
 اور اسپرٹو زبان وجود میں آگئی ہے جو روز بروز تہا میت سرعت کے ساتھ
 عالمگیر ہوتی جا رہی ہے۔

حضرت بہار اللہ نے حکم فرمایا کہ ایک عالمگیر لیگ اقوام کا قیام ہونا چاہئے
 اسی وقت سے ایسی لیگ اقوام کے قیام کے لئے حیرت انگیز اور کھوس
 ترقی ہو رہی ہے اور اس کے فوائد کا اعتقاد روز افزوں عام ہوتا جاتا ہے۔
 حضرت بہار اللہ نے حکم فرمایا کہ بین الاقوامی قضیوں کا فیصلہ ایک بین الاقوامی
 پنچاسیت کے ذریعے ہونا چاہئے۔ اسی وقت سے بین الاقوامی جھگڑے سے
 بین الاقوامی پنچاسیت کے سامنے زیادہ تر پیش کئے جا رہے ہیں اور اس کا
 حلقہ اثر روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔

حضرت بہار اللہ نے حکم فرمایا کہ مختلف سلطنتیں آپس میں معاہدے
 کر کے اسلحہ میں سب ایک ہی وقت کمی کریں اور اسی وقت سے
 دنیا میں اس بات کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

حضرت بہار اللہ نے حکم دیا کہ تعلیم عام ہونی چاہئے اسی وقت
 سے دنیا کے ممالک میں یکے بعد دیگرے تعلیم لازمی ہوتی جا رہی ہے۔
 اور ہر ایک ملک بالمشورہ تعلیم کے درجہ کو بڑھاتا جا رہا ہے۔

ایسی مثالیں بہت سی ہیں اور بالتفصیل دی جاسکتی ہیں۔ ہم
 اس بات کو دعویٰ سے کہتے ہیں کہ حضرت بہار اللہ کا کوئی ایک حکم بھی
 ایسا نہیں جو دنیا میں نافذ ہوئے بغیر رہا ہو۔

اس شہادت میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضرت بہار اللہ
 خدا کی مشیتِ نافذہ کے سچے مظہر اور مبین ہیں۔
 اب ہم حضرت بہار اللہ کی چند بڑی بڑی پیشینگوئیاں لکھتے ہیں

اور دکھاتے ہیں وہ کس طرح حرف بکرت پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں تاکہ وہ اس شہادت کی طاقتور موید ہوں۔

پیشینگو میاں پورے ہونے سے بہت پہلے طبع و نشر ہو چکی تھیں۔ الواح سلاطین بن میں اکثر یہ پیشینگو میاں نازل ہوئی ہیں ایک کتاب میں جمع کی گئی تھیں اور دوسری الواح کے ساتھ پچاس برس پہلے بیٹی میں سورۃ الہیئل نام کتاب کے ساتھ چھاپی گئی تھیں۔ اس کے بعد اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ حضرت بہار اللہ کی پیشینگوئیوں کے بعد ہم حضرت عبد الہبار کی بھی چند مشہور پیشینگوئیوں کو درج کریں گے۔

۱۸۶۹ء میں حضرت بہار اللہ نے اس شہنشاہ فرانس نیپولین سوم کو ایک لوح بھیجی جس میں اسے اسکی جنگجو پانہ خواہش

اور پہلی ایک لوح کی توہین کے بارہ میں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔

تو نے جو کچھ کام کیا اُس کے سبب معاملات تیری حکومت

میں بگڑ جائیں گے۔ اور تیرے عمل کی پاداش میں ملک

تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر تو اپنے آپ کو کھلے

خسارہ میں پائے گا اور وہاں تمام گروہوں کو انقلابات

گھیر لیگے جس پر اس صورت کے کہ تو اس امر کی مدد پر

قائم ہو جائے اور اس سیدھی راہ میں رُوح کی پیروی کرے۔

کیا سمجھے اپنی عزت پر ٹھنڈ ہے۔ مجھے اپنی پائیدہ زندگی کی

قسم تیری عزت دائمی نہیں ہے اور عنقریب زوال پذیر ہوگی

بجز اہل حالت کے کہ تو اس مضبوطی کو کھام لے۔ ہاتھ

دیکھتے ہیں کہ ذلت تیرے پیچھے دوڑی چلی آرہی ہے اور

تو بے خبر ہے۔

نیپولین نے جو اس وقت اپنی طاقت کے عین عروج پر تھا، اس تہیہ کی کچھ پرواہ کی۔ دوسرے برس وہ پریشیا (جرمنی) سے برسرِ پیکار ہوا۔ اور اس بات کا پورا گھنڈہ رکھتا تھا کہ اس کی وسیع اور آزمودہ کار فوجیں فوراً برلین میں پہنچ جائیں گی۔ مگر جس ذلت کی خبر حضرت بہار اللہ نے اسے دی تھی۔ اس نے اسے آلیا۔ ساربرگ ولینبرگ اور میٹز پر شکست کھا کر سیدان پر آخری فاش شکست کھائی کہ خود بھی قید ہو ہو گیا۔ جرمن اپنے قیدی کو اپنے ملک پریشیا (جرمنی) کے ایک صوبہ میں لے گئے۔ اور اس معزور و مستکبر شہنشاہ کا خاتمہ دو سال بعد ہنایت ذلیل حالت میں انگلستان میں ہوا۔

حضرت بہار اللہ نے نیپولین پر غالب آنے والے کو **جرمنی** بھی کچھ دیر بعد ایسی ہی سخت تہیہ کی اور اس نے بھی آپ کی تہیہ پر کچھ توجہ نہ کی اور آخر کار اس کا انجام بھی ایسا ہی خوفناک ہوا۔ کتاب اقدس میں جو ایڈریانوئل میں نازل ہوئی شروع ہوئی اور عکا کی قید کے پہلے سنین میں ختم ہوئی قیصر جرمنی کو یوں خطاب کیا گیا ہے:-

”اے بادشاہ برلن!..... اُس کی حالت کو یاد رکھ جو شان میں تجھ سے کہیں بڑا تھا (یعنی نیپولین ثالث) اور جس کا درجہ تجھ سے بہت اعلیٰ تھا وہ اب کہاں ہے؟ اُس کے مقبوضات کیا ہوئے؟ متنبہ ہو اور اُن میں سے نہ ہو جو غافل ہیں۔ اُس نے خدا کی نوح کو پیچھے پھینک دیا جسکے ہم نے اسے اس بات کی اطلاع دی جو ظالموں کے گروہ سے ہم پر وارد ہوا پس ذلت نے اُسے سب اطراف سے گھیر لیا۔ حتیٰ کہ وہ حشر انِ عظیم کے ساتھ خاک کی طرف

لوٹ گیا۔ اسے بادشاہ اس پر خوب غور کر اور ان پر جو تجھ جیسے ہیں جنہوں نے ملک تسخیر کئے اور خدا کے بندوں پر حکمرانی کی۔ خدا انہیں مخلوق سے تمہارے میں لے گیا۔ عبرت پکڑ اور ان میں سے ہو جو خدا سے ڈرتے ہیں.....

لے دریا سے رات کے کنارو! ہم تمہیں خون سے پُر دیکھتے ہیں کیونکہ سزاؤ سبزا کی تلواریں تم پر ٹھنچی گئی ہیں اور دوسری بار پھر ایسا ہی ہوگا۔ ہم برتن کی چیخ پھار سن رہے ہیں۔ اگرچہ آج وہ ظاہرہ عزت و جلال میں ہے۔

۱۹۱۵ء و ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کی جرمنی فتح مندوں کے وقت خصوصاً ۱۹۱۸ء کی موسم بہار میں جرمن افواج کی عظیم یلغار کے موقعہ پر ایران کے مخالفین امر بہانی نے اس پیشینگوئی کو نہایت وسیع پیمانہ پر شائع کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت بہار اللہ نے یہ پیشینگوئی تھوڑی کی تھی مگر سب فتح مند جرمنوں کی یہی یلغار و فحشہ ان کی سب سے بڑی شکست میں بدل گئی تو امر بہانی کے مخالفین کی کوششیں الٹی اُنہیں پر پڑیں اور وہ شہرت جو انہوں نے خود اس پیشینگوئی کو دی ایران میں امر اللہ کے پھیلتے میں مُکد ثابت ہوئی۔

ایران | کتاب اقدس میں جو ظالم مظفر الدین شاہ کی سلطنت کے عروج اور آپ کے پیدا ہونے کی جگہ ہے برکت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-
 ”اے طاہران، کی زمین! تو کسی باعث سے زنجیر نہ ہو۔ خدا نے تجھے دنیا کی فرحت کا مطلع بنایا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو تیرے تخت کو ایک ایسے شخص سے برکت دے گا جو عدل سے حکومت کرے گا۔ اور خدا کی بھیڑوں کو جمع کرے گا جنہیں

بھیڑوں نے پراگندہ کر دیا ہے۔ بیشک وہ اہل بہا کے ساتھ
خوشی اور شادگی کے ساتھ معاملہ کرے گا۔ دیکھو وہ خدا کے
نزدیک جو ہر خلق میں سے ہے..... خوش ہو کہ خدا نے
بچھے آفرین بنایا۔ کیونکہ تو مطلع ظہور کے پیدا ہونے کی جگہ
ہے..... جلد ہی امور تجھ میں منقلب ہونگے اور ظہور
تجھ پر حکمران ہونگے۔ بیشک تیرا خدا جانتے والا اور گل چیزوں
کو گھیرے ہوئے ہے۔ اپنے پروردگار کے فضل و اطمینان
رکھے۔ بیشک وہ اپنی ہر بانی کی آنکھوں کو کبھی تجھ سے الگ
نہ کرے گا۔ اضطراب کے بعد ہی اطمینان تجھ کو نصیب ہوگا۔
اس طرح کتاب بدیع میں فیصلہ کیا گیا ہے۔

ابھی ایران اس اضطراب سے ہی نکل رہا ہے جس کی حضرت بہار اللہ نے
خبر دی تھی پارلیمنٹری حکومت قائم ہو گئی ہے۔ اور آئندہ کثرت سے بتا رہے
ہیں کہ بہتر زمانہ کچھ دور نہیں۔

حضرت بہار اللہ نے سلطان ترکی اور اُس کے وزیر علی پاشا کو
ترکی | مسئلہ میں جب آپ ترکوں کے ایک قید خانہ میں مقید تھے ہذا
تہذیب آمیز شبیہات لکھ کر بھیجیں۔ عکا کے قتلہ سے سلطان کو آپ نے
لکھا کہ۔

”اے وہ شخص جو خود کو سب بندوں سے اعلیٰ سمجھتا ہے.....
..... جلد ہی تیرا نام موٹ جا سگے گا۔ اور تو اپنے آپ کو ایک
بڑے گھاسٹے میں پائے گا۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ دنیا کا مصلح
اور اُس کو زندہ کرنے والا (یعنی حضرت بہار اللہ) مفسد و مقصر
ان امور توں۔ شیر حوار اور بہا۔ بچوں نے کیا تصور کیا ہے کہ تیرے
تہر و غضب کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کسی مذہب

دولت میں تھے ذمہ دار نہیں ٹھہرائے گئے۔ حکم خدا کی قلم نے
 تو انہیں چھوڑ دیا مگر تیرے ظلم و ستم کی آگ نے انہیں گھیرا
 ہوا ہے..... اس گردہ کو جنہوں نے کبھی تیری بادشاہت
 میں کوئی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی تیری حکومت کے خلاف
 کوئی جرم کیا جو رات دن گوشہ نشین پاؤ خدا میں رہتے تھے
 تو نے پامال کیا۔ اور جو کچھ وہ بکھتے تھے تیرے ظلم کی دست درازوں
 سے باقی نہ بچا..... خدا کے نزدیک ایک ٹھٹی بھر خاک
 تیری حکومت اور عزت و دولت سے بڑھ کر ہے۔ اگر وہ چلے
 تو تمہیں رمب کے نذوں کی طرح بکھیر دے۔ وہ وقت دور
 نہیں جب اس کا ہر تجھ پر نازل ہوگا۔ فنا دہم میں رونما ہوگا
 اور تمہارے مالک کے ہتھے پھرنے کے لئے جاؤں گے۔ تب
 تم گریہ و زاری کرو گے اور کوئی مددگار و پارہ پاؤں گے.....
 منتظر رہو۔ غضب الہی تیار ہے۔ بہت جلد تو وہ چیزیں
 دیکھ لینگے جو قلم امر سے نازل ہوتی ہیں۔“

رکنار ادب دی ریٹ جلد دوم صفحہ ۳۰

علی پاشا وزیر اعظم ترکی کو آپ نے لکھا ہے
 ”اسے ہمیں تو نے وہ عمل کیا جس سے محمد رسول اللہ فرودیں علی
 میں رو پڑے۔ گویا سائے بکے اتنا ضرور بنا دیا ہے کہ تو اس
 چہرے سے روگردان ہو جس کے نور سے ملاء اعلیٰ کے لوگ
 منور ہوئے۔ جلد ہی تو اپنے آپ کو ایک بڑے غما سے میں
 بانسے گا۔ تو نے شاہ اہلک کے ساتھ مل کر مجھے گزند پہنچانے
 کی غمازی۔ الا انکہ میں تیرے پاس مشرق اوقیانوس تک ایک ایسے
 امر کے ساتھ آیا ہوں جس سے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں جو

خدا کے برگزیدہ بندے ہیں..... کیا تو سمجھتا ہے کہ تو
 اس آگ کو بجھا سکتا ہے جسے خدا نے عالم میں روشن کیا
 ہے؟ نہیں۔ اس کے نفس حق کی قسم، جو کچھ تو نے کیا
 اس سے اس کا شعلہ اور چمک گیا اور آگ کبھڑک اٹھی۔ وقت
 دور نہیں کہ یہ تمام دنیا اور اس کے رہنے والوں کو گھیر لیگی۔
 کھوڑے عرصہ کے بعد ہی ارض ستر (ایڈریانوئل)
 اور دوسرے مقامات بدل جائیں گے اور سلطان کے ہاتھوں سے
 نکل جائیں گے۔ انقلاب رونما ہوگا۔ آہ و بکا کی آواز بلند ہوگی
 تمہارے مالک میں ابتری ظاہر ہوگی اور امور درہم برہم ہو
 جائیں گے۔ یہ اس سبب سے ہوگا جو ظالموں کی افواج نے
 ان قیروں یعنی حضرت بہار اللہ اور آپ کے ہمراہیوں کے
 ساتھ سکوک کیا۔

حکومت بدل جائے گی اور حالات اس حد تک برے
 ہو جائیں گے کہ ویران پہاڑیوں پر ریت ٹوٹ گری کرے گا
 پہاڑوں پر درخت روٹیں گے اور سب چیزوں سے خون بہے گا
 اور لوگ نہایت خطرناک میں گرفتار ہونگے.....
 اس طرح اس عظیم و حکیم نے فیصلہ کیا ہے جس کے حکم کا
 مقابلہ زمین و آسمان کی افواج نہیں کر سکتیں۔ نہ اسے سب
 بادشاہ اور حکمران اس بات کے کرنے سے روک سکتے ہیں
 جو وہ چاہتا ہے۔ بلا میں اس سپر نچرل کا روغن ہیں۔ اور ان ہی
 سے اس کا نور زیادہ ہوتا ہے اگر تم جاننے والوں میں سے
 ہو تو سمجھ لو گے) ظالموں کی مخالفتیں درحقیقت اس امر کی
 نشاندہی ہیں اور ان کے ذریعہ خدا کا ظہور اور اس کا امر دنیا کے

لوگوں میں زیادہ وسعت کے ساتھ پھیلتا گیا۔

کتاب اقدس میں فرماتے ہیں :-
 اسے نقطہ جو دو سمندروں کے کناروں پر واقع ہے (سٹنٹنٹینہ)
 ظلم کا تختہ تجھ میں قائم کیا گیا ہے۔ اور بغض کی آگ تجھ میں جلائی
 جا رہی ہے۔ اس حد تک کہ لاً اعلیٰ اور عرش معلیٰ کے طواف کر نیوالے
 اس سے نوحہ کر رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جاہل تجھ پر سناٹوں پر
 حکمرانی کر رہا ہے اور تاریکی نور پر لاف مار رہی ہے اور سٹیپس تو
 صاف اور صریح معزور میں پڑا ہوا ہے۔ کیا تجھے تیری نواب اور سٹیپس
 نے معزور بنا دیا ہے؟ مخلوقات کے پروردگار کی شکر ادا کرنا ہی
 تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔ اور تیری بیٹیاں اور بیویاں اور وہ جو
 تجھ میں رہتے ہیں آہ و زاری کریں گے۔ اس طرح عذامتِ علم
 خمیر بچھے پہلے سے خردیتا ہے۔

یہ تمبیہات نازل ہونے کے بعد سے جو لگا تار بلائیں اس عظیم الشان
 سلطنت پر نازل ہوئیں وہ خود ان سٹینگوئیوں کی ایکسپلوشن ہوئی تھی۔
امریکا کتاب اقدس میں جو آج سے اسیٹھ برس قبل نازل ہوئی تھی،
 امریکہ سے یہ خطاب ہوتا ہے :-

اے حکمرانانِ امریکا و رمیسیانِ جمہور! اس آواز کو
 سنو جو مطلع کبریٰ سے بلند ہوئی ہے یہ کہ کوئی خدا نہیں مگر میں
 ناطق و علیم؛ عدل کے ماتحتوں سے ٹوٹے ہوئے اعضاء کو
 باندھو اور اپنے پروردگار۔ آمر و حکیم کے احکام کے عیناً
 ظالم کے مضبوط اعضاء کو توڑ دو۔

حضرت عبدالہیاء نے سفر امریکہ کے دوران میں اپنے اکثر خطابات میں
 اس امید و وعاد یقین کا اظہار فرمایا کہ عالمگیر امن کا جھنڈا پہلے امریکہ سے

جنگِ عظیم | حضرت سیدالقدس اور حضرت عبدالبہار نے جیت انگیز

صحبت کے ساتھ ۱۹۱۳ و ۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم کی

پیشینگوئی فرمائی۔ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو سیکرٹری مینٹو کلیفورنیا میں حضرت
عبدالبہار نے فرمایا:-

”یورپ اس وقت ایک بارود خانہ بن رہا ہے۔ یہ جھک سے
پھٹنے والے بمب کے ایک ذخیرہ کی طرح ہے جسے صرف
ایک چنگاری اڑا دے اور فقط ایک چنگاری تمام یورپ کو
آگ لگا سکتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ بلقان کا فتنہ
دنیا کے سامنے ہے۔“

امریکہ اور یورپ کے بہت سے خطابات میں آپ نے ایسی ہی پیشینگوئی
فرمائی۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو کلیفورنیا کے ایک دوسرے خطبہ میں آپ نے فرمایا:-
”ہم اس جنگِ عظیم کے قریب ہیں جس کا ذکر مکاشفہ یوحنا کے
سولہویں باب میں کیا گیا ہے۔ اب سے صرف دو سال کا سفر
باقی ہے۔ تب صرف ایک چھوٹی سی چنگاری تمام یورپ میں
آگ لگا دے گی۔“

تمام ممالک میں معاشرتی اضطراب اور وہ روز افزوں دینی غفلت
جن کا روحانی بیداری سے پہلے ہونا لازمی ہے اس وقت موجود
ہیں۔ اور یہ دانش اور مکاشفہ یوحنا کی پیشینگوئیوں کے مطابق تمام
یورپ میں آگ لگا دیں گی۔ ۱۹۱۴ء تک تمام شخصیات بادشاہتیں
مٹ جائیں گی اور انقلابات کے بہو سچاں زمین کو ہلا دیں گے۔
(سنز کارن ٹرڈ کا بیان از اخبار نافہ شور ریویو لیکا نو مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۱۲ء)

جنگِ عظیم کے بہت قریب کے دنوں میں آپ نے فرمایا:-
”تمام آسٹریا اقوام کی ایک عام جنگ نہایت قریب ہے۔“

ایک عظیم انقلاب جلد آنے والا ہے۔ دنیا ایک دل
 بلا دینے والی لڑائی کی دہلیز پر ہے۔
 عظیم افواج۔ کھوکھا انسان جنگ کے لئے بلائے
 جائے جا رہے ہیں اور فرنٹیئر پر مشین کئے جا رہے
 ہیں۔ انہیں خونخوار جنگ کے لئے تیار کیا جا رہا ہے
 ایک حقیقت ہی رگڑ ان میں ایک خونخوار دھماکا پیدا
 کرے گی۔ اور پھر ایک ایسی آگ لگے گی جس کی نظیر
 نوع انسان کی کبھی تاریخ میں کہیں نہ ملے گی۔“

رجیڈا گتہ ۳، سلسلہ ترجمہ از سنسار ادنیسی دی بیٹ جلد ۵ صفحہ ۱۶۳

جنگ کے بعد شرعی آئینیں | حضرت بہاء اللہ اور حضرت عبداللہ
 نے ایک نہایت عظیم معاشرتی

انقلاب کے بارہ میں بھی پیشینگوئیاں کیں۔ اور فرمایا کہ یہ انقلاب
 اس لیے دینی جہالت۔ مذہبی دیوانگی توہمات اور تعصبات کا نتیجہ ہوگا
 جو اس وقت دنیا میں پھیل رہے ہیں۔ جنگ عظیم اس انقلاب کا
 ایک پہلو تھا۔

نومبر ۱۹۱۹ء کو ایک دن جب میں بھی حضور میں حاضر تھا حضرت
 عبداللہ نے فرمایا:-

”اس سال کے بعد ہمیں امید ہے کہ لوگ پیدا ہو جائیں
 اور انہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ سوائے
 آسمانی تعلیمات کے دنیا کی بیماری کا اور کوئی علاج نہیں
 کیونکہ یہ جنگ باہمی کینہ و عناد پیدا کرنے کا سبب
 ہوئی ہے۔ مثلاً جرمن لوگ کبھی نہ بھولیں گے، اہل آسٹریا
 اسے فراموش نہ کریں گے۔ اہل بلغیریا اسے بھول نہ جائیں۔“

ترک اسے کبھی نہ بھولیں گے۔ ایک طرف سے تو
 شوٹلسٹ کا شور بلند ہوگا۔ دوسری طرف سے بالٹوویا
 کا طوفان اٹھے گا۔ ایک طرف سے مزدوروں کے تقاضے
 روز افزوں بڑھتے جائیں گے۔ ایک طرف سے اقوام کی
 باہمی رقابت۔ دوسری طرف سے دینی بغض۔ ایک طرف
 سے جنسی تعصب رونما ہونگے۔ صاف ظاہر ہے کہ کیا ہوگا
 یہ تمام ایک بارود کی طرح ہیں۔ اگر خدائی تعینات کئے
 مطابق عالمگیر امن کا جھنڈا بلند نہ ہوا تو ایک نہ ایک دن
 بھک سے اڑیں گی۔

تعییناتِ الہی کے مطابق عالمگیر امن کا جھنڈا فقط کلامِ الہی
 کی قوت سے ہی بلند کیا جاسکتا ہے۔ عالم انسان کی وحدت
 روح القدس کی قوت سے قائم ہونی چاہئے۔ اہل سیاست
 لاکھ کوشش کریں مگر ان کی سعی لا حاصل ہے گی۔ کیونکہ
 انسانی قوت بلا تائید و توفیقِ الہی کے بیکار ہے۔
 سوال۔ کیا صلح عمومی کا جھنڈا اس جنگ (جنگِ عظیم) کے بعد
 بلند کیا جائے گا؟

جواب۔ نہیں اس وقت نہیں۔ ہم جنگ کو جنگ سے دور
 نہیں کر سکتے یہ تو ایسا ہی ہوگا کہ ہم ایک خون سے دہتے کو
 خون سے دھو کر دور کرنا چاہیں۔ دنیا کی اقوام لڑا کا مرغوں کی
 طرح ہیں۔ وہ لڑتے ہیں۔ لڑتے ہیں۔ لڑتے ہیں۔ جتنی کہ تھک
 کر چور ہو جاتے ہیں۔ تب وہ لڑنا بند کر دیتے ہیں اور صلح
 کر لیتے ہیں۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد پھر وہ لڑنا شروع
 کر دیتے ہیں۔

سوال۔ تمام دنیا میں مزدوروں کا قضیہ کیا صورت اختیار کرے گا؟
 جواب۔ یہ روز بروز بد سے بدتر ہو جائے گا۔ ایک مدت تک
 مزدور اجرت کے بڑھانے جانے۔ کام کا وقت کم کرنے وغیرہ
 کی رعایات کے سبب خاموش رہیں گے۔ مگر جلد ہی وہ اور رعایا
 کا مطالبہ کریں گے۔ آخر کار وہ تمام کارخانجات وغیرہ پر قابض
 ہو جائیں گے اور مالکوں سے کہیں گے ہم تمہیں ایک مقررہ رقم
 مثلاً منافع کا دسواں حصہ سالانہ دیتے رہیں گے۔
 زمانہ بہت تنگ اور آفات و تکالیف سے پر ہو جائے گا
 مالک و مزدور دونوں کے لئے سختی کا زمانہ ہو گا اور دنیا میں
 پیداوار کمی ہو جائے گی۔

کچھ دن بعد انہی ایام میں آپ نے فرمایا :-
 حضرت بہار اللہ نے بکتر فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا
 کہ جب بے دینی اور ان کی لازمی لاحقہ ابتری پھیل جائیگی
 یہ ابتری اس حد سے زیادہ آزادی کا نتیجہ ہوگی جو لوگوں میں
 پھیل جائے گی مگر لوگ جس کے لئے تیار نہ ہوں گے نتیجہ
 یہ ہوگا کہ لوگوں کے مفاویٰ خاطر ابتری اور اھلیلی کا سد باب
 کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر سخت گیر حکومت پر عارضی
 عملدرآمد کرنا ہوگا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک قوم کا
 خود اختیاری اور آزادی عمل کی خواہاں ہے۔ دنیا کی موجودہ
 حالت بیدینی کی حالت ہے۔ جس کا بدیہی نتیجہ اضطراب
 ابتری اور استلا ہے۔ میں ہمیشہ یہ کہتا رہا ہوں کہ جنگ عظیم
 کے بعد صلح کی تجاویز پورے پھوٹنے کی مانند ہے۔ طلوع آفتاب
 کی مانند نہیں۔

حذاکی بادشاہت کا آنا | مگر ان آفات کے زمانہ میں امر اللہ بڑھتا جائیگا

خود غرضانہ تنازع بقا کی جدوجہد کے سبب فرقہ وارانہ یا قومی مفاد حاصل کرنے کے لئے جو مصیبتیں لوگوں پر پڑیں گی تو وہ عالم مایوسی میں اس علاج کی طرف رجوع کریں گے۔ حکم الہی نے پیش کیا ہے جس قدر مصائب و آفات زیادہ ہوتی جتنی قدر لوگ سچے علاج کی طرف زیادہ راجع ہوں گے۔ بہار اللہ لوح سلطان (بادشاہ ایران کے نام لوح) میں فرماتے ہیں :-

حذا نے بلاؤں کو اس سرسبز کشت زار کے لئے ترشح صبحگاہی بنایا ہے۔ یہ بلائیں اس چراغ کی بتی ہیں جس سے زمین و آسمان روشن ہو رہے ہیں۔ بلاؤں کے ذریعہ ہی اس کا نور چمکا۔ اور اس کی تمجید لگا مار روشنی دیتی رہی۔ پہلے زمانوں اور گذشتہ صدیوں سے اس کی یہی سنت رہی ہے۔

حضرت بہار اللہ اور حضرت عبدالبہار ہنایت صریح الفاظ میں منجانب کی مادیت پر یقینی نسخ کی پر نور پیشگوئی فرماتے ہیں جس کا نتیجہ صلح ابراہیم کا قیام ہوگا۔ حضرت عبدالبہار نے مسئلہ میں لکھا تھا :-

اس بات کو یقین کیجئے کہ بلائیں اور مصیبتیں روز بروز بڑھتی جائیں گی اور لوگ مصیبت میں گرفتار ہونگے۔ فرحت و انبساط کے دروازے سب طرف بند ہو جائیں گے۔ خوفناک جنگ واقع ہونگی۔ مایوسی اور امیدوں کا انقلاب ہر جانب کی انہیں گھیر لے گا۔ حتیٰ کہ وہ مجبور ہو کر حذا کی طرف لوٹیں گے۔ تب ایک بڑی خوشی کا نور آفاق کو منور کرے گا اور یا بہار الابیہ کا نعرہ ہر سمت سے بلند ہوگا۔

(دار ابرٹ پریس صفحہ ۱۸۷)

فروری ۱۹۱۷ء میں جب حضرت عبدالبہار سے سوال کیا گیا کہ دولِ عظیم میں کونسی ایمان لائے گی یا نہیں۔ تو آپ نے جواب دیا :-

”تمام دنیا کے لوگ ایمان لائیں گے۔ اگر تم آغاز امر کی حالت کا مقابلہ امر کی آج موجودہ حالت سے کرو تو تم جان جاؤ گے کہ کلام الہی کس قدر سرعت کے ساتھ نافذ ہو رہا ہے۔ اس وقت امر اللہ نے تمام دنیا کو گھیر لیا ہے..... اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کے تمام لوگ امر اللہ کے سایہ تلے پناہ گزین بنیں گے“

(ترجمہ از سٹار ادنٹ دی ویلیٹ جلد ۹ صفحہ ۳)

آپ فرماتے تھے کہ یہ بات بہت نزدیک ہے اور اسی موجودہ صدی میں واقع ہوگی۔ فروری ۱۹۱۳ء کھنیا سوسوں کو خطاب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

”یہ صدی آفتاب حقیقت کی صدی ہے۔ یہ صدی زمین پر خدا کی بادشاہت کے قائم ہونے کی صدی ہے۔“ (ترجمہ از سٹار ادنٹ دی ویلیٹ جلد ۱۰)

دانیال کی کتاب کی آخری دو آیات میں یہ پراسرار الفاظ پائے جاتے ہیں۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس (۱۳۳۵) روز تک آتا ہے۔ پر تو اپنی راہ چلا جا جب تک کہ وقت اخیر آئے کہ تو چہین کرے گا اور اپنی میراث پر اخیر کے دنوں میں اٹھ کھڑا ہوگا۔“

علماء نے ان الفاظ کے معانی کی سمجھی کہ سلجھانے میں بہت سی کوششیں کی ہیں۔ سرناہار کی ایک گفتگو میں جس میں مصنف موجود تھا حضرت عبدالبہار نے فرمایا۔

”ان تیرہ سو پینتیس دنوں سے مراد ہجرتِ فخری سے ۱۳۳۵ شمسی سال ہیں۔“

چونکہ ہجرتِ سلیمانہ عیسوی میں واقع ہوتی تھی اس لئے (۶۲۲ + ۱۳۳۵) ۱۹۵۷ء ہوتا ہے۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ ان ۱۳۳۵ روز کے اختتام پر ہم کیا دیکھیں گے تو آپ نے جواب دیا۔

”صلح اکبر مضبوطی سے قائم ہو جائے گی۔ اور ایک عام زبان وجود میں آئے گی۔ سو تغابم مٹ جائیں گے۔ امر سبائی سب دُنیا میں پھیل جائے گا۔ اور وحدتِ عالمِ انسانی وجود میں آئیگی۔ بہت شاندار وقت ہوگا۔“

عکا اور حیفاء میرزا احمد سہراب عکا و حیفاء کے بار سے میں حضرت عبداللہ بہار کی یہ پیشین گوئی اپنی ڈائری میں درج فرماتے ہیں۔ آپ اُس وقت حیفاء کے ہما تنخانہ کی ایک کھڑکی کے قریب تشریف فرما تھے اور یہ ۱۴ فروری ۱۹۱۴ء کا دن تھا۔

”ہما تنخانہ سے منظر نہایت ہی دلکش دکھائی دیتا ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ حضرت بہار اللہ کے روضۂ مبارکہ کے عین مقابل پر آنے والے زمانہ میں عکا اور حیفاء کے درمیان جو فاصلہ ہے آباد ہو جائے گا اور ہر دو شہر اکید و سرے سے مل جائیں گے اور ایک عظیم الشان شہر کے در انتہائی اطراف ہوں گے۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے میں اب بھی صامت طور سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ دُنیا کی ایک عظیم الشان منڈی بنے گا۔ یہ تو ہی شکل کی کھاڑی نہایت اعلیٰ بندرگاہ (ہاربر) میں بدل جائے گی۔ جہاں تمام اقوام کے جہاز پناہ اور حفاظت کے لئے آیا کریں گے سب اقوام کے بڑے بڑے جہاز اس بندرگاہ پر آیا کریں گے اور دُنیا کے ہر حصہ سے لکھو کھا مردوں اور عورتوں کو سوار کر کے لایا کریں گے۔ پہاڑ اور اُس کی وادی عالی شان عمارتوں و عمارتوں سے بھر جائیں گے۔ دستکار یاں اور تجارت قائم ہوں گی اور رفاہِ عام کی بے شمار اور مختلف درسا ہیں بنائی جائیں گی۔ تمام قوموں کے تہذیب و تمدن کے پھول یہاں آیا کریں گے۔“

جو اپنی خوشبووں کے بلا کر انسانی برادری کا راستہ تیار کریں گے عجیب
 و غریب باغ۔ پھلواڑیاں۔ چمنستان ہر طرف بنائے جائیں گے۔
 رات کے وقت یہ عظیم الشان شہر بجلی کے قمتوں سے
 بقیعہ نور ہوگا۔ عمارتوں سے جیفا تک سب بندرگاہ روشنی کی ایک
 راہ ہوگی۔ کوہ کرل کے دونوں طرف طاقتور لائٹ ہاؤس بنائے
 جائیں گے جو آنے جانے والے جہازوں کی رہنمائی کریں گے۔ خود
 کوہ کرل کی چوٹی سے لے کر دامن تک برقی روشنی میں ڈوبا
 ہوا ہوگا۔ کوہ کرل کی چوٹی پر کھڑے ہونے والے اور جہاز
 کے مسافر ایک ایسا نظارہ دیکھا کریں گے جو دنیا نے آج تک
 کبھی نہیں دیکھا۔

پہاڑ کے ہر طرف سے یاہیا، الاہی کا ترانہ بلند ہوگا۔ اور
 صبح ہونے سے پہلے روح انگیز آوازیں۔ سریلے ترانوں کے
 ساتھ خدائے مقتدرہ کے عرش کی طرف بلند ہوا کریں گی۔
 بیشک خدائے کریم کے طریقے پر اسرار اور ناقابل ادراک ہیں
 شیراز و طہران۔ بغداد و مستطلیبہ۔ ایڈریا نول۔ جیفا و عکا میں بجلا
 کیا بیرونی تعلق ہے؟ خدا آہستہ آہستہ ان مختلف شہروں میں
 اپنی مستقل اور اٹل تقدیر کے مطابق کام کرتا رہا تاکہ وہ پیشینگوئیوں
 اور بشارتوں جو پہلے نبیوں نے کی تھیں پوری ہوں۔ خدائی وعدوں
 کا وہ سنہری سلسلہ جو تمام تورات و انجیل و قرآن میں زمانہ ان
 و امان فرحت و اطمینان کے بارہ میں ہے خدا کے حکم کے مطابق
 اپنے وقت، مقررہ پر ظاہر ہوگا۔ ایک لفظ بھی ان کا پورا ہونے بغیر
 نہ رہے گا۔

پندِ رُحواں باب

یادِ گذشتہ و مسدود

”اے دوستو! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نعمت تمام حجتِ کاملہ برہانِ ظاہر اور وسیلہ ثابت ہو گئی۔ اب دیکھیں تمہاری ہمتِ مراتبِ انقطاع سے کیا ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح نعمت تم پر اور زمینوں اور آسمانوں کے تمام رہنے والوں پر تمام ہوتی۔ الحمد للہ رب العالمین۔“
(حضرت پیار اللہ کے کلماتِ مکونہ)

ترقی امر اللہ! جگہ کی تنگی کے سبب تمام دنیا میں تحریکِ بہائی کی ترقی کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس دلچسپ مضمون کے لئے بہت سے ابواب کی ضرورت ہے۔ جن میں امر اللہ کے شہداء اور پیش روؤں کے دل ہلا دینے والی بات لکھی جائیں۔ مگر پھر بھی نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہم کچھ بیان کرتے ہیں۔

اس امر کے اول مومنین کو ایران میں سخت دشمنی، ظلم و ستم اور بڑی سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن انہوں نے ان سب مصائب اور امتحانات کو نہایت

صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ انہیں ان کے خون میں ہی ہیشیرہ دیا گیا۔ کیونکہ ان میں سے کئی ہزار نے جامِ شہادت پیا۔ کئی ہزار شہید و جلاوطن کئے گئے۔ ان کے مال و مستاع تاحنت و تاراج کئے گئے اور ان کے اجسام ہڈی حملہ ہر پیر و جوان ہوئے۔ ساٹھ سال یا اس سے زیادہ تک ایران میں اگر کوئی حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ پر ایمان کے اظہار کی جرأت کرتا تو اس کا مال و دولت سب لوٹ لیا جاتا۔ اس کی آزادی اور نیراس کی زندگی بھی خطرے میں ہوتی۔ اسپر بھی یہ وحشیانہ مستقل مخالفت امر اللہ کی ہیشیرنت کو اس سے زیادہ نہ روک سکی جتنی کہ ایک غبار آلود بادل سموج کے سامنے آنے سے اس کو طلوع ہونے سے روک سکتا ہے۔

ایران کے اس سرے سے اس سرے تک اہل بہار اب ہر شہر اور قریہ اور دیہہ میں حتیٰ کہ خانہ بدوش قوموں میں بھی موجود ہیں۔ بعض تو گاؤں کے گاؤں ہی پہاڑی ہیں اور بعض میں ان کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ ان مختلف فرقوں سے آئے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے جانی دشمن تھے۔ مگر اب یہ ایک مجمع الاحباب میں شامل ہیں جن کی براورانہ اُلفت نہ صرف ایک دوسرے تک ہی محدود ہے بلکہ ہر جگہ تمام ان انسانوں کے ساتھ انہیں پیار ہے جو نوع انسان کے اتحاد اور ترقی کے لئے تھپت اور فتاوات کو دور کرنے کے لئے اور خدا کی بادشاہت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے؟ صرف یہی ایک وہ کام ہے جسے یہ لوگ ساری دنیا میں کرنے کے لئے نہایت استقلال کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اور جس کا پورا ہونا سب سے بڑا معجزہ ہوگا۔ قرآنِ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ بڑا معجزہ بھی آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر صرف شہود میں آ رہا ہے۔

ترکستان۔ امریکہ۔ ہندوستان اور برہما میں اہل بہار کی تعداد ہزاروں تک

پہنچ گئی ہے۔ جرمنی۔ اٹلی۔ سوئڈن۔ لیتھوانیا اور فرانس میں بہائی مجالس قائم ہو گئی ہیں۔ اور ان کی روحانی تحریکات کا حلقہ دین بدن وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں سے بعض ممالک میں امراتھ کی خدمت کے لئے ماہواری رسالے شائع ہوتے ہیں۔ اکثر ممالک میں سالانہ بہائی کانفرنس باقاعدہ منعقد کی جاتی ہیں۔ جن میں اس ملک کے مختلف حصوں کے نمایندگان شریک ہوتے ہیں۔ جاپان سے بھی ایک ماہواری رسالہ جاپانی اور اسپرٹو زبان میں نکلتا ہے۔ مشرق و مغرب کے تقریباً سب ممالک میں اہل پیار پاسے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ اس وقت وہ خال خال ہیں مگر وہ اپنی تعداد سے کہیں بڑھکر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ امراتھ کی جان بخش قوت روز بروز ثابت ہوتی جا رہی ہے اور خدا کا دین نزع انسان میں خمیر کی طرح سرایت کر رہا ہے اور جیسے جیسے یہ پھیلتا جا رہا ہے نزع انسان کو ایک برونج سے دوسرے برونج میں لے جا رہا ہے۔

یہ جاننے کے لئے کہ ایک شخص بہائی ہے یا نہیں صرف ایک ہی امتحان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دیکھیں کہ آیا وہ شخص حضرت پیار اللہ اور حضرت عبدالبہاء مرکز مہنات کی تعلیمات پر اپنی روزمرہ زندگی میں عمل کرتا ہے یا نہیں۔ اور تحریک کی سچی کامیابی کو جاننے کے لئے صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ اس کے مانتے والوں کی تعداد پر نہیں بلکہ اس نفوذ پر ہے جو اس کے اصول دنیا میں پیدا کر کے روز بروز اسے بدل رہے ہیں۔ اس بات کا تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت بہار اللہ کے ظہور کے بعد سے دنیا بے نظیر تیزی کے ساتھ بدل رہی ہے۔ اور یہ بات کہ یہ عجیب غریب ترقی ایک حیرت انگیز حد تک انہی طریقوں پر ہو رہی ہے جو حضرت

پہاڑا اللہ نے نصیحت صدی پہلے مقرر کئے تھے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ بات اس کتاب کے منصف و عادل ناظرین پر صاف ظاہر ہو گئی ہوگی۔ اس لئے یہ نتیجہ قطعاً عقل اور انصاف پر مبنی ہوگا کہ وہ شخصیت جس نے ان تبدیلیوں کو سب سے پہلے واضح طور پر ظاہر کیا اور پھر نہایت قوت اور قدرت کے ساتھ ان کی حمایت کی، ان کے وقوع پذیر ہونے میں بھی اس کا یقیناً بہت بڑا اثر و نفوذ ہوگا۔ ہمارے وہ ناظرین جو ٹیلی بیچھی (دماغی سلسلہ خیرسانی) کے عجائبات و واقعات ہیں یا جو دعا کے حیرت انگیز اثرات کا علم رکھتے ہیں انہیں اس بات کے قبول کرنے میں کوئی وقت نہ ہوگی کہ حضرت ہتسار اللہ کی سی روحانی طاقت کا مالک ان لوگوں پر جن کے دل محبت اور تسلیم سے پڑے ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں اور خواہ انہوں نے آپ کا نام سنا ہو یا نہ سنا ہو بہت طاقتور اثر ڈال سکتا ہے۔ لہ

لہ لارڈ کرزن اپنی کتاب پرشیا اینڈ دی پرشین کولون میں جو ۱۸۹۲ء یعنی صعود حضرت پہاڑا اللہ کے سال میں چھپی ہے لکھتا ہے :-

”ایران میں باہول کا جو کم از کم اندازہ کیا گیا ہے وہ اس وقت ۵ لاکھ ہے۔ مگر ان لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے جو اس معاملہ کو اچھی طرح جانچ سکتے ہیں میرا اپنا یہ خیال ہے کہ کل تعداد دس لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں۔ وزراء و اُمراء و دربار شاہی سے لیکر خادموں اور سانیوں میں بھی یہ موجود ہیں۔ ان کی کارروائی کا میدان عمل خود مسلمانوں کے ہمارے ہیں۔“

اگر بایں دین ایسی رفتار سے جس سے یہ اس وقت بڑھ رہا ہے ترقی کرتا گیا تو وہ وقت دور نہیں چھوڑے گا۔ یہ ایران سے مسلمانوں کو نکال کر الگ کرے گا۔ اس کے لئے یہ بات کرنی بہت دشوار ہوتی اگر یہ کسی مخالف دین کے جھنڈے تلے ظاہر ہوتا مگر چونکہ اس کے سپاہی عموماً انہیں میں سے بھرتی کئے جا رہے ہیں جن کی یہ مقابل ہے اس لئے انجام کار اس کے کامیاب ہونے کی وجہ زیادہ مضبوط ہے۔ لہ (جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ سے ۵۰۲ تک)

حضرت باب اور حضرت بہار اللہ کی صداقت کے ثبوت

جتنا زیادہ ہم حضرت باب اور
حضرت بہار اللہ کی زندگی کے
حالات اور انکی تعالیم رٹھتے

ہیں اتنا ہی زیادہ ہمارے لئے یہ ناممکن ہوتا جاتا ہے کہ ہم ان کی
عظمت اور بزرگی کا بجز اسمانی وحی کے اور کوئی سبب یا وجہ قرار
دے سکیں۔ ان کی پرورش ایسی فضا میں ہوئی تھی جو مذہبی دیوانگی اور
تعصب سے پر تھی۔ انہوں نے معمولی ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ مغربی
تمدن سے انہیں کوئی مس نہ تھا۔ کوئی سیاسی یا مالی قوت ان کی
پشت پر نہ تھی۔ انہوں نے انسانوں سے کچھ طلب نہ کیا۔ اور انہیں
نا انصافی، ظلم و ستم کے سوا اور کچھ نہ دیا گیا۔ زعمائے جہان نے یا
تو ان کی پرواہ نہ کی اور یا ان کی مخالفت پر تل گئے۔ ان کے گوشے
مارے گئے۔ انہوں نے اپنے مشن کے پورا کرنے میں دکھ، تپید
اور دیگر بدترین مصائب سہے۔ ساری دنیا ایک طرف اور وہ اکیطرف
تھے اور سوائے خدا کے ان کا کوئی حمایتی نہ تھا۔ مگر ان کی فتح حال میں
ہی ظاہر اور نمایاں ہے۔

ان کے اصولوں کی عظمت اور شان۔ ان کی زندگیوں کی نجابت
اور ایثار۔ ان کی اولوالعزمی اور استقلال۔ ان کا حیرت افزا علم
اور تخیل و حکمت۔ ان کا مشرق و مغرب دونوں کے لوگوں کی
احتیاجات کو سمجھنا۔ ان کی تعالیم کی وسعت اور مناسبت۔ اپنے
ماننے والوں میں صمیمی وفاداری اور جو شمس پیدا کرنے کی قوت۔ ان کے
اثر کا نفوذ و امتداد۔ ان کی تحریک کی دن و رات چوکنی ترقی
..... یہ ان کی صداقت کے ایسے زبردست اور ایسے قابل کرنیوالے
ثبوت ہیں جنہیں صرف دین کی توجیح ہی پیش کر سکتی ہے۔

شاندار استقبال

بہائی بشارات خدا کے فضل و کرم کا ایک
دل خوش کن منظر ہمارے سامنے منکشف کرتی ہیں اور بنی نوع
انسان کی آئندہ ترقی کے دلپندہ نظارے ہماری آنکھوں کے
سامنے لائی ہیں۔ یہ یقیناً ان سب مکاشفوں سے بڑا مکاشفہ ہے
جو آج تک نوع انسان کو دیئے گئے تھے۔ یا یوں کہیں کہ یہ سب
پہلے مکاشفوں کو پورا کرتا ہے۔ اس کا مقصد نوع انسان کو نئی زندگی
دینا اور ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا ہے۔ یہ وہی کام
ہے جس کے پورا کرنے میں حضرت مسیح اور دیگر انبیائے کرام
نے اپنی زندگیاں صرف کیں۔ ان معلمین ربانی کے درمیان کوئی رفاہ
یا حریفانہ روح نہیں ہے۔ یہ کام صرف اس ظہور یا اس ظہور کے
ذریعے سے نہیں بلکہ مستقیماً سب کے ذریعے پورا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت
عبدالہیبار فرماتے ہیں :-

” اس بات کی ضرورت نہیں کہ عیسیٰ کو بڑا بنانے کے لئے
ابراہیم کو چھوٹا کر کے دکھایا جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ
ہیسا کہ اللہ کی منادی کرنے کے لئے عیسیٰ کو گھٹایا
جائے۔ حق و صداقت جہاں کہیں بھی ہو، ہمیں لینا چاہئے
اس بات کا لب لباب یہ ہے کہ یہ سب ہٹے ہٹے
پہنچے برکالات کے عذائی علم کو بلند کرنے کے لئے
آئے تھے۔ سب کے سب شہادت الہی کے آسمان میں
آفتاب بن کر درخشاں ہیں۔ سب کے سب دنیا کو اپنے
انوار سے منور کر رہے ہیں۔ “

(سٹار آف دی ڈیٹیٹ جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۸)

کام خدا کا ہے اور خدا صرف پہنچے برسوں کو ہی نہیں بلکہ کل بنی نوع

کو بتاتا ہے کہ اس تخلیقی عمل میں اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں۔ اگر ہم اس کی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو اس سے ہم اس امر کی ترقی کو روک نہیں سکتے۔ کیونکہ جو خدا چاہتا ہے وہ یقیناً واقع ہو کر رہتا ہے۔ اگر ہم اپنے فرض کے پورا کرنے میں قاصر رہیں گے تو وہ اپنے مقصد کے پورا کرنے کے لئے اور وسائل پیدا کر سکتا ہے۔ مگر گھاسٹے میں ہم ہی رہیں گے۔ کیونکہ ہم اس حقیقی مقصد و مدعا کو پورا نہ کر سکیں گے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔

اور یہائی تعلیم کے مطابق انسانی زندگی کی حقیقی اور شاندار تکمیل یہ ہے کہ ہم فنا فی اللہ ہو جائیں یعنی خدا کے عاشق۔ اس کے بندے اور اس کے ارادے کو پورا کرنے کے لئے رماند ذرائع اور وسائل بن جائیں یہاں تک کہ ہم اپنے اندر سوائے اس کے اور کسی کو نہ پائیں۔

نوع انسان کو ایک نہایت صحیح دل دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کو خدا نے اپنی صورت اور اپنی مثل بنایا ہے۔ اس لئے جب انسان، سحتانی پالیتا ہے تو یہ حماقت کی راہوں میں سرگردان نہیں رہتا۔ حضرت بہاؤ اللہ ہمیں یقین دلاستے ہیں کہ خدا کی آواز پر اب بہت جلد عام طور سے لبتیک کی صدا بلند ہوگی اور کل ہی نوع انسان راستبازی اور اطاعت کی طرف متوجہ ہونگے۔ "اس وقت رنج خوشی میں بدل جائے گا اور بیماری صحت سے تبدیل ہو جائے گی؟ اور اس دنیا کی حکومتیں ہمارے خداوند اور اس کے مسیح کی حکومت بن جائیں گی۔ اور خدا اہل ابادت تک حکومت کرے گا (رکاشہ یحنا باب ۱۱-آیت ۱۵) نہ صرف وہ ہی جو زمین پر بلکہ وہ بھی جو آسمانوں میں خدا میں متحد ہو کر ہمیشہ اسی میں خوشیاں منائیں گے۔

دین کا تازہ ہونا | آجکل کی دنیا کی حالت یقیناً ہمیں بہت کافی ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ بہت تلیل استغناء کے ساتھ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر دین کے لوگوں کو ان کے دین کے حقیقی

معنی بتا کر بیدار کیا جائے۔ اور یہ بیداری پیدا کرنا حضرت بہاء اللہ کی مشن کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔ آپ عیسائیوں کو بہتر عیسائی اور مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے آئے ہیں۔ اور تمام لوگوں کو ان کے اپنے اپنے بنیادین دین کی حقیقی روح سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ آپ میں وہ پیشینگوئی بھی پوری ہو گئی ہے جو ان تمام انبیاء کے کرامتوں کی تھی کہ وقت کے پیرا ہونے پر ایک نہایت عظیم الشان ظہور ہو گا۔ جو تمام انبیاء کے کاموں کو تکمیل تک پہنچائے گا۔ آپ نے اپنے سے پہلے انبیاء کی نسبت روحانی حقایق کو زیادہ کھول کر بیان فرمایا ہے۔ اور ان تمام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سوالات کے متعلق جو آجکل دنیا کے سامنے پیش ہیں مشیتِ الہی کو ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے عالمگیر تعلیمات عنایت کی ہیں جن پر ایک نئے اور بہتر تمدن کی مستحکم بنیاد پڑ رہی ہے یہ تعلیمات اس نئے دور کی دنیا کی جو آب شروع ہو رہی ہے سب ضروریات پر حاوی ہیں۔

وحدتِ عالمِ انسانی۔ وحدتِ ادیان۔ وحدتِ سنس
دین۔ قیامِ صلحِ اکبر۔ بین الاقوامی محکمہ عدالت۔

وحی تازہ کی ضرورت

بین الاقوامی بیت العدل۔ بین الاقوامی زبان۔ آزادی نسوان۔ عالمگیر تعلیم و تربیت۔ انسانی غلامی ہی کی نہیں بلکہ تجارتی غلامی کی بھی حرمت۔ ہر فرد کی آزادی اور حقوق کا لحاظ رکھتے ہوئے نوع انسان کی بطور ایک ہی خاندان کے تنظیم۔ یہ سوالات ہیں جو بڑی بھاری اہمیت اور سخت دشواریاں پیش کرتے ہیں۔ اور جن کے متعلق عیسائیوں، مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے خیالات مختلف اور اکثر اوقات سخت دشمنی آمیز تھے اور اب تک ہیں۔ حضرت بہاء اللہ کے ذریعے خدا نے صاف صاف اور واضح اصول نازل فرمائے ہیں جن پر علدرد آمد دنیا کو بہشت بنا دے گا۔

حق سب کے لئے ہے | اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بہائی تقالیم ایران اور مشرق کے لئے بے شک نہایت شاندار و مفید ہیں مگر مغربی اقوام کے لئے وہ غیر ضروری بھی ہیں اور نامناسب بھی۔ ایک شخص کو جس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا حضرت عبدالبہار نے جواب دیا:

”حضرت بہار اللہ کے امر کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ عام بہتری کے لئے ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور جو خدا کی طرف سے ہے وہ عام بہتری کے لئے ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو سب کے لئے سچ ہے۔ اور اگر نہیں تو سب کے لئے نہیں۔ اس لئے وہ خدائی امر جو عام بہتری کے لئے ہو مشرق یا مغرب تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ آفتاب حقیقت کے انوار مشرق و مغرب دونوں کو روشن کرتے ہیں۔ اور اُس کی حرارت شمال و جنوب دونوں میں محسوس ہوتی ہے۔ یعنی ایک قطب کو دوسرے قطب سے کوئی امتیاز نہیں۔ سچ کے ظہور کے وقت رومیوں اور یونانیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ کا امر یہودیوں کے لئے ہی مخصوص تھا۔ انہیں یہ زعم تھا کہ ان کا تمدن مکمل ہے اور انہیں حضرت مسیح کی تقالیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور اسی جھوٹے خیال نے ان میں سے بہتوں کو اُس کے فضل سے محروم کر دیا۔ واضح ہو کہ مسیحیت کے اصول اور حضرت بہار اللہ کے احکام بالکل ایک سے ہیں۔ اور ان کے طریقے بھی ایک سے ہیں۔ ہر یوم کی ایک جگہ شانِ ترقی کی ایک زمانہ تھا، یہ خدائی کارخانہ (ارتقائی تہمت) عالم نطفہ میں تھا پھر عالم جنین۔ پھر عالم طفلی اور پھر ڈی ہوش نوجوان کی مانند

ہو گیا۔ آج کے دن یہ نہایت حُسن و جمال کے ساتھ جلوہ گرہی۔“

وصایاے عبدالبہاء

نیا ورق | پیار سے آقا حضرت عبدالبہاء کے صعود فرمانے کے بعد ستر ایک بہائی نے اپنی تاریخ کا ایک نیا ورق پلٹا ہے۔ اس کی ترقی اسباب حد تک ہو گئی تھی کہ ایک باقاعدہ تنظیم کی ضرورت تھی۔ تاکہ دنیا کے تمام ملکوں کے احباب کے کاموں میں یکسانیت پیدا ہو۔ اور سب اتحاد اور یکسوئی کے ساتھ کام کریں۔ تنظیم کا خاکہ حضرت بہاء اللہ ہی بنا گئے تھے اور اسے حضرت عبدالبہاء نے اپنی آخری وصایا میں نہایت آسان کر کے ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس تنظیم کے تین برٹے بڑے بڑے عنوان ہیں۔

(۱) ولی امر اللہ

(۲) ایادی امر اللہ

(۳) مجالس روحانی محلی۔ مرکزی اور بین الاقوامی۔

ولی امر اللہ | حضرت عبدالبہاء نے اپنے سب سے بڑے لڑکے حضرت شوقی آفندی کو ولی امر اللہ کے ذمہ وار عہدہ پر مقرر کیا۔ حضرت شوقی آفندی حضرت ضیاء خانم کے سب سے بڑے فرزند ہیں جو حضرت عبدالبہاء کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ آپ کے والد ماجد آغا میرزا ہادی سلطنت حضرت باب سے ہیں۔ حضرت شوقی آفندی حضرت عبدالبہاء کے صعود فرمانے کے وقت ۲۵ سال کے تھے۔ اور آپ

بیلٹیل کالج آکسفورڈ میں تعلیم پارسے تھے۔ آپ کی تقرری کا اعلان حضرت عبدالہیاء اپنی وصایا میں اس طرح فرماتے ہیں:-
 "اے یارانِ ہریان! اس مظلوم کے مفقود ہونے کے بعد انھماں و انشان مددۃ مبارکہ رخویش و اقارب حضرت باب و حضرت بہار اللہ ایادی امر اللہ اور حضرت جمالِ ابھی کے احباب کو لازم ہے کہ وہ حضرت شوقی آفندی کی طرف متوجہ ہوں جو دو شجرہ مقدسہ مبارکہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور جو دوستہ رحمانیہ کی دو شاخوں کے ملنے سے وجود میں آئے ہیں۔ کیونکہ آپ آیت اللہ عین مہتاز اور ولی امر اللہ ہیں اور تمام انھماں و انشان و ایادی امر اللہ و احباب اللہ کے مرجع ہیں۔ اور خدا کی آیات کے مبین ہیں اور آپ کے بعد آپ کی نسل میں سے یکے بعد دیگرے جو پہلوٹھی کی اولاد ہوگی وہ اس مقام پر فائز ہوگا۔"

ولی امر اللہ اور بیت العدل عمومی جو عموم کے انتخاب سے قائم اور تشکیل کئے جائیں گے حضرت جمالِ ابھی کی حفاظت اور صیانت اور حضرت اعلیٰ دوجی لہذا العنادر کی حراست اور عصمت کے لئے ہونگے۔ اور جو کچھ وہ فیصلہ دینگے خدا کی طرف سے ہوگا۔

اسے احباب سے ابھی! ولی امر اللہ کو لازم ہوگا کہ وہ اپنی حیات میں اپنے جانشین کو منتخب کریں۔ تاکہ آپ کے صعود کے بعد اختلاف پیدا نہ ہو۔ اور جس شخص کو تعین کریں وہ تقدیس و تنزیہ ہے۔ تقوای الہی اور علم و فضل و کمال کا منظر ہو۔ پس اگر ولی امر اللہ کی پہلوٹھی کی اولاد اس ضرب المثل اولاد اپنے باپ کا ستر مخنی ہے "کے مطابق نہ ہو یعنی عنصر روحانی سے نہ ہو اور اس کا چال چلن اس کے عذابی شرف کے مخالف ہو تو اولاد میں سے دوسرے کو انتخاب کریں۔

ایادی امر اللہ اپنی بمعیت میں سے نہ شخصوں کو چنا کر نیکے جو ولی امر اللہ

کی اہم خدمات میں مشغول رہا کرینگے۔ ان نو شخصوں کا انتخاب یا تو اتفاقاً سے ہو گا یا کثرتِ آراء سے۔ اور یہ نو شخص اتفاق یا کثرتِ آراء سے اس نشانی کی جسے ولی امر اللہ انتخاب فرمایا کرینگے تصدیق کیا کرینگے۔ اور تصدیق اس طرح ہو کرے گی کہ مصدق اور غیر مصدق معلوم نہ ہوا کرے گا۔

ایادمی امر اللہ حضرت بہار اللہ نے اپنے زمانہ ظہور میں ہی چار معتبر دستہ اجاب کو تحریک کے کام چلانے اور ترقی دینے کیلئے مقرر فرمایا تھا۔ اور انہیں ایادمی امر اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ ان میں سے تین صعود فرما چکے ہیں اور ایک ابھی زندہ ہیں۔ حضرت عبداللہ اپنی وصایا میں ایک مستقل جمعیت کارکنان کے قائم کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں جو امری معاملات میں ولی امر کے ساتھ کام کریں گے۔ آپ لکھتے ہیں :-

” اسی یاران! ایادمی امر اللہ کو ولی امر اللہ نامزد و مقرر فرمایا کریں گے۔

ایادمی امر اللہ کا فرض، نشرِ نفعات اللہ، تربیتِ نفوس، تعلیمِ علوم اور عموم کے اخلاق کو بہتر بنانا ہو گا۔ ان کی چال و حال، طور و اطوار کردار و گفتار ہر حالت سے تمیز یہہ و تقدیس ظاہر ہو۔ اور خدا کا خوف ان سے ظاہر و آشکار ہو۔ ایادمی امر اللہ کی یہ جماعت ادارہ ولی امر اللہ کے ماتحت ہوگی۔ جو ہمیشہ ان کو نفعات اللہ کے پھیلانے اور گل اہل جہان کی ہدایت کی سعی و کوشش اور جدوجہد کرنے کی تلقین کیا کرینگے۔ کیونکہ نورِ ہدایت سے ہی سب جہان روشن ہو سکتے ہیں۔“

مخافل روحانی بہائی تحریک کی محلی مخافل روحانی کے بارے میں ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ یہ مخافل اس وقت بہت سے

مقامات میں کار پوز ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت بہار اللہ اور حضرت عبداللہ نے مرکزی اور بین الاقوامی مخافل قائم کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ وصایا میں حضرت عبداللہ لکھتے ہیں :-

”ابراہیم عدل کے بارے میں جسے خدا نے کل نیکیوں کا مصدر اور خطا سے محفوظ قرار دیا ہے، یہ انتخاب عمومی سے قائم ہو کر گیا۔ یعنی مومنین اس کا انتخاب کیا کریں گے۔ اس کے ممبروں کا فرض ہے کہ خوب خدا کے مظاہر۔ علم و دانائی کے مطالع۔ دین الہی پر ثابت اور کل نوع انسان کے خیر خواہ ہوں۔ اس بیت عدل سے مراد بیت عدل عمومی ہے۔ یعنی تمام ممالک میں بیت عدل خصوصی بنائے جائیں اور وہ سب بیوت عدل، بیت عدل عمومی کا انتخاب عمل میں لائیں۔ یہ جمعیت سب کاموں کی ذمہ دار ہوگی اور ان قوانین و احکام کے بنانے کی مجاز ہوگی جو نصوص الہی میں نہیں ہیں۔ مشکل مسائل اس مجلس میں حل ہو کر نیگے۔ ولی امر اللہ اس مجلس کے تاحین حیات اعضاء اور صدر ہونگے۔ اگر آپ اس کے جلسوں میں بذات خود نہ آ سکا کریں گے تو آپ اپنا نائب یا ڈپٹی مقرر فرمایا کریں گے۔ یہ بیت عدل قوانین بنا کرے گا اور حکومت اس میں جاری فرمایا کریگی۔ مجلس قانون ساز کو حکومت کا مددگار اور حکومت کو مجلس قانون کا مدد و معاون ہونا چاہئے۔ تاکہ ان دونوں قوتوں کے میل جول اور ملکہ کام کرنے سے عدل و انصاف کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو۔ اور دنیا جنت النعم اور بہشت بریں بن جائے۔

کتاب اقدس سب کا مرجع ہے۔ اور جو مسئلہ اس میں منصوص نہیں ہے اس کے لئے بیت العدل عمومی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ بیت عدل جو کچھ بالاتفاق یا اکثریت آراء سے حکم دے وہی درست اور وہی خدائی مراد ہے۔ جو کوئی اس سے انحراف کرے گا بیشک وہ ان میں سے ہو گا جو سادہ اور نفاق پھیلانے والے ہیں اور جو رب الميثاق سے پھر گئے ہیں۔

اعضائے بیت العدل کا فرض ہے کہ وہ کسی ایک جگہ جمع ہوں اور ان معاملات پر جن پر اختلاف واقع ہوا ہے یا اور مشکل مسائل پر یا ان مسائل پر

جو کتاب الہی میں منصوص نہیں غور و خوض کریں اور جو وہ فیصد کریں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نص کتاب۔ چونکہ بیت عدل کو غیر منصوص قرآن میں سے بنانے کا اختیار ہے اس لئے اسے ان کے منسوخ کرنے کا بھی اختیار ہے۔ مثلاً آج بیت عدل نے ایک قانون بنایا اور وہ معمول ہو گیا مگر سو سال کے بعد لوگوں کی حالت بالکل بدل گئی۔ زمانے کا رنگ کچھ اور ہو گیا تو اس وقت کے بیت عدل کو اختیار ہو گا کہ وہ اس قانون کو اقتصانے وقت کے مطابق بدل دے۔ کیونکہ یہ قانون نص صریح الہی نہیں ہے۔ بیت عدل اس کا وضع تھا اور بیت عدل ہی اس کا نسخ بھی ہو سکتا ہے۔

وصایا کی حضرت عبدالہیاء سے کچھ اور اقتباسات

حضرت عبدالہیاء کی آخری وصیت کی اہمیت۔ اس کے ارشادات کا وزن اور ان کی منزلت اور اس کی ہدایات و شرطیہ کی بنیاد ہی حکمت اس بات کی مقتضی ہیں کہ ہم اس پر اس وقت کسی قسم کی ماسٹیا کرانی نہ کریں مگر ہم دین بیانی کے محقر کے خاک کے آخر میں اس اہم وصیت سے چند اور ایسے اقتباسات درج کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں جو بتائیں وصیت سے اس روح اور ان اصول کا نقش کھینچنے میں جو حضرت عبدالہیاء کی رہنمائی اور ہمت افزائی کرتے تھے اور جو آپ کے وفادار پیروں کو بطور ورثہ ملے ہیں۔ اے خدا کے پیارے اور مقدس میں رہنا چھوڑنا اور نساہ بالکل حرام ہے اور جو تعذی کرے گا وہ اپنے آپ کو خدا کے فضل سے

محروم کرنے گا ہر شخص پر یہ فرض ہے کہ تمام قوموں اور قبیلوں سے خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے نہایت محبت راستی راستی اور دلی ہر بانی سے ہمیشہ آئے۔ بلکہ رعایت اور محبت اس درجہ تک پہنچ جائے کہ بیگانہ اپنے آپ کو آشنا جانے اور دشمن دوست خیال کرے یعنی وہ ہرگز کسی قسم کا تفاوت محسوس نہ کریں۔ کیونکہ عمومیت عادت الہی ہے اور تحدید صفت دنیوی۔

پس اسے یارانِ ہر بان، تمام قوموں، دینوں اور لوگوں سے کمال راستی و وفا پرستی، ہر بانی، خیر خواہی اور دوستی کے ساتھ ملو مخلبو تاکہ سارا جہان ہستی فیضِ بہار کے پاک جام سے سرمست ہو۔ اور نادانی، دشمنی، کینہ و بغض، دنیا سے زائل ہو جائے۔ مختلف فرقوں اور قوموں میں جو بیگانگی کی تاریکی چھائی ہوئی ہے وہ بیگانگی کے انوار میں تبدیل ہو جائے۔ اگر دوسری قومیں اور لوگ تم پر جفا کریں، تم وفا کرنا، اگر تم پر ظلم کریں، تم عدل کرنا، اگر وہ تم سے پہیز کریں تم انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا، دشمنی کریں تو دوستی سے پیش آنا، اگر وہ تمہیں زہر دیں تم انہیں امرت دینا، اگر تم کو زخمی کریں تو تم ان کے زخم کا مرہم بننا۔ یہ مخلصوں اور صادقوں کی صفات ہیں۔

اسے خدا کے پیادوں، علم ہر عادل بادشاہ کے سامنے خاضع رہنا اور ہر ستمیاز شہر یار کے فرمانبردار رہنا۔ بادشاہوں کی نہایت صداقت و امانت سے خدمت کرنا اور ان کے مطیع و خیر خواہ رہنا۔ اور ملکی معاملات سیاست میں ان کے اذن و اجازت کے بغیر دخل نہ دینا۔ کیونکہ ایک بادشاہ عادل کے ساتھ خفا نہ کرنا خدا کے ساتھ خیانت کرنا ہے۔ یہ تمہیں میری نصیحت اور خدا کا حکم ہے جس کا ماننا تم پر فرض ہے۔ مبارک ہیں وہ جو عمل کرتے ہیں۔

پروردگار! تو دیکھتا ہے کہ تمام چیزیں میرے حال پر رو رہی ہیں اور میرے اپنے رشتہ دار خوشیاں منا رہے ہیں۔ تیری عزت کی قسم بلے میرے پروردگار۔ میرے بعض دشمن بھی میرے دکھوں اور میری بلاؤں کو دیکھ کر

رنجیدہ ہوئے اور خاسدوں نے بھی میری غربت و آہستلا اور کرب و بلا پر اکتو بہائے۔ کیونکہ انہوں نے مجھ میں سوائے ہر و موت اور کچھ نہ دیکھا۔ اور سوائے ہر بانی و محبت اور کچھ نہ پایا۔ جب انہوں نے مجھے مصیبتوں اور بلاؤں کے سیلاب میں گھرے دیکھا اور قضا کے تیروں کا نشانہ پایا تو ان کے دل رقت سے بھر گئے۔ آنسو ان کی آنکھوں میں ڈبڈبائے۔ اور انہوں نے شہادت دی کہ خدا گواہ ہے ہم نے اس میں سوائے وفا، عطا اور حد درجہ کی رافت کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ مگر ناقصین، نامحنتین کا بغض اور زیادہ بھڑکا اور وہ میری اس مصیبت پر اور میرے اس طرح محنت و بلا کا شکار ہونے پر خوش ہوئے، میرے خلاف اٹھے اور ان جانگداز حوادث کو دکھیکر جو مجھے گھیرے ہوئے تھے خوشیاں منانے لگے۔

اسے میرے پروردگار! میں اپنی زبان اور اپنے سارے دل سے تجھے بتاتا ہوں کہ تو انہیں ان کے ظلم و اعثات اور نفاق و شقاوت کے لئے نہ پکڑنا۔ کیونکہ وہ جاہل ہیں۔ دیوانے ہیں اور بے حیا ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ نیکی و بدی میں فرق نہیں کر سکتے اور عدل و انصاف کو ظلم و اعثات اور فاحشات سے تمیز نہیں کر سکتے وہ اپنی نفسانی خواہشات کی متابعت کرتے ہیں اور ناقص ترین اور جاہل ترین لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔

اسے پروردگار! ان پر رحم کر اور انہیں اس پر فتن زمانہ میں ہر بلا سے محفوظ رکھ اور جس قدر بھی رنج و آلم اور محنت و بلا ہیں وہ اس بندے پر نازل کر جو اس اندھیرے غار میں گھرا ہوا ہے۔ ہر بلا کے لئے مجھے چن لے اور مجھے اپنے تمام پیاروں کے لئے فدا کر۔ اے میرے پروردگار! علی! میری روح، میری ذات، میرا نفس، میری کینونت و ہویت و حقیقت سب ان کے لئے قربان کر۔

اُسے میرے پروردگار۔ اُسے میرے پروردگار! میں نہایت عجز و انکسار سے اپنے سزہ کے بل کر تجھ سے نہایت تقرب و ابتعال کے ساتھ مانگتا ہوں کہ تو اُن سب کو جنہوں نے مجھے اذیت دی ہے بخشدے اور اُن سب کو معاف کر جنہوں نے میرے خلاف منصوبے باندھے اور مجھے ستایا۔ اور اُن سب کے گناہوں کو دھو ڈال جنہوں نے مجھ پر ظلم کئے ہیں۔ انہیں اپنی بہترین برکات عطا کر اور انہیں خوشحالی و محبت و حسرتوں سے انہیں بچا اور انہیں امن اور یہودی سے پرہیز کر اور انہیں اپنے فضل و عطا سے مالا مال کر دے۔ تو مستدر و عزیز و مہین و قیوم ہے۔

حضرت مسیح کے حواریوں نے اپنے آپ کو اور تمام دنیا کی چیزوں کو فراموش کر دیا تھا۔ سب سروسامان کو ترک کر کے ہوئی و ہوس سے پاک و منزہ ہو گئے تھے۔ سب تعلقات سے الگ تھلاک ہو کر تمام ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے تھے اور خلق خدا کی ہدایت میں لگ گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے دنیا کو ایک دوسری دنیا بنا دیا اور عالم خاک کو چمکا دیا۔ اپنے آخری دم تک اُس دلبر رحمانی کی راہ میں جانفشانی کرتے رہے۔ اُن میں سے ہر ایک مختلف ملکوں میں شہید ہوا۔ پس وہ جو مردانِ عمل ہیں اُن کی پیروی کریں۔

اے میرے پروردگار! اے میرے خدا۔ میں تجھے تیرے نبیا تیرے رسولوں۔ تیرے اولیاء اور تیرے اصفیاء کو گواہ ٹہرا کر کہتا ہوں کہ میں نے تیرے احباب پر اتمامِ حجت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اُن کے سامنے سب باتیں کھول کر رکھ دیں تاکہ وہ تیرے امر کی محافظت کریں۔ اور تیرے طریقِ مستقیم کے محافظ ہوں اور تیری نورانی شریعت کی محافظت کریں۔ بیشک تو شاہد و علیم ہے۔